بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

باسمہ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ رَبیعُ الاوّل

کے فضائل واحکام

(مع حقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)



مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیعُ الاوّل

کے

فضائل واحکام

(مع حقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وحدیث، فقہ اوراہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

مدیر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

نام کتاب:	ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام (مع حقوق النبی)
مؤلف:	مفتی محمد رضوان
طباعتِ اوّل:	ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، مئی 2002ء
طباعتِ چہارم:	صفر/۱۴۳۲ھ جنوری/2011ء
صفحات:	۲۸۴
طابع وناشر:	ادارہ غفران راولپنڈی

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان۔فون 051-5507270

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔ فون 051-5771798

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور۔ فون 042-7353255

مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار لاہور۔ فون 042-7232536

ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی۔ فون 021-2722401

دارالکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی۔ فون 021-4975025

دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔ فون 021-2631861

فہرست

سُنّتِ خیرُالوریٰ

مطلعِ نورِ ہدیٰ ہے سنتِ خیر الوریٰ
مشعلِ راہِ خدا ہے سنتِ خیر الوریٰ

شرحِ دینِ کبریا ہے سنتِ خیر الوریٰ
اصلِ حبِ مصطفیٰ ہے سنتِ خیر الوریٰ

کیوں نہ ہو نامِ محمد کلمہ طیّب کے ساتھ
شرحِ توحیدِ خدا ہے سنتِ خیر الوریٰ

بوستانِ دینِ حق میں گلشنِ اسلام میں
غنچۂ راحت فزا ہے سنتِ خیر الوریٰ

اہلِ سنت کو میسر کیوں نہ ہو حق کی رضا
کاشفِ رمزِ خدا ہے سنتِ خیر الوریٰ

ہے وہی قائد امام و پیرو مرشد معتبر
جو سدا کرتا ادا ہے سنتِ خیر الوریٰ

ہم کو بس کافی ہیں دو ہادی ہدایت کے لئے
ایک قرآں دوسرا ہے سنتِ خیر الوریٰ

(نغماتِ صداقت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں بندہ کا رسالہ بنام ''ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام'' اس سے پہلے بھی شائع ہوا۔

لیکن جس زمانے میں اس کو ترتیب دیا گیا تھا، اس وقت عربی مطوّل کتابوں کا ذخیرہ نایاب یا کم یاب تھا، جس کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اردو کتابوں سے استفادہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا تھا۔

بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عربی مطوّلات کا ذخیرہ عطا فرمایا، تو ان کی طرف مراجعت کرنے سے متعدد حوالہ جات میں اصلاحات واضافات کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اس لئے اس رسالہ کی موجودہ اشاعت سے پہلے بندہ نے رسالہ میں موجود قرآنی آیات، احادیث اوران کی تفسیر وتشریح اور راجح ومرجوح ہونے کے اعتبار سے اصل مآخذ اور بعض عربی کتب کی اصل عبارات کی طرف مراجعت کی، اور حتی الامکان عربی عبارات کو بھی متن یا حواشی میں شامل کیا، اور بعض مفید عبارات کا بھی اضافہ کیا، اور بعض غیر معتبر وغیر مستند حوالہ جات وعبارات کو حذف کر دیا۔

اس طرح سے اب وہ رسالہ ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا، اور بحمد اللہ تعالیٰ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ومستند ہو گیا۔

لہٰذا اب اس سے قبل کی اشاعت اور موجودہ اشاعت میں سے موجودہ اشاعت کے حوالہ جات وتحقیقات کو راجح سمجھا جائے۔

اللہ تعالیٰ اس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں اور بندہ اور بندہ کے معاونین سمیت جملہ مؤمنین ومؤمنات کے لئے دنیا وآخرت کے اعتبار سے مفید بنائیں۔ آمین

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

محمد رضوان مورخہ: ۲۶/محرم الحرام/۱۴۳۲ھ 2/جنوری/2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ ربیعُ الاوّل کے فضائل واحکام

ماہِ ربیعُ الاوّل اسلامی سال کا تیسرا مہینہ

کیونکہ اسلامی سال کا آغاز محرم کے مہینے سے ہوتا ہے اور اس کے بعد صفر کا مہینہ آتا ہے، پھر صفر کا مہینہ ختم ہونے پر ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے، اس لئے اسلامی سال میں ترتیب کے اعتبار سے ربیع الاول کا مہینہ سال کا تیسرا مہینہ ہے۔

ربیعُ الاوّل کے معنیٰ

ربیع الاول دو لفظوں کا مجموعہ ہے، ایک ربیع، دوسرے الاوّل۔

عربی لغت میں ''رَبِیع'' موسم بہار کو کہا جاتا ہے (ملاحظہ ہو: المنجد ومصباح اللغات)

اور ''اوّل'' پہلے کو کہا جاتا ہے، تو ربیع الاول کے معنیٰ ہوئے ''پہلا موسمِ بہار''

پھر ایک تو موسمِ بہار کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے جس میں کلیاں اور پھول کھلتے ہیں، اس کو ''ربیع الاوّل'' کہا جاتا ہے اور دوسرا موسمِ بہار کا وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں پھل پک جاتے ہیں، اس کو ''ربیع الثانی'' کہا جاتا ہے۔

اور ربیع کا لفظ اسلامی وقمری دو مہینوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ایک مہینے کا نام ربیع الاول ہے اور دوسرے مہینے کا نام ربیع الآخر یا ربیع الثانی ہے، یہ دونوں مہینے بالترتیب ماہِ صفر کے بعد آتے ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان دونوں مہینوں کے نام جس وقت تجویز کیے گئے اس وقت بہار کا موسم تھا، اس لیے موسم اور زمانے کی مناسبت سے ان دونوں مہینوں کے نام تجویز کیے گئے اور اس کے بعد سے یہ دونوں مہینے اسی نام کے ساتھ موسوم ہو گئے۔

پس یہ دونوں مہینے خواہ موسمِ بہار میں آئیں یا موسمِ بہار کے علاوہ کسی دوسرے موسم اور دوسرے

زمانے میں، بہرحال دونوں مہینوں کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ [۱]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال ربیعُ الاوّل کے مہینہ میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ ؟ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ (مسند احمد) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی، اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی (ترجمہ ختم)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ

---

[۱] والربيع ربيعان،ربيع الشهور،وربيع الازمنة،فربيع الشهورشهران بعدصفر ولايقال الاشهرربيع الاول ،وشهرربيع الآخر، واماربيع الازمنة فربيعان ،الربيع الاول الذى يأتى فيه النوروالكمأة والربيع الثانى الذى تدرك فيه الثمار،اوهوالربيع الاول (القاموس المحيط،للامام الفيروزآبادى ، باب العين،فصل الراء)

وشهراربيع سميابذالك لانهماحدافى هٰذاالزمن فلزمهمافى غيرهٖ وهماشهران بعدصفر،ولايقال فيهما:الاشهرربيع الاول وشهرربيع الآخر،والربيع عندالعرب ربيعان،ربيع الشهور،وربيع الازمنة،فربيع الشهورشهران بعدصفر وأماربيع الازمنة فربيعان ،الربيع الاول وهوالفصل الذى تأتى فيه الكمأة والنور.وهوربيع الكلاء.والثانى وهوالفصل الذى تدرك فيه الثمار،ومنهم من يسميه الربيع الاول ....وفى حديث الدعاء : ”اللهم اجعل القرآن ربيع قلبى“جعلهٗ ربيعاًلهٗ لان الانسان يرتاح قلبه فى الربيع من الازمان ويميل اليه وجمع الربيع اربعاء واربعة(لسان العرب،لابن المنظور،جلد۸،كتاب العين ،فصل الراء)(كذافى مختار الصحاح لابى بكرالرازى ،باب الراء)

ولكن قال ابن كثير”وشهرربيع الاول يسمى بذالك لارتباعهم فيه والارتباع الاقامةفى عمارة الربع ويجمع على اربعاء كنصيب وانصباء وعلىٰ اربعة كرغيف وارغفة وربيع الآخر كالاول(تفسيرابن كثير جلد ۲،الجزء العاشرصفحه۴۶۶تحت آيت نمبر۳۶،سورة التوبة)

[۲] حديث نمبر ۲۲۵۵۰،مؤسسة الرسالة ، بيروت، واللفظ لهٗ، ابوداوٗدحديث نمبر ۲۴۲۸.

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی، اور اسی دن مجھ کو نبوت عطا کی گئی، یا مجھ پر وحی نازل کی گئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الاثْنَيْنِ، وَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمَ الاثْنَيْنِ، وَمَاتَ يَوْمَ الاثْنَيْنِ (المعجم الكبير للطبرانی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی، اور آپ پر وحی کا نزول بھی اسی دن شروع ہوا، اور آپ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی (ترجمہ ختم)

اور جمہور اہلِ علم حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینہ میں اُس سال واقع ہوئی، جس سال ابرہہ بادشاہ نے بیتُ اللہ پر چڑھائی کی کوشش کی تھی، اور اس کو عربی میں ''عام الفیل'' کہا جاتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک بھی ربیع الاول کے مہینہ میں واقع ہوئی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] حديث نمبر ۱۹۷۲، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر، دار إحياء التراث العربی -بيروت.

[2] حديث نمبر ۲۴۷۹۰، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ له، حديث نمبر ۲۴۸۶۹، بخاری، حديث نمبر ۱۲۹۸، كتاب الجنائز، باب موت يوم الاثنين.
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[3] حديث نمبر ۱۱۱۲۴، مكتبة ابن تيمية -القاهرة، واللفظ له، مسند احمد حديث نمبر ۲۵۰۶.

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ(المعجم الکبیر للطبرانی) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عامُ الفیل میں ہوئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت قیس بن مخرمہ فرماتے ہیں:

وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ، عَامَ الْفِیْلِ، فَنَحْنُ لِدَّانِ(المعجم الکبیر للطبرانی) ۲؎

ترجمہ: میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عامُ الفیل میں ہوئی، تو ہم (عمر کے لحاظ سے) جڑواں ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ(دلائل النبوۃ للبیہقی) ۳؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عامُ الفیل میں ہوئی (ترجمہ ختم)

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّہٗ وُلِدَ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ فِیْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ وَتُوُفِّیَ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ (شرح النووی علیٰ مسلم) ۴؎

۱؎ حدیث نمبر ۱۲۴۳۲،مکتبة ابن تیمیة -القاھرة،واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۱۴۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی حدیث نمبر ۵۹۶۷،دلائل النبوة حدیث نمبر ۵، مسند البزار حدیث نمبر ۴۷۶۲.

قال الحاکم: "ھَذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ "(حواله بالا)

وقال الذهبی فی التلخیص :علی شرط مسلم.

وقال الهیثمی:

رواه البزار والطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶، مکتبة القدسی، قاهرة)

۲؎ حدیث نمبر ۸۷۳،مکتبة ابن تیمیة -القاھرة،واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۱۴۸.

قال الحاکم: "ھَذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ "

۳؎ ج ۱ ص ۷۸،باب العام الذی ولد فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ،دارالکتب العلمیة، بیروت.

۴؎ کتاب الفضائل،باب قدر عمره صلی الله علیه وسلم وإقامته بمکة والمدینة،دار إحیاء التراث العربی -بیروت.

ترجمہ: اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن ہوئی، اور آپ کی وفات بھی ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن ہوئی (ترجمہ ختم)

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اوروفات پیر کے دن اور ربیع الاول کے مہینے اور (ولادت) عام الفیل میں ہونے پر جمہور کے اتفاق کے باوجود اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی؟ ان دونوں باتوں میں محدثین ومؤرخین کا اختلاف ہے۔ [1]

---

[1] ولد عام الفيل والذى لا يشك فيه أحد من علمائنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد عام الفيل ، وبعث على رأس أربعين سنة من الفيل (دلائل النبوة تحت حديث رقم ١٠)

قال أبو عمر: لا خلاف أنه ولد صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفيل إذ ساقه الحبشة إلى مكة يغزون البيت(التمهيد لما فى المؤطا، باب الراء)

ولا خلاف أنه ولد يوم الاثنين بمكة فى ربيع الأول عام الفيل (التمهيد لما فى المؤطا، باب الراء)

وذلك أن رسول الله ﷺ ولد عام الفيل لا يختلفون فى ذلك(التمهيد لما فى المؤطا، باب الميم)

ولا خلاف أنه ولد -عليه السلام- عام الفيل (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض، كتاب الفضائل،باب فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم ومبعثه ، وسنه)

ولا خلاف أنه ـ صلى الله عليه وسلم ـ ولد عام الفيل (المفهم لما اشكل فيه من كتاب مسلم، كتاب النبوات،باب فى حسن أوصاف النبى صلى الله عليه وسلم)

قال ابن الجوزى فى التلقيح :اتفقوا على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول عام الفيل (تحفة الاحوذى، كتاب المناقب،باب ما جاء فى ميلاد النبى ﷺ)

ولنرجع إِلى المقصود من سيرته صلى الله عليه وسلم وهديه وأخلاقه لا خلاف أنه ولد صلى الله عليه وسلم بجوف مكّة، وأن مولده كان عامَ الفيل، وكان أمرُ الفيل تقدِمة قدَّمها اللّه لنبيه وبيته، وإلا فأصحاب الفيل كانوا نصارى أهل كِتاب، وكان دينهم خيراً مِن دين أهل مكّة إذ ذاك، لأَنهم كانوا عُبَّاد أوثان، فنصرهم اللّه على أهل الكِتاب نصراً لا صنُع للبشر فيه، إرهاصاً وتقدِمة للنبى صلى الله عليه وسلم الذى خرج من مكَّة، وتعظيماً للبيت الحرام(زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن قيم الجوزية،فصل :فى نسبه صلى الله عليه وسلم)

وولد عام الفيل على الصحيح المشهور وادعى القاضى عياض الإجماع عليه واتفقوا على أنه ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول(مرقاة، كتاب الفضائل والشمائل،باب المبعث وبدء الوحى)

وولد عام الفيل على الصحيح المشهور ، وقيل :بعد الفيل بثلاث سنين ، وقيل :بأربع سنين . وادعى القاضى عياض الإجماع على عام الفيل ، وليس كما ادعى .واتفقوا أنه ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول ، وتوفى الاثنين من شهر ربيع الأول(شرح النووى علىٰ مسلم،كتاب الفضائل، باب فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم ومبعثه وسنه)

ولم يختلف أهل السير أنه ولد عام الفيل (المنتقىٰ شرح المؤطا،كتاب الجامع، باب ماجاء فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت باسعادت

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تعلق ہے، کہ وہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ میں ہوئی؟ تو اس میں مختلف اقوال ہیں۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّهٗ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ، وَاخْتَلَفُوْا هَلْ هُوَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ أَمِ الثَّامِنِ أَمِ الْعَاشِرِ أَمِ الثَّانِيْ عَشَرَ، فَهٰذِهٖ أَرْبَعَةُ أَقْوَالٍ مَشْهُوْرَةٍ (تهذيب الأسماء واللغات)[1]

ترجمہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا وہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی، یا آٹھویں تاریخ تھی، یا دسویں تاریخ تھی، یا بارہویں تاریخ تھی؟ یہ چار اقوال مشہور ہیں (ترجمہ ختم)

اور ابو محمد عبد القادر بن ابی الوفاء قرشی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۷۷۵) فرماتے ہیں:

ثُمَّ اخْتَلَفُوْا فِي الْقَدْرِ الَّذِيْ مَضٰى مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ بِوِلَادَتِهٖ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ فَقِيْلَ لَيْلَتَانِ وَقِيْلَ ثَمَانٌ وَّقِيْلَ عَشْرٌ وَقِيْلَ اِثْنَتَا عَشْرَ لَيْلَةً وَهُوَ الْأَشْهَرُ (الجواهر المضية فى طبقات الحنفية)[2]

ترجمہ: پھر اس مقدار میں اختلاف ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ربیع الاول کے مہینے کی گزر چکی تھی، جس میں چار اقوال ہیں، ایک قول دو راتیں گزرنے (یعنی دوسری تاریخ) کا، اور ایک قول آٹھ راتیں گزرنے (یعنی آٹھویں تاریخ) کا، اور ایک قول دس راتیں گزرنے (یعنی دسویں تاریخ) کا، اور ایک قول بارہ راتیں گزرنے (یعنی بارہویں تاریخ) کا ہے، اور یہی قول زیادہ مشہور ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] باب من اسمهٗ محمد، الترجمة النبوية الشريفة محمد بن عبد الله بن عبد المطلب.

[2] الباب الثانى فى نسب سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وإسمائه وغير ذلك.

اور علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَقِيْلَ :لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْهُ قَالَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِيْعَابِ، وَرَوَاهُ الْوَاقِدِيُّ عَنْ أَبِيْ مَعْشَرٍ نَجِيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَدَنِيِّ، وَقِيْلَ :لِثَمَانٍ خَلَوْنَ مِنْهُ .حَكَاهُ الْحُمَيْدِيُّ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ، وَرَوَاهُ مَالِكٌ وَعُقَيْلٌ وَيُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ وَغَيْرُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ .وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ أَصْحَابِ التَّارِيْخِ أَنَّهُمْ صَحَّحُوْهُ، وَقَطَعَ بِهِ الْحَافِظُ الْكَبِيْرُ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى الْخُوَارِزْمِيُّ، وَرَجَّحَهُ الْحَافِظُ أَبُوْ الْخَطَّابِ ابْنُ دِحْيَةَ فِيْ كِتَابِهٖ التَّنْوِيْرِ فِيْ مَوْلِدِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ .وَقِيْلَ :لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْهُ نَقَلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ فِيْ كِتَابِهٖ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِيْ جَعْفَرَ الْبَاقِرِ، وَرَوَاهُ مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ كَمَا مَرَّ، وَقِيْلَ :لِثِنْتَيْ عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْهُ نَصَّ عَلَيْهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَا عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا قَالَا :وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، وَفِيْهِ بُعِثَ، وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ، وَفِيْهِ هَاجَرَ، وَفِيْهِ مَاتَ .وَهٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَقِيْلَ :لِسَبْعَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْهُ كَمَا نَقَلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ عَنْ بَعْضِ الشِّيْعَةِ، وَقِيْلَ :لِثَمَانٍ بَقِيْنَ مِنْهُ .نَقَلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ مِنْ خَطِّ الْوَزِيْرِ أَبِيْ رَافِعِ ابْنِ الْحَافِظِ أَبِيْ مُحَمَّدِ ابْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيْهِ وَالصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ اَلْأَوَّلُ ; أَنَّهُ لِثَمَانٍ مَضَيْنَ مِنْهُ .كَمَا نَقَلَهُ عَنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَهُوَ أَثْبَتُ(البداية والنهاية) [۱]

---

[۱] ج۳ص۳۷۴تا۳۷۶، کتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم ،باب مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم ،تاريخ ومكان ولادته صلى الله عليه وسلم ،دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، قاهرة، كذافي السيرة النبوية،لابن كثير،باب مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: پھر جمہور کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، جس میں ایک قول ۲ ربیع الاول کا ہے، ابنِ عبدالبر نے استیعاب میں اس کو ذکر فرمایا ہے، اورامام واقدی نے ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی سے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

اور ایک قول آٹھ ربیع الاول کا ہے، جس کو حمیدی نے ابنِ حزم سے نقل کیا ہے، اور مالک اور عقیل اور یونس بن یزید وغیرہم نے امام زہری کی سند سے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے، اور ابنِ عبدالبر نے مؤرخین سے اس قول کا صحیح ہونا نقل کیا ہے، اور حافظِ کبیر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اسی پر یقین ظاہر کیا ہے، اور حافظ ابوالخطاب بن دحیہ نے اپنی کتاب ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' میں اس کو راجح قرار دیا ہے۔

اور ایک قول ۱۰ ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں نقل کیا ہے، اور ابنِ عساکر نے ابوجعفر باقر سے اس کو روایت کیا ہے، اور مجالد نے شعبی سے بھی اس کو روایت کیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

اور ایک قول ۱۲ ربیع الاول کا ہے، جس کی ابنِ اسحاق نے وضاحت (تصریح) کی ہے، اور اس کو ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عفان سے، اور انہوں نے سعید بن مینا سے حضرت جابر وابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی بارہویں تاریخ میں ہوئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی گئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، اور اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اور جمہور کے نزدیک یہی مشہور بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں۔

اور ایک قول ۱۷ ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے بعض شیعہ سے نقل کیا ہے۔

اور ایک قول ۲۲ ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے وزیر ابورافع بن حافظ ابومحمد بن حزم کے اپنے والد کے خط سے نقل کیا ہے، اور ابنِ حزم کا صحیح قول پہلا ہے (جو کہ

گزرا یعنی آٹھ ربیع الاول) جیسا کہ حمیدی نے ان سے نقل کیا ہے، اور یہی (یعنی ۸ ربیع الاول) زیادہ مضبوط قول بھی ہے (ترجمہ ختم)

ملحوظ رہے کہ حضرت جابر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جس میں ۱۲/ ربیع الاول میں وفاتِ نبوی کا ذکر ہے، ہمیں مصنف ابی شیبہ سمیت کسی دوسری کتاب میں سند کے ساتھ دستیاب نہیں ہوسکی۔

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے، وہ ربیع الاول کے شروع میں ولادت کی ہے۔

مگر اس روایت میں ایک راوی معلیٰ بن عبدالرحمٰن ہیں، جو متّہم بالکذب ہیں۔

نیز اس روایت میں بعض اور چیزیں بھی ایسی مذکور ہیں، جو دیگر احادیث کے خلاف ہیں۔ [1]

---

[1] معلى بن عبد الرحمن قال :ثنا عبد الحميد بن جعفر ، عن عبد الله بن أبى جعفر ، عن ابن عباس ، رضى الله عنهما قال : ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، وأنزلت عليه السورة يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، ودخل المدينة يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، وقبض صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول(أخبار مكة للفاكهى،حديث نمبر ٢٢٣٢)

عن المعلى بن عبد الرحمن قال :ثنا عبد الحميد بن جعفر ، عن الزهرى ، عن عبيد الله بن عبد الله ، عن ابن عباس ، رضى الله عنهما قال : ولد النبى صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، وقبض صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول(أخبار مكة للفاكهى،حديث نمبر ٢٢٣٣)

حدثنى معلى بن عبد الرحمن ، قال :ثنا عبد الحميد بن جعفر ، عن الزهرى ، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة ، عن ابن عباس ، رضى الله عنهما قال : ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، وأنزلت عليه النبوة فى يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول .ودخل المدينة فى يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الأول ، وتوفى الاثنين فى أول شهر ربيع الأول (دلائل النبوة لأبى نعيم الأصبهانى،حديث نمبر ٩١)

معلى بن عبد الرحمن الواسطى متهم بالوضع وقد رمى بالرفض من التاسعة(تقريب التهذيب، ج٢ ص ٢٠٢، دارالكتب العلمية، بيروت)

قدومِ مدینہ کے بارے میں صحیح احادیث ۱۲/ ربیع الاول کی ہیں۔

عَنْ أَبِى الْبَدَّاحِ بن عَاصِمِ بن عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ" :قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرکے انتہائی غریب (کمزور) قرار دیا ہے۔ ۱
البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کا پیر کے دن ہونا منقول ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور امام محمد بن یوسف صالحی شامی (المتوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

وَقِيلَ لِثَمَانٍ .وَنَقَلَ أَبُو عَمْرٍ عَنْ أَصْحَابِ الزِّيجِ أَنَّهُمْ صَحَّحُوهُ وَرَجَّحَهُ ابْنُ دَحْيَةَ .وَقَالَ الْحَافِظُ :إِنَّهُ مُقْتَضٰى أَكْثَرِ الْأَخْبَارِ .وَقِيلَ :لِعَشْرٍ .حَكَاهُ الدِّمْيَاطِيُّ عَنْ جَعْفَرَ الْبَاقِرِ وَصَحَّحَهُ .وَقِيلَ :لِسَبْعِ عَشْرَةَ .وَقِيلَ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ، وَقِيلَ :فِيْ أَوَّلِهٖ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ(سبل الهدى والرشاد) ۲

ترجمہ: اور ایک قول ۸/ ربیع الاول کا ہے، جس کو ابو عمر نے حساب اور تاریخ دانوں سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور ابنِ دحیہ نے بھی اس کو راجح قرار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الْمَدِينَةَ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ لاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةٍ خَلَتْ مِنْ رَبِيعِ الأَوَّلِ، فَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ "(المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۳۸۹۴)

قال الهيثمي:

رواه الطبرانى ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ۶ ص ۶۳، مكتبة القدسى، قاهرة)

عن محمد بن إسحاق قال :قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة يوم الإثنين، فمنهم من يقول لليلتين مضتا من شهر ربيع الأول، والحديث المعروف أنه قدم لاثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الأول، يوم الاثنين(دلائل النبوة حديث نمبر ۷۴۹)

قالوا :قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة يوم الاثنين لاثنتى عشرة مضت من شهر ربيع الأول ويقال لليلتين خلتا من شهر ربيع الأول والثابت لاثنتى عشرة(المغازى للواقدى، ج ۱ ص ۲)

۱ عن المعلى بن عبد الرحمن عن عبد الحميد بن جعفر عن الزهرى عن عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس قال ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فى ربيع الاول وانزلت عليه النبوة يوم الاثنين فى أول شهر ربيع الاول وأنزلت عليه البقرة يوم الاثنين فى ربيع الاول .وهذا غريب جدا رواه ابن عساكر(البداية والنهاية، ج۳ص ۳۲۰،باب مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد صلوات الله عليه وسلامه يوم الاثنين)

۲ الباب الرابع فى تاريخ مولده صلى الله عليه وسلم ومكانه.

دیا ہے، اور حافظ نے فرمایا کہ اکثر روایات کا تقاضا بھی یہی ہے، اور ایک قول ۱۰/ ربیع الاول کا ہے، جس کو دمیاطی نے جعفر باقر سے نقل کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور ایک قول ۱۷/ ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول ۱۸/ ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول پہلی / ربیع الاول کا ہے، طلوعِ فجر کے وقت (ترجمہ ختم)

اور مؤرخ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک مکی عصامی (المتوفیٰ ۱۱۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْجُوْزِیّ فِی التَّلْقِیْحِ :اِتَّفَقُوْا عَلٰی أَنَّهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم وُلِدَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ فِیْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ، وَاخْتَلَفُوْا فِیْمَا مَضٰی مِنْ ذٰلِکَ الشَّهْرِ عَلٰی أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ :أَحَدُهَا :وُلِدَ لِاِثْنٰی عَشَرَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْهُ .وَالثَّانِیْ :لِلَیْلَتَیْنِ.وَالثَّالِثُ :لِثَمَانٍ، وَهُوَ قَوْلُ الْمُحَدِّثِیْنَ کُلِّهِمْ أَوْاَجَلِّهِمْ.اَلرَّابِعُ :لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْهُ(سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی) [1]

ترجمہ: علامہ ابنِ جوزی نے تلقیح میں فرمایا کہ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے اور عام الفیل میں پیر کے دن ہوئی۔

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس مہینے کی کون سی تاریخ تھی؟ جس میں چار قول ہیں، ایک قول ۱۲/ ربیع الاول کا، دوسرا قول ۲/ ربیع الاول کا، اور تیسرا قول ۸/ ربیع الاول کا ہے، جو کہ تمام یا بڑے بڑے محدثین کا قول ہے، اور چوتھا قول ۱۰/ ربیع الاول کا ہے (ترجمہ ختم)

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور ۱۲/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۸/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے (سیرۃ المصطفیٰ، ج ا ص ۵۱)

---

[1] الباب الأول من المقصد الثانی،فی الحمل به، وولادته، ورضاعه.

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بہرحال ولادت کی صحیح تاریخ حساب کی رو سے اگر بنتی ہے تو وہ ۲۔۸۔۹ میں سے کوئی ایک ہے، ۱۲/ کہنا کسی صورت صحیح نہیں (وعظ ''جشنِ ربیع الاول محبت کے آئینہ میں'' ص ۶، ۷)

ملحوظ رہے کہ محمد بن اسحاق کے (۱۲/ ربیع الاول کے) قول کو امام بیہقی اور امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [۱]

مگر ظاہر ہے کہ یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے، نہ کہ کسی صحابی کا۔

اور مصر کے مشہور ھیئت دان محمود پاشا فلکی نے ۹/ ربیع الاول کی تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قرار دیا ہے۔ [۲]

مگر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

محمود پاشا ملکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے (حاشیہ سیرتِ خاتم الانبیاء ص ۲۰) [۳]

---

[۱] قال محمد بن إسحاق : ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الإثنين عام الفيل لاثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الأول (دلائل النبوة للبيهقي، حديث نمبر ۴، واللفظ لهٗ، شعب الايمان حديث نمبر ۱۳۲۴، مستدرك حاكم حديث نمبر ۴۱۴۷)

[۲] چنانچہ سیرتُ النبی میں ہے:

تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں انھوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی (سیرت النبی ج ۱ ص ۱۱۴، ۱۱۵)

[۳] محمود پاشا فلکی نے جن امور سے ۹ تاریخ پر استدلال کیا ہے، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابراہیم (ابنِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کی تاریخ کا تعین ہے، مگر بعض اصحابِ فلکیین نے محمود پاشا فلکی کے اس استدلال سے اتفاق نہیں فرمایا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب روحانی بازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلکی محمود پاشا مصری کی تحقیق کے پیشِ نظر اس کامل کسوف کی تاریخ سوموار ۲۷ جنوری ۶۳۲ء مطابق ۲۹ شوال ۱۰ھ ساڑھے آٹھ بجے بوقتِ صبح ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے اگرچہ مشہور قول تو ۱۲/ ربیع الاول کا ہے، لیکن بہت سے حضرات کے نزدیک روایت ودرایت کے اعتبار سے راجح قول ۸/ ربیع الاول کا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کی کون سی تاریخ میں ہوئی؟ اس میں بھی مختلف اقوال ہیں۔

چنانچہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّهُ تُوُفِّيَ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَوْمَ الِاثْنَيْنِ إِلَّا شَيْئًا ذَكَرَهُ اِبْنُ قُتَيْبَةَ فِي الْمَعَارِفِ الْأَرْبَعَاءَ قَالُوْا كُلُّهُمْ وَفِيْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَالُوْا ، أَوْ قَالَ أَكْثَرُهُمْ فِي الثَّانِي عَشَرَ مِنْ رَبِيْعٍ وَلَا يَصِحُّ أَنْ يَّكُوْنَ تُوُفِّيَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

احمد آباد شہر کے ایک ہندو پروفیسر کے حساب کی رُو سے اس کی تاریخ منگل ۲۹ شوال ۱۰ھ مطابق ۲۸ جنوری ۶۳۲ء ہے۔

ہمارے خیال میں مذکورہ بالا بیان میں یہ اشکال ہے کہ ۲۷ جنوری ۶۳۲ء کو اتوار کا دن تھا سوموار کا نہیں، اسی طرح ۲۸ جنوری ۶۳۲ء کو سوموار کا دن ہونا چاہئے منگل نہیں، نیز جنوری میں سخت سردی پڑتی ہے اور صحیح روایاتِ ابی داؤد و مسلم میں ہے کہ یہ آفتاب گہن سخت گرمی کے موسم میں واقع ہوا تھا، صلاۃِ کسوف پڑھتے ہوئے بعض لوگ شدتِ گرمی کے باعث بے ہوش ہوکر گر پڑے، ہوش میں لانے اور گرمی دفع کرنے کی خاطر ان پر پانی ڈالا گیا (کسفت الشمس علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی یوم شدید الحر . رواه مسلم عن جابر. فتح الملهم ج۲ ص ۴۵۹)

ہمارے خیال میں اس کسوف کی تاریخ وقوع سوموار ۳۰ محرم ۱۱ھ مطابق ۲۸/ اپریل ۶۳۲ء ہے، مدینہ منورہ میں عرضِ بلد کی کمی کی وجہ سے اپریل ہمارے (اہلِ ملتان و پنجاب) جون یا مئی سے کم گرم نہیں ہوتا، یا اس کی تاریخِ وقوع اس سے قبل جمعرات (خمیس) ۲۹ ربیع الاول ۱۰ھ مطابق ۶ جون ۶۳۱ء ہے، اس بیان کی تائید میں بعض وہ روایات پیش کی جاسکتی ہیں جن میں حضرت ابراہیم کی وفات ربیع الاول میں بتائی گئی ہے (فتح الباری میں ابنِ حجر لکھتے ہیں: ذکر جمهور اهل السیر : انه مات فی السنة العاشرة من الهجرة، فقیل :فی ربیع الاول ،وبه جزم الواقدی. وقیل فی رمضان، وقیل فی ذی الحجة، انتهی باختصار، کتاب الرد علی المنطقیین ،مؤلفه ابنِ تیمیة ص ۲۷۳، طبع حیدر آباد)

(فلکیات جدیدۃ، صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴، حصہ اول، باب کسوفِ شمس، مع حاشیہ)

صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي الثَّانِي مِنَ الشَّهْرِ أَوِ الثَّالِثَ عَشَرَ أَوِ الرَّابِعِ عَشَرَ أَوِ الْخَامِسِ عَشَرَ لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنَّ وَقْفَةَ عَرَفَةَ فِي حَجَّةِ الْوِدَاعِ كَانَتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ التَّاسِعُ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَدَخَلَ ذُو الْحَجَّةِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَكَانَ الْمُحَرَّمُ إِمَّا الْجُمُعَةَ وَإِمَّا السَّبْتَ فَإِنْ كَانَ الْجُمُعَةَ فَقَدْ كَانَ صَفَرٌ إِمَّا السَّبْتَ وَإِمَّا الْأَحَدَ فَإِنْ كَانَ السَّبْتَ فَقَدْ كَانَ رَبِيْعُ الْأَحَدَ أَوْ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْفَا دَارَتِ الْحَالُ عَلٰى هٰذَا الْحِسَابِ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِيْ عَشَرُ مِنْ رَبِيْعٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بِوَجْهٍ وَلَا الْأَرْبِعَاءَ أَيْضًا كَمَا قَالَ الْقُتَبِيُّ وَذَكَرَ الطِّبْرِيُّ عَنْ اِبْنِ الْكَلْبِيُّ وَأَبِيْ مِخْنَفٍ أَنَّهٗ تُوُفِّيَ فِي الثَّانِي مِنْ رَبِيْعٍ الْأَوَّلِ وَهٰذَا الْقَوْلُ وَإِنْ كَانَ خِلَافَ أَهْلِ الْجُمْهُوْرِ فَإِنَّهٗ لَا يُبْعَدُ اِنْ كَانَتِ الثَّلَاثَةُ الْأَشْهُرُ الَّتِيْ قَبْلَهٗ كُلُّهَا مِنْ تِسْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ فَتَدَبَّرْهُ فَإِنَّهٗ صَحِيْحٌ وَلَمْ أَرَ أَحَدًا تَفَطَّنَ لَهٗ وَقَدْ رَأَيْتُ لِلْخَوَارِزْمِيِّ أَنَّهٗ تُوُفِّيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ وَهٰذَا أَقْرَبُ فِي الْقِيَاسِ بِمَا ذَكَرَ الطِّبْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْكَلْبِيُّ وَأَبِيْ مِخْنَفٍ (الروض الانف للسهيلی) ؎

ترجمہ: اوراس بات پرسب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی، مگر کچھ (ضعیف قول) بدھ کے روز کا بھی ہے، جس کو ابنِ قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے، تمام حضرات نے ربیع الاول میں وفات پر اتفاق کیا ہے، مگر ان سب یا اکثر نے ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو وفات قرار دیا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں صحیح تاریخ یا تو ۲ ربیع الاول ہے، یا ۱۳/ ربیع الاول ہے، یا ۱۴/ ربیع الاول ہے، یا ۱۵/ ربیع الاول، کیونکہ اس بات میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، اور وہ ذی الحجہ کی نو تاریخ تھی، تو ذی الحجہ کا مہینہ جمعرات کے دن شروع ہوا تھا، اس حساب

؎ ج۷ص۵۷۷، باب وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، مَتَی تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟

سے یکم/محرم کو یا تو جمعہ کا دن تھا، یا ہفتہ کا دن تھا، اگر یکم/محرم کو جمعہ کا دن تھا، تو یکم/صفر کو یا ہفتہ کا دن تھا، یا اتوار کا دن تھا، اگر یکم/صفر کو ہفتہ کا دن تھا، تو یکم/ ربیع الاول کو یا ہفتہ کا دن تھا یا اتوار کا، اوراس حساب پر جونسی بھی حالت تصور کی جائے، تو ۱۲/ ربیع الاول کو پیر کا دن اور بدھ کا دن کسی بھی طرح نہیں بنتا، جیسا کہ قتبی نے کہا ہے، اور طبری نے ابنِ کلبی اور ابومخنف سے ۲/ ربیع الاول کو وفات کا ہونا ذکر کیا ہے، اور یہ قول اگرچہ جمہور کے خلاف ہے، لیکن مشکل نہیں ہے اگر اس سے پہلے کے تینوں مہینے ۲۹ کے تصور کیے جائیں، پس آپ کو اس پر غور کرنا چاہیے، کیونکہ یہ بات صحیح ہے، اور میں نے کسی کو اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے خوارزمی کا یہ قول دیکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات ربیع الاول کی یکم تاریخ میں ہوئی، اور یہ قول قیاس کے اعتبار سے طبری کے ذکر کردہ ابنِ کلبی اور ابومخنف کے قول سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ اس صورت میں ایک مہینہ انتیس کا اور دو مہینے تیس کے ہونگے، جو کہ کثیر الوقوع صورت ہے) (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ سَيِّدَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -تُوُفِّيَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، وَكَانَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَاخْتَلَفُوْا فِيْ أَيِّ يَوْم كَانَ مِنَ الشَّهْرِ، فَقِيْلَ :فِيْ أَوَّلِهٖ، وَقِيْلَ :فِيْ ثَانِيْهِ، وَقِيْلَ :فِيْ ثَانِيْ عَشْرَهٗ، وَقِيْلَ : فِيْ عَاشِرِهٖ، قَالَ ابْنُ دَحْيَة فِيْ كِتَابِهٖ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ وَسَبَقَهٗ إِلَيْهِ السُّهَيْلِيُّ : وَلَا يَصِحُّ كُلُّ ذٰلِكَ؛ لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنَّ وَقْفَةَ عَرَفَةَ فِيْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فَدَخَلَ ذُو الْحِجَّةِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَكَانَ (أَوَّلُ)الْمُحَرَّمِ إِمَّا الْجُمُعَةَ وَإِمَّا السَّبْتَ، فَإِنْ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ دَخَلَ صَفَرُ إِمَّا السَّبْتَ وَإِمَّا الْأَحَدَ، وَإِنْ كَانَ السَّبْتَ فَقَدْ كَانَ (أَوَّلُ) رَبِيْعٍ الْأَحَدَ أَوِ الْاِثْنَيْنِ، وَكَيْفَمَا (كَانَ) الْحِسَابُ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِيُ (عَشَرَ) مِنْ

رَبِيُعِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِوَجْهٍ(البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير) [1]

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کے مہینے میں اور پیر کے دن ہوئی، لیکن مہینے کا کون سا دن تھا؟ اس میں اختلاف ہے، ایک قول یکم/ ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول ۲/ ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول ۱۲/ ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول ۱۰/ ربیع الاول کا ہے۔

اور ابنِ دحیہ نے اپنی کتاب ''مرج البحرین'' میں فرمایا، اور ان سے پہلے امام سہیلی نے فرمایا کہ یہ سب صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع کا وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، تو یکم/ ذی الحجہ جمعرات کے دن تھا، اس حساب سے یکم/محرم یا تو جمعہ کے دن تھا، یا ہفتہ کے دن، اگر یکم/محرم جمعہ کے دن تھا، تو یکم/صفر یا ہفتہ کے دن تھا، یا اتوار کے دن تھا، اگر یکم/صفر، ہفتہ کے دن تھا، تو یکم/ ربیع الاول یا ہفتہ کے دن تھا یا اتوار کے، اور اس حساب پر جونسی بھی حالت تصور کی جائے، تو ۱۲/ ربیع الاول پیر کے دن کسی بھی طرح نہیں بنتی (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدِ اسْتَشْكَلَ ذٰلِكَ السُّهَيْلِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ أَعْنِيُ كَوْنَهُ مَاتَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ ثَانِيَ عَشَرَ شَهْرَ رَبِيعِ الْأَوَّلِ وَذٰلِكَ أَنَّهُمُ اتَّفَقُوْا عَلٰى أَنَّ ذَا الْحَجَّةِ كَانَ أَوَّلُهُ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَمَهْمَا فُرِضَتِ الشُّهُوْرُ الثَّلاثَةُ تَوَامٌ أَوْ نَوَاقِصُ أَوْ بَعْضُهَا لَمْ يَصِحَّ وَهُوَ ظَاهِرٌ لِمَنْ تَأَمَّلَهُ وَأَجَابَ الْبَارِزِيُّ ثُمَّ ابْنُ كَثِيْرٍ بِاحْتِمَالِ وُقُوْعِ الْأَشْهُرِ الثَّلاثَةِ كَوَامِلَ وَكَانَ أَهْلُ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ اِخْتَلَفُوْا فِيْ رُؤْيَةِ هِلَالِ ذِى الْحَجَّةِ فَرَآهُ أَهْلُ مَكَّةَ لَيْلَةَ الْخَمِيْسِ وَلَمْ يَرَهُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ إِلَّا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَحَصَلَتِ الْوَقْفَةُ بِرُؤْيَةِ أَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ

[1] ج۵ص۱۹۹،۲۰۰، كتاب الجنائز، الحديث الثامن، دار الهجرة للنشر والتوزيع - الرياض-السعودية.

رَجَعُوْا إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَأَرَّخُوْا بِرُؤْيَةِ أَهْلِهَا فَكَانَ أَوَّلُ ذِى الْحَجَّةِ الْجُمُعَةَ وَآخِرُهُ السَّبْتَ وَأَوَّلُ الْمُحَرَّمِ الْأَحَدَ وَآخِرُهُ الِاثْنَيْنِ وَأَوَّلُ صَفَرٍ الثُّلَاثَاءَ وَآخِرُهُ الْأَرْبَعَاءَ وَأَوَّلُ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ الْخَمِيْسَ فَيَكُوْنُ ثَانِىْ عَشَرَهُ الْاِثْنَيْنِ وَهٰذَا الْجَوَابُ بَعِيْدٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَلْزَمُ تَوَالِىْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ كَوَامِلَ وَقَدْ جَزَمَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ أَحَدُ الثِّقَاةِ بِأَنَّ اِبْتِدَاءَ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمَ السَّبْتِ الثَّانِىْ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ صَفَرٍ وَمَاتَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَعَلٰى هٰذَا كَانَ صَفَرٌ نَاقِصًا وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَّكُوْنَ أَوَّلُ صَفَرٍ السَّبْتَ إِلَّا إِنْ كَانَ ذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ نَاقِصَيْنِ فَيَلْزَمُ مِنْهُ نَقْصُ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ مُتَوَالِيَةٍ وَأَمَّا عَلٰى قَوْلِ مَنْ قَالَ مَاتَ أَوَّلَ يَوْمٍ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَيَكُوْنُ اِثْنَانِ نَاقِصَيْنِ وَوَاحِدٌ كَامِلًا وَلِهٰذَا رَجَّحَهُ السُّهَيْلِىُّ وَفِى الْمَغَازِىْ لِأَبِىْ مَعْشَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِإِحْدٰى عَشَرَةَ مَضَتْ مِنْ صَفَرٍ وَهٰذَا مُوَافِقٌ لِقَوْلِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ الْمُقْتَضِى لِأَنَّ أَوَّلَ صَفَرٍ كَانَ السَّبْتَ وَأَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ مِنْ طَرِيْقِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِىْ طَالِبٍ قَالَ اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِلَيْلَةٍ بَقِيَتْ مِنْ صَفَرٍ فَاشْتَكٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَمَاتَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَىْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَيَرِدُ عَلٰى هٰذَا الْإِشْكَالُ الْمُتَقَدِّمُ وَكَيْفَ يَصِحُّ أَنْ يَّكُوْنَ أَوَّلُ صَفَرٍ الْأَحَدَ فَيَكُوْنُ تَاسِعُ عِشْرِيْنِهِ الْأَرْبَعَاءَ وَالْغَرَضُ أَنَّ ذَا الْحَجَّةِ أَوَّلَهُ الْخَمِيْسُ فَلَوْ فُرِضَ هُوَ وَالْمُحَرَّمُ كَامِلَيْنِ لَكَانَ أَوَّلُ صَفَرٍ الْاِثْنَيْنِ فَكَيْفَ يَتَأَخَّرُ إِلٰى يَوْمِ الْأَرْبَعَاءِ فَالْمُعْتَمَدُ مَا قَالَ أَبُوْ مِخْنَفٍ وَكَأَنَّ سَبَبَ غَلَطِ غَيْرِهٖ أَنَّهُمْ قَالُوْا مَاتَ فِىْ ثَانِىْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَتَغَيَّرَتْ فَصَارَتْ ثَانِىْ عَشَرَ وَاسْتَمَرَّ الْوَهْمُ بِذٰلِكَ يَتْبَعُ بَعْضُهُمْ

بَعْضًا مِنْ غَيْرِ تَأَمُّلٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (فتح الباری لابن حجر) [۱]

ترجمہ: اور اس پر سہیلی اور ان کے متبعین نے اشکال ظاہر کیا ہے، یعنی ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے پر، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یکم/ ذی الحجہ جمعرات کے دن تھی، پس تینوں مہینے جس طرح کے بھی تصور کر لئے جائیں، پورے تیس دن کے یا انتیس دن کے یا بعض انتیس اور بعض تیس کے، تو ۱۲/ ربیع الاول کو پیر کا دن صحیح نہیں بنتا، اور یہ بات غور کرنے والے کے لئے واضح ہے، اور بارزی، اور پھر ابنِ کثیر نے یہ جواب دیا ہے کہ تینوں مہینوں کے تیس کے ہونے اور اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کے ذی الحجہ کے چاند کو دیکھنے میں اختلاف ہونے کا احتمال ہے، پس ممکن ہے کہ مکہ والوں نے جمعرات کی رات میں چاند دیکھا ہو، اور مدینہ والوں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہو، اس طرح سے مکہ والوں کے چاند دیکھنے میں ایک دن کا وقفہ ہوگیا، پھر صحابۂ کرام حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر مدینہ کی طرف لوٹے، تو انہوں نے مدینہ والوں کے چاند دیکھنے کی تاریخ کا اعتبار کیا، اس طرح سے یکم ذی الحجہ جمعہ کے دن واقع ہوئی، اور ذی الحجہ کا اختتام ہفتہ کے دن ہوا، اور یکم محرم اتوار کے دن، اور اس کا اختتام پیر کے دن ہوا، اور صفر کی ابتداء منگل کے دن ہوئی، اور اس کا اختتام بدھ کے دن ہوا، اور ربیع الاول کا آغاز جمعرات کے دن ہوا ہو، اور اس تفصیل کے مطابق ۱۲/ ربیع الاول پیر کے دن واقع ہوئی ہو۔

مگر یہ جواب بعید اور مشکل ہے، کیونکہ اس میں چار مہینوں کا لگاتار تیس کا ہونا لازم آتا ہے۔ [۲]

---

[۱] ج۸ص۱۲۸، ۱۲۹، قولہ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ وقول اللہ تعالی إنک میت وإنھم میتون ، دار المعرفۃ، بیروت.

[۲] مگر بعض ماہرین کی تصریح کے مطابق چار ماہ متواتر کامل جمع ہوسکتے ہیں (ملاحظہ ہو: الھیئۃ الکبریٰ ج ا ص ۷۷۴، لمولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی رحمہ اللہ)

یہ بات اگر صحیح ہو تو بھی اس موقع پر اختلافِ مطالع کا احتمال بعید ہے، اس کا کسی روایت میں ذکر بھی نہیں۔

اور سلیمان تیمی نے جو کہ ثقہ راویوں میں سے ہیں، اس پر اطمینان اور وثوق ظاہر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء ہفتہ کے دن ۲۲/صفر کو ہوئی تھی، اور آپ کی وفات پیر کے دن ۲/ ربیع الاول کو ہوئی، تو اس صورت میں صفر کا مہینہ ۲۹ کا بنا، اور یہ بات ممکن نہیں کہ یکم/صفر ہفتہ کے دن ہو، مگر اسی صورت میں جبکہ ذی الحجہ اور محرم دونوں انتیس کے ہوں، تو اس سے تینوں مہینوں کا لگا تار انتیس کا ہونا لازم آتا ہے، اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم/ ربیع الاول کو ہوئی، تو اس کے نزدیک دو مہینے انتیس کے، اور ایک مہینہ تیس کا بنتا ہے، اور اسی وجہ سے امام سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے، اور مغازی میں ابو معشر کی محمد بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے روز صفر کی گیارہ تاریخ کو بیمار ہوئے، اور یہ بات سلیمان تیمی کے قول کے موافق ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یکم/صفر ہفتہ کے دن ہوئی، اور وہ روایت جس کو ابنِ سعد نے عمر بن علی بن ابی طالب کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے روز صفر کا مہینہ ختم ہونے سے ایک رات پہلے بیمار ہوئے، اور تیرہ رات آپ بیمار رہے، اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن وفات ہوئی، تو اس پر وہ اشکال لازم آتا ہے، جو پہلے گزر چکا، اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ صفر کی پہلی (یعنی یکم صفر) اتوار کے دن ہو، اور انتیسویں اسی صفر کی بدھ کے دن ہو (حالانکہ اس صورت میں انتیسویں کو بھی اتوار کا دن ہونا چاہئے)

خلاصہ یہ ہے کہ ذی الحجہ کی پہلی جمعرات کے دن تھی، پس اگر اس ذوالحجہ اور محرم کو تیس دن کا فرض (وشمار) کیا جائے، تو صفر کی پہلی پیر کو بنتی ہے، پھر وہ بدھ تک کیسے مؤخر ہوسکتی ہے (اور اگر ذوالحجہ ومحرم میں سے ایک کو انتیس کا شمار کیا جائے تو صفر کی پہلی اتوار کو بنتی ہے، جیسا کہ ابھی گزرا)

پس زیادہ قابلِ اعتماد ابو مخنف کا قول ہے (یعنی وفات کا ۲/ ربیع الاول ہونا) اور ان کے علاوہ دوسروں کی غلطی کا سبب یہ ہے کہ اوپر والوں (راوی، ناقلین وغیرہ اہلِ سیر) نے

یہ فرمایا تھا کہ ''ثانی شہر ربیع الاول'' (یعنی ۲/ ربیع الاول) میں وفات فرمائی تھی، مگر یہ (کتابت وغیرہ کی غلطی کی وجہ سے) ''ثانی عشر ربیع الاول'' (یعنی ۱۲/ ربیع الاول) ہوگیا (شہر کا عشر بن گیا) اور یہ غلط فہمی آگے تک چلتی رہی، اور بغیر تأمل کے بعض بعض کی اتباع کرتے رہے، واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

اور حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِیْ یَظْهَرُ مِنْ کَلَامِ أَهْلِ السِّیَرِ نُقْصَانُ الثَّلَاثَةِ ، أَوِ اثْنَیْنِ مِنْهَا، بِدَلِیْلِ مَا رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ "دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ "بِإِسْنَادٍ صَحِیْحٍ إِلٰی سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ :أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لِاثْنَتَیْنِ وَّعِشْرِیْنَ لَیْلَةً مِّنْ صَفَرٍ ، وَکَانَ أَوَّلُ یَوْمٍ مَرِضَ فِیْهِ یَوْمَ السَّبْتِ ، وَکَانَتْ وَفَاتُهٗ الْیَوْمَ الْعَاشِرَ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ لِلَیْلَتَیْنِ خَلَتَا مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ ، فَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی أَنَّ أَوَّلَ صَفَرٍ یَوْمُ السَّبْتِ ، فَلَزِمَ نُقْصَانُ ذِی الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ ، وَقَوْلُهٗ :فَکَانَتْ وَفَاتُهُ الْیَوْمَ الْعَاشِرَ ، أَیْ :مِنْ مَرَضِهٖ ، یَدُلُّ عَلٰی نَقْصِ صَفَرٍ أَیْضًا ، وَیَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ أَیْضًا مَا رَوَاهُ الْوَاقِدِیُّ عَنْ أَبِیْ مَعْشَرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسٍ، قَالَ :اِشْتَکٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِإِحْدٰی عَشَرَةَ بَقِیَتْ مِنْ صَفَرٍ إِلٰی أَنْ قَالَ :اِشْتَکٰی ثَلَاثَةَ عَشَرَ یَوْمًا ، وَتُوُفِّیَ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ لِلَیْلَتَیْنِ خَلَتَا مِنْ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ .فَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی نُقْصَانِ الشُّهُوْرِ أَیْضًا ؛ إِلَّا أَنَّهٗ جَعَلَ مُدَّةَ مَرَضِهٖ أَکْثَرَ مِمَّا فِیْ حَدِیْثِ التَّیْمِیِّ، وَیُجْمَعُ بَیْنَهُمَا بِأَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا ابْتِدَاؤُهٗ، وَبِالْأَوَّلِ اشْتِدَادُهٗ ، وَالْوَاقِدِیُّ وَإِنْ ضُعِّفَ فِی الْحَدِیْثِ ، فَهُوَ مِنْ أَئِمَّةِ أَهْلِ السِّیَرِ ، وَأَبُوْ مَعْشَرٍ نَجِیْحٌ مُخْتَلَفٌ فِیْهِ ، وَیُرَجِّحُ ذٰلِکَ وُرُوْدُهٗ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ ؛ وَذٰلِکَ فِیْمَا رَوَاهُ الْخَطِیْبُ فِی الرُّوَاةِ عَنْ مَالِکٍ مِنْ رِوَایَةِ سَعِیْدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ قُتَیْبَةَ الْبَاهِلِیِّ ، حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ

عُمَرَ ، قَالَ :لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ ثَمَانِيَةً ، فَتُوُفِّيَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ اَلْحَدِيْثُ ، فَاتَّضَحَ أَنَّ قَوْلَ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَمَنْ وَافَقَهُ رَاجِحٌ ، مِنْ حَيْثُ التَّارِيْخِ ، وَكَذٰلِكَ قَوْلُ ابْنِ شِهَابٍ :مُسْتَهِلَّ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ ، فَيَكُوْنُ أَحَدُ الشُّهُوْرِ الثَّلَاثَةِ نَاقِصًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (شرح التبصرة والتذكرة،للحافظ العراقی،تَوَارِيْخُ الرُّوَاةِ وَالوَفَيَاتِ)

ترجمہ: اہلِ سیَر کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ تینوں (یعنی محرم، صفر اور ربیع الاول کے) مہینے، انتیس کے تھے، یا ان میں سے دو انتیس کے تھے، جس کی دلیل وہ ہے، جس کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں صحیح سند کے ساتھ سلیمان تیمی سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲/صفر کو بیمار ہوئے، اور جس دن بیماری کا آغاز ہوا، وہ ہفتے کا دن تھا، اور آپ کی وفات دسویں روز پیر کے دن ربیع الاول کی ۲ تاریخ کو ہوئی۔

جس سے معلوم ہوا کہ یکم/صفر ہفتے کے دن تھی، تو اس سے ذی الحجہ اور محرم دونوں مہینوں کا انتیس کا ہونا لازم آیا، اور سلیمان تیمی کا یہ کہنا کہ آپ کی وفات دسویں دن ہوئی، اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا دسواں دن ہے، جس سے صفر کے مہینے کا بھی انتیس کا ہونا معلوم ہوا۔ [۱]

اور یہی بات اس روایت سے بھی معلوم ہوتی ہے، جو واقدی نے ابو معشر کی سند سے محمد بن قیس سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن صفر کا مہینہ ختم ہونے سے گیارہ دن پہلے بیمار ہوئے، یہاں تک کہ فرمایا کہ تیرہ دن بیمار رہے، اور پیر کے دن ربیع الاول کی دوسری تاریخ میں وفات ہوئی، اس سے بھی تینوں مہینوں کا انتیس کا ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر محمد بن قیس نے مرض کی مدت تیمی کی حدیث میں بیان کردہ

---

[۱] اور بعض ماہرینِ فلکیات کی تصریح کے مطابق ناقص مہینے متواتر دو بھی ہو سکتے ہیں، اور ۳ بھی، اور اس سے زیادہ کا جمع وتواتر مشکل ہے (ملاحظہ ہو: الھیئۃ الکبریٰ، ج۱ص ۷۷، للشیخ محمد موسیٰ خان)

مدت سے زیادہ بیان کی ہے، اور دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ اِس (محمد بن قیس کی) روایت سے مرادمرض کی ابتدا ہونا، اور پہلی (یعنی سلیمان تیمی کی) روایت سے مرادمرض کی شدت کا ہونا ہے، اور امام واقدی اگر چہ حدیث کے فن میں ضعیف شمار کیے گئے ہیں، لیکن وہ اہل السیَر کے اماموں میں سے ہیں، اور ابو معشر نجیح کے بارے میں اختلاف ہے، اور اس روایت کا راجح ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ بعض صحابہ سے بھی یہی منقول ہے، جیسا کہ خطیب نے رواۃ میں مالک سے سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ہم سے مالک بن انس نے بیان کیا ہے، انہوں نے نافع سے، اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ آٹھ دن (شدید) بیمار رہے، اور ربیع الاول کی ۲/ تاریخ کو وفات پائی، الحدیث۔ [۱]

پس اس تفصیل سے واضح ہوا کہ سلیمان تیمی اور ان سے موافقت کرنے والوں کا قول تاریخ کے لحاظ سے راجح ہے، اور اسی طریقہ سے ابنِ شہاب کا قول بھی (راجح ہے) کہ ربیع الاول کا چاند نظر آنے کے وقت (یعنی یکم ربیع الاول کو) وفات ہوئی، اس صورت میں تین مہینوں میں سے ایک مہینہ انتیس کا ہوگا، واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ کی ۲/ ربیع الاول کی روایت امام حاکم نے نقل فرمائی ہے۔ [۲]

---

[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدتِ مرضِ وفات میں اختلاف ہے، اکثر حضرات تیرہ دن کے قائل ہیں۔
وَاخْتُلِفَ فِی مُدَّةِ مَرَضِهِ فَالْأَكْثَرُ عَلَى أَنَّهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَقِيلَ بِزِيَادَةِ يَوْمٍ وَقِيلَ بِنَقْصِهِ وَالْقَوْلَانِ فِي الرَّوْضَةِ وَصَدَّرَ بِالثَّانِي وَقِيلَ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَبِهِ جَزَمَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ فِي مَغَازِيهِ (فتح الباری لابنِ حجر، ج۸ص ۱۲۹، قوله باب مرض النبی صلی الله علیه وسلم ووفاته وقول الله تعالی إنک میت وإنهم میتون، دار المعرفة ،بیروت)

[۲] ثُمَّ اشْتَكَى فِي النِّصْفِ مِنْ صَفَرٍ، ثُمَّ قُبِضَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ لِيَوْمَيْنِ مَضَيَا مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۹۱۸)
ترجمہ: پھر صفر کے مہینے کے درمیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی شکایت ہوئی، پھر پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی دو تاریخ میں آپ کا وصال ہوا (ترجمہ ختم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ۲/ ربیع الاول سے متعلق محمد بن قیس کی روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمائی ہے۔ ۱

اور معتمر بن سلیمان کی اپنے والد سلیمان بن طرخان تیمی سے ۲/ ربیع الاول کی روایت بھی صحیح سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمائی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابوعبید معمر بن مثنیٰ کی وفات کی تاریخ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو سن ۲۰۸ھ سے لے کر ۲۱۱ھ کے درمیان دائر ہیں۔

أبو عبيدة *الامام العلامة البحر، أبو عبيدة، معمر بن المثنى التيمى، مولاهم البصرى، النحوى، صاحب التصانيف. ولد فى سنة عشر ومئة، فى الليلة التى توفى فيها الحسن البصرى......قال يعقوب بن شيبة :سمعت على بن المدينى ذكر أبا عبيدة، فأحسن ذكره، وصحح روايته، وقال: كان لا يحكى عن العرب إلا الشء الصحيح .وقال يحيى بن معين :ليس به بأس .قال المبرد :كان هو والاصمعى متقاربين فى النحو، وكان أبو عبيدة أكمل القوم .قلت :قارب مئة عام، أو كملها، فقيل :مات سنة تسع ومئتين،وقيل :مات سنة عشر.(سيراعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۴۵، ۴۴۷)

قال الخطيب :يقال إنه ولد فى الليلة التى مات فيها الحسن البَصْرِىّ .وَقَال أبو موسى محمد بن المثنى : مات سنة ثمان ومئتين .وَقَال المظفر بن يحيى : مات سنة تسع ومئتين وهو ابن ثلاث وتسعين سنة .وَقَال ابن عفير :مات سنة إحدى عشرة ومئتين .وَقَال الصولى : مات سنة تسع وقيل :سنة عشر وقيل :سنة إحدى عشرة ومئتين . ذكره أبو داود فى أول كتاب الزكاة عقيب حديث أبى بكر :لو منعونى عقالا "قال أبو عُبَيدة :العقال :صدقة سنة والعقالان :صدقة سنتين (تهذيب الكمال ج ۲۸ ص ۳۲۰، ۳۲۱)

۱ جس کے الفاظ یہ ہیں:

اشتكى ثلاثة عشر يوما وتوفى يوم الإثنين لليلتين خلتا من ربيع الأول سنة إحدى عشرة(دلائل النبوة للبيهقى حديث نمبر ۳۱۸۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ دن بیمار رہے، اور پیر کے دن ربیع الاول کی دو تاریخ میں سن ۱۱ھ میں آپ نے وفات پائی (ترجمہ ختم)

۲ جس کے الفاظ یہ ہیں:

وكانت وفاته اليوم العاشر ، يوم الإثنين لليلتين خلتا من شهر ربيع الأول ، لتمام عشر سنين من مقدمه المدينة(دلائل النبوة للبيهقى حديث نمبر ۳۱۷۹)

رواهُ البيهقىُّ فى "دلائلِ النبوةِ "بإسنادٍ صحيحٍ إلى سليمانَ التيمىِّ(شرح التبصرة والتذكرة،للحافظ العراقى،تَوَارِيْخُ الرُّوَاةِ وَالوَفَيَاتِ)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دسویں روز، پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی دوسری تاریخ میں ہوئی، اس وقت آپ کو مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کئے ہوئے دس سال پورے ہو چکے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عکرمہ سے بھی ۲/ ربیع الاول کی روایت منقول ہے۔

جس کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ [۱]

اور صقعب بن زہیر نے فقہائے اہلِ حجاز سے بھی دو ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نقل کی ہے۔

جس کو ابنِ جریر طبری نے تاریخ الامم میں روایت کیا ہے۔ [۲]

علاوہ ازیں حضرت ابو معشر اور یحیٰی بن بکیر کی روایت اور اکثر حضرات کی تصریح کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ہے۔

اور صحیح روایت کے مطابق آپ کی خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے شروع ہو کر

---

۱ جس کے الفاظ یہ ہیں:

ثم حج رسول الله صلى الله عليه و سلم العام المقبل ثم ودع الناس ثم رجع فتوفى فى ليلتين خلتا من شهر ربيع (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۹۷۳۴)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے سال حج کیا، پھر لوگوں کو الوداع فرما کر مدینہ منورہ واپس لوٹے، پھر ربیع الاول کے مہینے کی ۲ تاریخ میں آپ کی وفات ہوئی (ترجمہ ختم)

۲ جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن هشام بن محمد بن السائب عن أبى مخنف قال حدثنا الصقعب بن زهير عن فقهاء أهل الحجاز قالوا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم نصف النهار يوم الاثنين لليلتين مضتا من شهر ربيع الاول (تاريخ الامم والملوك،لابن جرير الطبرى، ج۲ ص ۲۳۲، ذكر الأخبار الواردة باليوم الذى توفى فيه رسول الله ومبلغ سنه يوم وفاته)

اور حضرت موسیٰ بن عقبہ کی ایک لمبی روایت میں ہے:

حتى كانت ليلة الإثنين من شهر ربيع الأول فأقلع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الوعك فأصبح مفيقا ......حتى توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم على صدر عائشة فى يومها يوم الاثنين حين زاغت الشمس لهلال شهر ربيع الأول صلى الله عليه وسلم (دلائل النبوة ،تحت حديث رقم ۳۱۲۸)

اس روایت میں کیونکہ پہلے دو ربیع الاول اور پیر کے دن کا ذکر ہے، جس کے بعد یوم الاثنین لہلال شہر ربیع الاول سے یکم کے بجائے دو ربیع الاول کی تاریخ کا مراد ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور جن دیگر روایات میں اس طرح (یعنی ھلال شہر ربیع الاول ومثلہٗ) کا مضمون مذکور ہے، ان سے بھی ۲ ربیع الاول مراد لینا "قریب الشیئ فی حکم الشیئ" کے اصول سے بعید نہیں۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

۲ سال تین مہینے اور بیس دن بنتا ہے۔ [1]

---

[1] حَدَّثَنَا يَحْيَى بن بُكَيْرٍ ، قَالَ :اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، فِي الْيَوْمِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَتُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، فِي جُمَادَى الآخِرَةِ سَنَةَ ثَلاثَ عَشْرَةَ ، وَسِنُّهُ يَوْمَ تُوُفِّيَ كَمَا ذَكَرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سِنَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلاثٍ وَسِتِّينَ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۴۰)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۹ص۶۰،باب وفاة أبی بكر رضی الله عنه)

عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، قَالَ " :اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ فِي شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَاتَ لِثَمَان بَقِينَ مِنْ جُمَادَى الْآخِرَةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ مِنْ سَنَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، فَكَانَتْ خِلَافَتُهُ سَنَتَيْنِ وَأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ إِلَّا عَشْرَ لَيَالٍ (معرفة الصحابة لابی نعيم حديث نمبر ۹۴، واللفظ لهٗ، الاعتقاد للبيهقی حديث نمبر ۳۱۰، تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، ج۴۴ص۳۹۲)

وأخبرنا محمد بن عبد الله عن الزهرى عن عروة عن عائشة قالوا :كان أول بدء مرض أبى بكر أنه اغتسل يوم الإثنين لسبع خلون من جمادى الآخرة، وكان يوما باردا، فحم خمسة عشر يوما لا يخرج إلى صلاة، وكان يأمر عمر بن الخطاب يصلى بالناس، ويدخل الناس عليه يعودونه وهو يثقل كل يوم وهو نازل يومئذ فى داره التى قطع له النبى، صلى الله عليه وسلم، وجاه دار عثمان بن عفان اليوم، وكان عثمان ألزمهم له فى مرضه، وتوفى أبو بكر، رحمه الله، مساء ليلة الثلاثاء لثمانى ليال بقين من جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة من مهاجر النبى، صلى الله عليه وسلم(الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد ، ج۳ص۲۰۲)

وذلك على الصحيح لثمان بقين من جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة من الهجرة فكانت مدة خلافته سنتين وثلاثة اشهر واياما وقيل غير ذلك ولم يختلفوا انه استكمل سن النبى صلى الله عليه و سلم فمات وهو بن ثلاث وستين والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر ،قوله باب قول النبى صلى الله عليه و سلم لو كنت متخذا خليلا)

ومن الأوهام ما أخرجه البغوى عن على بن مسلم عن زياد البكائى عن محمد بن إسحاق قال كانت خلافة أبى بكر سنتين وثلاثة أشهر واثنين وعشرين يوما توفى فى جمادى الأولى وهذا غلط إما فى المدة وإما فى الشهر فمن ذلك ما أخرجه من طريق الليث قال مات أبو بكر لليلة خلت من ربيع الأول وقال البغوى حدثنا محمد بن بكار حدثنا أبو معشر عن زيد بن أسلم عن أبيه وعن عمر مولى عفرة وعن محمد بن بزيغ توفى أبو بكر لثمان بقين من جمادى الآخرة قلت وهذا يطابق المدة التى فى رواية بن إسحاق ويخلص الوهم إلى الشهر(الاصابة لابنِ حجر، حرف العين المهملة)

وتوفى أبو بكر مساء يوم الاثنين لثمان بقين من جمادى الأخرى سنة ثلاث عشرة وكانت خلافته سنتين وأربعة أشهر إلا عشر ليال وقيل سنتين وثلاثة أشهر وتسع ليال (تلقيح فهوم الاثر لابن الجوزى، ذكر سنه يوم موته صلى الله عليه وسلم)

اس کے حساب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۲ ربیع الاول کو صحیح قرار پاتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ۱۲/ ربیع الاول کو ہونا تو حساب سے درست نہیں بنتا، اور مختلف اقوال میں سے ۲/ ربیع الاول کے قول کو اکثر حضرات نے راجح قرار دیا ہے، جس کی بیشتر روایات سے بھی تائید ہوتی ہے، جبکہ بعض نے یکم/ ربیع الاول کو راجح قرار دیا ہے۔ [۱]

---

[۱] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ۲/ ربیع الاول کو ترجیح دی ہے، اور ۱۲/ ربیع الاول کو غلط قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

تاریخِ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲/ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخِ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹/ذی الحجہ بروز جمعہ کو ہوا، ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲/ربیع الاول بروز دوشنبہ نہیں پڑتی۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے۔ کتابت کی غلطی سے ۲۔ کا۔۱۲۔ اور عربی عبارت میں ''ثانی شہر ربیع الاول'' کا ''ثانی عشر ربیع الاول'' بن گیا حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴)

اور علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ نے بھی ۱۲/ ربیع الاول کو غلط قرار دیا ہے، البتہ انہوں نے یکم ربیع الاول کو کثیر الوقوع صورت کی بناء پر ترجیح دی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے امام مذکور (سہیلی) ہی نے درایۃً اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲/ربیع الاول کی روایت قطعاً نا قابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں، روزِ وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا (صحاح قصہ حجۃ الوداع، صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ذی الحجہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ تک حساب لگاؤ، ذی الحجہ، محرم، صفران تینوں مہینوں کو خواہ ۲۹، ۲۹ خواہ ۳۰، ۳۰ خواہ بعض ۳۰، کسی حالت اور کسی شکل سے ۱۲/ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑسکتا، اس لئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اس وقت دوشنبہ پڑسکتا ہے جب تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں۔ جب دو پہلی صورتیں نہیں ہیں تو اب صرف تیسری صورت رہ گئی ہے جو کثیر الوقوع ہے یعنی یہ کہ دو مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ تیس کا لیا جائے اس حالت میں ۲۹ ربیع الاول کو دوشنبہ کا روز واقع ہوگا اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے (تفصیلی نقشہ تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں) وفاتِ نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول سن ۱۱ھ ہے (حاشیہ سیرت النبی ج ۲ ص ۱۰۵ تا ۱۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات میں اختلاف کی وجہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک کی تاریخوں میں یہ اختلاف کیوں پیدا ہوا، جبکہ صحابۂ کرام، محدثینِ عظام اور فقہائے کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا اور طرزِ عمل کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو حافظے بھی عجیب وغریب طرح کے عطا فرمائے تھے۔

لہٰذا یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان حضرات کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا۔

بات دراصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات سے متعین طور پر امت کے لئے کوئی خاص (غمی یا خوشی کا) حکم وابستہ نہیں تھا، اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کرایا گیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی طور پر اختلاف منظور ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں وابستہ تھیں۔

مثلاً اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبعِ تابعین رحمہم اللہ کے دور میں تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات کے حوالہ سے کوئی اجتماعی یا انفرادی حکم یا عمل وابستہ ہوتا (جیسا کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے بھی بارہ ربیع الاول کو وفات ہونے کی تغلیط کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

> اب لیجئے! وفات کا حساب یہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے ولادت میں تو ۶۳ سال پیچھے جانا پڑتا ہے اس میں تو صرف ۳ مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے عامی سا آدمی بھی آسانی سے نکال لے ذوالحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف ۳ ماہ بنتے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول تو یہ ۳ چاند ہوئے ان کا حساب بالکل اَن پڑھ سے اَن پڑھ آدمی بھی نکال لے تینوں چاند آپ ۲۹ کے لگالیں تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی۔ تینوں چاند ۳۰ کے لگالیں تو نہیں بنتی دو ۳۰ لگائیں ایک ۲۹ لگائیں تو نہیں بنتی دو ۲۹ کے لگائیں ایک ۳۰ لگائیں تو پیر کو ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی اگر پیر کو ۱۲ بنتی ہے تو کس طرح بنتی ہے کہ دو چاند لگالیں ۳۰ کے اور ایک لگائیں ۳۱ کا، بھائی آپ ہی بتائیں بھلا ۳۱ کا کبھی چاند ہوا ہے۔ اولاً تو ۳ چاند مسلسل ۳۰ کے ہوں یہ بھی ذرا مشکل ہے مگر پھر بھی ممکن ہے کبھی ایسا ہو جاتا ہے مگر ۳۱ کا چاند کیسے مانیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ وفات کی تاریخ جو ۱۲ ربیع الاول مانی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے اس کا بھی کوئی امکان نہیں (وعظ ''جشنِ ربیع الاول محبت کے آئینہ میں'' ص ۸، ۹)

آج کل عید میلا دالنبی کے نام سے جشن کا اہتمام ہوتا ہے) تو یہ اختلاف موجود نہ ہوتا، جیسا کہ آج دنیا کے ہر کونے میں ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ میں اور عید الاضحیٰ ذی الحجہ کی دس تاریخ میں ہوتی ہے، اور اس میں امتِ مسلمہ کے درمیان دورائے نہیں پائی جاتیں۔ کیونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا متعینہ تاریخوں میں انجام دیا جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے متواتر طریقہ پر چلا آرہا ہے، اگر ۱۲/ ربیع الاول کو ایک اجتماعی تیسری عید یا کسی اجتماعی عمل کا بھی وجود ہوتا تو یقیناً اس کا ثبوت بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح ہوتا۔

پس اس سے واضح ہوا کہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت اور یومِ وفات کے ساتھ کوئی اجتماعی یا انفرادی شرعی عمل وابستہ نہیں۔

ولادت اور وصال کے ایک ہی مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت

یہی وجہ ہے کہ ولادت اور وصال کے ایک مہینہ کے اندر جمع ہونے میں بزرگانِ دین نے ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس مہینے میں آپ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو ''یومُ العید'' (یعنی خوشی کا دن) منائے اور نہ ''یومُ الحزن'' (یعنی غم کا دن) کیونکہ اگر کوئی اس کو یومُ العید (یعنی خوشی کا دن) بنانا چاہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا خیال اس خوشی میں رکاوٹ ہوگا۔ اور اگر کوئی یومُ الحزن (یعنی غم کا دن) منانا چاہے تو ولادتِ شریفہ کا خیال اس رنج وغم میں رکاوٹ ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات سے زیادہ کوئی واقعہ سرور (خوشی) اور حزن (رنج وغم) کا نہیں

(ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الامت'' مواعظِ میلا دالنبی وعظ ''النور'')

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ يَوْمًا أَضْوَأَ وَلَا أَنْوَرَ وَلَا أَحْسَنَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,وَلَا رَأَيْتُ يَوْمًا أَظْلَمَ وَلَا أَقْبَحَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الشريعة للآجری) [1]

---

[1] جزء ۴ ص ۱۶۲۳، حديث نمبر ۱۱۱۱، كتاب الايمان، باب ذكر وفاة النبی ﷺ، دار الوطن، رياض، السعودية، واللفظ لهٗ، اخبارِ اصبهان لابی نعيم الاصبهانی حديث نمبر ۱۰۱۷۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے کوئی دن سب سے زیادہ روشن اور منور اور حسین تر اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا، جس دن ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، اور میں نے کوئی دن زیادہ (غم کے) اندھیرے میں ڈوبے ہوئے اور قبیح تر (غمگین) اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی (ترجمہ ختم)

ماہِ ربیعُ الاوّل کی فضیلت

ربیع الاول کے مہینہ کی فضیلت صاف طور پر تو قرآن وحدیث میں مذکور نہیں۔لیکن اُصولی طور پر یہ بات مسلَّم ہے کہ اس مہینے میں تاجدارِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ، خاتمُ النبیین، افضلُ النبیین ورحمۃٌ للعالمین نبیِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس لیے ربیع الاول کا مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہونے کی وجہ سے برکت اور فضیلت والا مہینہ ہے، ماہِ ربیع الاول شریف کو شریف اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ماہ میں ولادت باسعادت ہونے کی وجہ سے یہ مہینہ شرافت وفضیلت والا مہینہ ہے۔اور جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہو وہ مہینہ ایسا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں فضیلت اور شرف نہ آئے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا مکان اسی وجہ سے معظم ومحترم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کی جگہ ہے، چنانچہ آج تک وہ مبارک جگہ معلوم ومحفوظ ہے، اسی طرح وہ زمانہ بھی شریف وعظیم ہوگا جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔اور یہ اس مہینے کے لئے ایک ایسی فضیلت ہے جو بعض حیثیتوں سے دوسرے مہینوں سے بڑھی ہوئی ہے (اگرچہ دوسری حیثیتوں سے رمضان المبارک ولیلۃ القدر وغیرہ کی فضیلت زیادہ ہے) [1]

اسی وجہ سے اس مہینے کی شرافت کو بیان کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے۔

---

[1] لکن اشار علیه الصلاة والسلام الی فضیلة هذاالشهر العظیم بقوله علیه الصلاة والسلام للسائل الذی سأله عن صوم یوم الاثنین فقال له علیه الصلاة والسلام ذلک یوم ولدت فیه فتشریف هذاالیوم متضمن لتشریف هذاالشهر الذی ولدفیه(المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولدالنبیصلی الله علیه وسلم ، الجزء الثانی صفحه۲و۳)

لِهٰذَا الشَّهْرِ فِي الْإِسْلَامِ فَضْلٌ ۔۔۔ وَمَنْقَبَةٌ يَفُوقُ عَلَى الشُّهُورِ

فَمَوْلُودٌ بِهٖ وَاسْمٌ وَمَعْنٰى ۔۔۔ وَآيَاتٌ بَهَرْنَ لَدَى الظُّهُورِ

رَبِيعٌ فِي رَبِيعٍ فِي رَبِيعٍ ۔۔۔ وَنُورٌ فَوْقَ نُورٍ فَوْقَ نُورِ

(المقتفى من سيرة المصطفى صلى الله عليه وسلم ، لحسن بن عمر بن حبيب،الآيات التى ظهرت بمولده صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: اس مہینہ کی اسلام میں ایک خاص قسم کی فضیلت اور منقبت ہے جو دوسرے مہینوں پر فوقیت لئے ہوئے ہے۔

پس اس مہینے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور معنیٰ (یعنی محمد اور بہت زیادہ تعریف کیا ہوا) کے اعتبار سے ولادت ہوئی، اور آپ کے ظہور کے وقت مختلف علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک بہار میں دوسری بہار اور دوسری میں تیسری بہار جمع ہے اور نور کے اوپر نور اور پھر نور ہے۔ [1]

---

[1] نور کے معنیٰ ''روشنی'' کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چاند کو نور فرمایا ہے ''والقمر نورا''، روشنی کیونکہ خود بھی روشن وظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو بھی روشن وظاہر کر دیتی ہے۔

اسی مناسبت سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی نور کہا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لے بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کو ظاہر کرنے والے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے والے ہیں، بلکہ اس معنیٰ کے اعتبار سے ہر دینی مقتدا نور ہے۔

حدیث میں ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا'' الفاظ کے ساتھ دعا آئی ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ اے اللہ مجھے نور بنادیجئے اور یہ دعا ہر مسلمان کے لئے جائز ہے، نورالدین، نورالاسلام، نوراللہ وغیرہ نام رکھنے کا عام دستور ہے اس سے بھی یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں یعنی دین اور اسلام اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ہدایت کرنے اور راستہ دکھانے والا، قرآن مجید میں دینی ہدایت کو نور اور گمراہی کو ظلمت واندھیرا فرمایا گیا ہے ''وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَمْشِیْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ'' اور اسی ہدایت کے نور کو قیامت کے دن روشنی بن کر چمکنے کا فرمایا گیا ہے ''يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ''

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نبی کو نور کہنے سے اس کے بشر ہونے کی نفی نہیں ہوتی، ایک انسان بشر ہو کر نور بمعنیٰ ہدایت ہوسکتا ہے اور یہی افضلیت کی دلیل ہے کیونکہ خود بشر وانسان اشرف المخلوقات ہے اور اوپر سے جب نورِ ہدایت کی صفت بھی اس میں جمع ہو جائے تو اس کی فضیلت دوسری مخلوقات مثلاً فرشتوں بلکہ خود اس نورِ ہدایت سے محروم اشرف المخلوقات کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے کی تعریف کی گئی ہے۔ ۱؎

اس شعر میں اوّل ربیع سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے ربیع سے مراد موسمِ بہار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت بہار کا موسم تھا۔ ربیع کے معنیٰ بہار کے ہیں یا یہ کہنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہونے سے بہار آ گئی تھی اور تیسرے ربیع سے مراد ربیع الاول کا مہینہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بھی موسمِ بہار کی طرح ہے اور زمانہ بھی حقیقت میں بہار کا تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا، اس طرح سے تین ربیعیں یعنی تین بہاریں بیک وقت جمع ہوگئی تھیں۔

اسی طرح ایک نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی بہار کا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عجیب وغریب قسم کا سماں تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیونکہ علم وہدایت کا ذریعہ تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اعتبار سے نور ہیں (اگرچہ جسمانی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

افراد سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ ہدایت سب سے اعلیٰ وافضل ہے اس لیے جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نور کی نسبت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں، وہ غلط فہمی کا شکار ہیں، ورنہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے نور بننے کی دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ یااللہ مجھے بشریت اور انسانیت سے نکال دیجئے، پیچھے جو تفصیل نور کی ذکر کی گئی ہے یہی صحیح ہے اور اس کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت نور اور بشر ہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد اصفحہ ۵۶، کتاب الایمان والعقائد)

۱؎ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یومِ ولادت کی کوئی فضیلت صراحتاً وارد نہیں گو قواعد سے فی نفسہٖ یومِ ولادت میں برکت اور فضیلت کے سب ہی مسلمان قائل ہیں ایسا کون ہوگا جو اس دن بلکہ اس ماہ کی برکت کا قائل نہ ہو؟ چنانچہ سیوطی یا علی قاری اس ماہ کی فضیلت میں فرماتے ہیں

لھٰذا الشھر فی الاسلام فضل ومنقبة تفوق علی الشھور

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

اور میں اس پر اضافہ کرکے کہتا ہوں ؎

ظھور فی ظھور فی ظھور سرور فی سرور فی سرور

(خطباتِ حکیم الامت جلد ۵، صفحہ ۱۰۹ وعظ ''السرور'')

اعتبار سے بشر ہیں) اور ایک نور بہار کا زمانہ اور موسم ہونے کا تھا، کیونکہ موسمِ بہار میں ایک خاص قسم کا نور اور رونق ہوتی ہے، اس لیے ان وجوہات کی بناء پر کئی انوار جمع تھے۔

بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کئی بہاریں اور کئی نور جمع تھے۔ [1]

---

[1] عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں گے۔ عرباض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی والدہ ماجدہ نے ولادت باسعادت کے وقت ایک روشنی دیکھی جس سے شام کے محل روشن ہوگئے یہ روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی مسند احمد میں حضرت ابوامامہ سے بھی مروی ہے...... اور ایک روایت میں ہے کہ بُصریٰ کے محل روشن ہوگئے۔

فائدہ: ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب عنقریب زمین سے کفر اور شرک کی ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور انوارِ ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہوگی (''سیرۃ المصطفیٰ'' ج۱ص۵۲تا۵۳بتغیر)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ماہِ ربیع الاول کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ماہِ ربیع الاول شریف کو شریف اس لیے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ماہ میں ولادت ہوئی ہے اور جس زمانہ میں آپ کی ولادت ہوئی ہو وہ ماہ ایسا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں شرف نہ آئے، جیسے کہ ولادت شریف کا مکان اسی وجہ سے معظّم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے چنانچہ وہ موضع شریف محفوظ ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اسی طرح وہ زمان بھی شریف ہوگا جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی........... جس کی نسبت کوئی قائل کہتا ہے

لھٰذاالشھر فی الاسلام فضل ومنقبة تفوق علی الشھور

(یعنی اس ماہ کے لئے اسلام میں ایک فضیلت ہے اور ایسی منقبت وافضلیت ہے جو بعض حیثیتوں سے تمام مہینوں کی منقبت پر بڑھی ہوئی ہے) اور بعض حیثیتوں سے میں نے اس لیے کہا کہ رمضان المبارک کی فضیلت تو حق تعالیٰ نے بیان بھی فرمائی ہے اور ماہِ ربیع الاول کی فضیلت صرف بنائی ہے، پس رمضان المبارک کی فضیلت تو بنائی بھی اور بتلائی بھی اور ربیع الاول کی صرف بنائی ہے، بتلائی نہیں۔ تو جس کی فضیلت بتائی بھی اور بنائی بھی وہ افضل ہے اس ماہ سے جس کی فضیلت صرف بنائی ہو اور بتائی نہ ہو اس لیے میں نے مِن وجہٍ کہا اور وہ وجہ وحیثیت یہی ہے کہ اس ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی پس اس حیثیتِ خاص سے اس کو رمضان پر بھی فضیلت ہے اور اگر نظر کو زیادہ وسیع کیا جاوے تو رمضان المبارک کو اس حیثیت سے بھی ربیع الاول پر معناً فضیلت ہو سکتی ہے اس لیے کہ ربیع الاول میں یہ شرف کہاں سے آیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا ظرف ہونے سے اور رمضان المبارک میں شرف کیوں ہے؟ آپ کی عبادتِ شریفہ کا ظرف ہونے سے۔ پس ربیع الاول شریف تو ولادتِ شریفہ کا ظرف ہے اور رمضان المبارک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت والے سال اورسَن کو بعض تاریخ دانوں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عبادتِ مبارک کا ظرف ہوا اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت آپ کی ولادت سے افضل ہے۔ اس لیے کہ مقصود اور غایت ولادت سے عبادت ہی ہے، پس عبادتِ شریفہ کا ظرف ولادتِ شریفہ کے ظرف سے افضل ہے لیکن تاہم ربیع الاول کو اس خاص حیثیت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں ولادت باسعادت ہوئی ہے صورتاً رمضان المبارک پر فضیلت ہے، آگے شاعر کہتا ہے ۔

ربیع فی ربیع فی ربیع　　　　ونور فوق نور فوق نور

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود خود بہار، پھر ولادت شریف کا ماہ بھی ربیع کا جس کے معنیٰ بہار کے ہیں اور وہ موسم بھی بہار کا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود (علم وہدایت کے اعتبار سے) نور جو سب انوار سے فائق ہے (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، صفحہ۲۱و۲۲ ملخصاً وعظ ''الظہور'')

اول ربیع سے مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا ربیع ہے موسمِ بہار کہ اس وقت یہ موسم تھا یا یہ کہا جاوے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے بہار ہوگئی تھی چنانچہ اسی سن کو لوگوں نے سن الفتح والابتہاج کہا ہے اور تیسرے ربیع سے مراد ہے مہینہ اور دوسرے مصرعہ میں نور فوق نور الخ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں انوار مجتمعہ متزائیدہ تھے تو یہ فضیلت اس ماہ کو حاصل ہے خواہ تو وہ فضیلت اس طرح ہو کہ اس ماہ کو پہلے سے فضیلت عطا کی گئی تھی اور اس ماہ کے ذی فضیلت ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کے لئے اس کو خاص فرمایا، رہی یہ بات کہ اس کو کیوں فضیلت عطا ہوئی تھی سو اس کی علت ہم کو معلوم نہیں، خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں فضیلت عطا فرمادیں اور اسی طرح دوشنبہ کے دن میں فضیلت پہلے سے ہو اور بوجہ ان دونوں کے ذی فضیلت ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا کیا گیا ہو جیسے جمعہ میں فضیلت پیدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو اس میں پیدا کیا گیا اور خواہ وہ فضیلت اس طرح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اس میں ہوئی ہے۔ اس تلبس سے اس کو فضیلت حاصل ہوگئی ہے اور ایسا ہی احتمال جمعہ میں بھی ہے کہ خود ولادتِ آدم علیہ السلام اور دیگر واقعات سے اس میں فضیلت آ گئی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے سے فضیلت ثابت ہو اور ان واقعات کو علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہو۔ تو ایک احتمال پر یہ واقعات دلیل لمی ہوں گے فضائل کے۔ اور دوسرے احتمال پر دلیلِ انّی، علیٰ ہٰذا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علی اس میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ چونکہ میری ولادت اور بعثت سے اس میں فضیلت آ گئی ہے اس لیے روزہ رکھتا ہوں یا یہ کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علی اس فضیلتِ سابقہ کی وجہ سے روزہ رکھتا ہوں تو دونوں احتمال دونوں جگہ ہیں اور اصل مقصود ثبوتِ فضیلت میں ہر دو مفید ہیں خواہ وہ فضیلت سبب ہو یا مسبب ہو (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، صفحہ۶۷و۶۸ وعظ ''النور'')

نے ''سَنُّ الْفَتحِ وَالْاِبْتِهَاجِ'' (یعنی کامیابی والا اور خوبصورت وتروتازہ سال) کہا ہے۔

بہرحال اس مہینے کی فضیلت کے ثابت ہونے کے باوجود شریعت نے اس مہینہ کے لئے کوئی مخصوص عمل متعین نہیں کیا، بلکہ آپ کی تاریخِ ولادت کی حفاظت کا کوئی خاطرخواہ انتظام بھی نہیں کیا، اسی وجہ سے آپ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس مہینہ کی فضیلت کس طرح حاصل کی جائے؟

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ربیع الاوّل کا مہینہ فضیلت وشرافت والا مہینہ ہے، تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مہینے میں کون کون سے مخصوص اعمال کر کے اس مہینے کی فضیلت کو حاصل کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مہینہ کی تعظیم وتکریم اور احترام کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر عمل میں اتباع کا اہتمام کیا جائے، عقائد میں بھی، عبادات میں بھی، اخلاق میں بھی، معاشرت میں بھی اور معاملات میں بھی، یعنی اپنے عقائد کی اصلاح کی جائے، شرک وبدعات سے بچا جائے، ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے، نماز وغیرہ کی پابندی کی جائے اور اپنی معاشرت کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے، ہر قسم کے رسم ورواج، نمود ونمائش، اور فضول خرچی سے بچا جائے، اور اپنے معاملات وکاروبار میں حلال اور جائز چیزوں کا لحاظ کیا جائے، ناجائز طریقوں اور حرام آمدنی کے ذرائع کو چھوڑ دیا جائے، اور اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کئے جائیں، مثلاً حلم، صبر، شکر، تواضع وغیرہ جیسے اچھے اخلاق اختیار کیے جائیں اور برے اخلاق سے بچا جائے مثلاً تکبر، غرور، ریاء، دکھلاوا، بے جا غصہ اور حسد وتباغض اور کینہ کپٹ وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

غرضیکہ اپنے ظاہر اور باطن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق ڈھالا جائے، اپنی طرف سے اس مہینے یا اس مہینے کی کسی تاریخ کے لئے کوئی مخصوص عمل ایجاد نہ کیا جائے، اور آئندہ کے لئے نیک اعمال کو بجالانے کا پختہ عزم اور عہد کیا جائے اور گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کی جائے اور

خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق بجالائے جائیں (جن کا ذکر آگے آتا ہے)
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق صرف اس مہینے یا اس کی کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ زندگی بھر یہ حقوق جاری رہتے ہیں۔

یہی اس مہینے کی عظمت وفضیلت کو حاصل کرنے کا واحد طریقہ ہے، اسی لئے شریعت کی طرف سے اس مہینے یا اس کی کسی مخصوص تاریخ کے لئے کوئی خاص عمل مقرر نہیں کیا گیا، کیونکہ کسی ایک آدھ عمل کے کر لینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مقصود کو حاصل کرنا ممکن نہیں۔

اور اگر ان مذکورہ اعمال کی پابندی کرنے کی توفیق نہ ہوسکے تو کم ازکم درجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچا جائے نہ یہ کہ گناہوں میں مبتلا ہوا جائے کیونکہ یہ تو بہت ہی بدبختی کی بات ہے کہ اس مہینے کی عظمت واحترام کے بجائے گناہوں میں مبتلا ہو کر اس مہینے کی بے احترامی اور بے تعظیمی کی جائے جیسا کہ آج کل اس مہینے اور خاص کر اس مہینے کی ۱۲/تاریخ کو بے شمار گناہوں میں مبتلا ہوا جاتا ہے (جن کا ذکر آگے آتا ہے) [1]

---

[1] فعلیٰ ھٰذافینبغی اذادخل ھٰذاالشھرالکریم ان یکرم ویعظم ویحترم الاحترام اللائق بہٖ وذالک بالاتباع لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فی کونہٖ علیہ الصلاۃ والسلام کان یخص الأوقات الفاضلۃ بزیادۃ فعل البرفیھاوکثرۃ الخیرات .ألاتری الی قول البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کان النبیصلی اللہ علیہ وسلم أجودالناس بالخیر وکان أجودمایکون فی رمضان فنمتثل تعظیم الاوقات الفاضلۃ بماامتثلہ علیہ الصلاۃ والسلام علی قدر استطاعتنا.

(فصل)فان قال قائل قدالتزم علیہ الصلاۃ والسلام ماالتزمہ فی الاوقات الفاضلۃ ماقدعلم ولم یلتزم فی ھٰذاالشھرماالتزمہٗ فی غیرہٖ فالجواب ان المعنی الذی لاجلہ لم یلتزم علیہ الصلاۃ والسلام فی ھٰذاالشھرالشریف انماھوماقدعلم من عادتہ الکریمۃ فی کونہ علیہ الصلاۃ والسلام یرید التخفیف عن امتہ والرحمۃ لھم (المدخل لابن الحاج ،الجزء الثانی صفحہ ۲ ،فصل فی مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم)

فکان یجب ان یزاد فیہ من العبادات والخیرشکرا للمولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ علیٰ مااولانامن ھذہ النعم العظیمۃ وان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزدفیہ علی غیرہٖ من الشھورشیئامن العبادات وماذالک الالرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم بامتہٖ ورفقہٖ بھم (المدخل لابن الحاج ،الجزء الثانی صفحہ ۲ ،فصل فی مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم)

فعلیٰ ھٰذافتعظیم ھٰذاالشھرالشریف انمایکون بزیادۃالاعمال الزاکیات فیہ والصدقات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل اور پیر کے دن ہونے میں حکمت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن ہونے میں کیا حکمت ہوگی؟ جبکہ ربیع الاول کے مہینے اور پیر کے دن کے مقابلہ میں کئی دوسرے مہینے اور دن فضیلت والے موجود تھے، چنانچہ رمضان المبارک کے مہینے کی فضیلت تو سب ہی جانتے ہیں اور اشہرِ حرم (ذی الحجہ، محرم، صفر اور رجب) کے مہینے بھی بڑی فضیلت کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الیٰ غیر ذالک من القربات فمن عجزعن ذلک فأقل أحواله ان يجتنب مايحرم عليه ويكره له تعظيمالهذا الشهر الشريف وان كان ذلك مطلوبافى غيره الاأنه فى هذاالشهرأكثراحتراماكماياتأكدفى شهر رمضان وفى الاشهرالحرم فيترك الحديث فى الدين ويجتنب مواضع البدع ومالاينبغى.وقد ارتكب بعضهم فى هذاالزمان ضدهذاالمعنى وهوأنه اذادخل هذاالشهرالشريف تسارعوافيه الى اللهوواللعب بالدف والشبابةوغيرهماكماتقدم.فمن كان باكيافليبك على نفسه وعلى الاسلام وغربته وغربة أهله والعاملين بالسنة(المدخل لابن الحاج، الجزء الثانى صفحه۴، فصل فى مولدالنبى صلى الله عليه وسلم)

فان قال قائل فهذاالشهرلم نجدفيه زيادة فى الاعمال كمانجدفى غيره من الشهوروالليالى والايام الفاضلة .فالجواب انّ تلك الازمنة حصلت لهاالفضيلة بزيادة الاعمال الفاضلة فيهاوهذاالشهرحصل له التشريف بظهور من جاء ت الاعمال والخيرات التى حصلت بهاالفضيلة لتلك الاوقات على يديه وبسببه صلى الله عليه وسلم هذاوجه ظاهربين لايرتاب فيه .ووجہٌ ثان وهوانه عليه الصلاة والسلام كماوصفه اللهعزوجل فى كتابه العزيزحيث يقول فى صفته (بالمؤمنين رؤف رحيم)فكان دأبه صلى الله عليه وسلم طلب التخفيف عن امته مهماقدر على ذلك ووجدالسبيل اليه فعله فلماان كان هذاالشهراختص بظهوره عليه الصلاة والسلام فيه لم يكلف أمته زيادة عمل فيه بل أشارالى ذلك بالتنبيه عليه .ووجہٌثالث وهوان اهل الآفاق قدحرم عليهم الصوم فى ايام التشريق وماذلك الاان الحاج ضيف اللهتعالیٰ فوقعت الضيافة لأهل الاقاليم كلهاكرامة لهم فكيف بالزمن الذى ظهرفيه من شرع ذلك على يديه صلوات اللهعليه وسلامه...... ولماان كان شهرربيع الاول الذى ظهرفيه عليه الصلاة والسلام للوجود.كانت الضيافة الشهركله لكن ترك عليه الصلاة والسلام أمته رحمة بهم فى عدم التكليف لهم بتحريم الصوم عليهم والفطرلانه رحمة للعالمين خصوصاللمؤمنين كماسبق وشأن الرحمة التوسعة(المدخل لابن الحاج ، الجزء الثانى صفحه۴۵و ۴۶ملخصاً،فضل المدينة على ساكنهاالصلاة والسلام)

حامل ہیں، اسی طرح راتوں میں شبِ قدر اور نصف شعبان اور شبِ جمعہ کی راتیں (جن کا ذکر ہم نے الگ الگ رسائل میں کر دیا ہے) اور دِنوں میں جمعہ جیسے بابرکت دن بھی موجود ہیں، تو ان مذکورہ مبارک مہینوں اور دِنوں اور راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نہ ہونے اور خاص ربیع الاول اور پیر کے دن ہونے میں کیا حکمت ہوسکتی ہے؟

اس کے جواب میں سمجھ لینا چاہیے کہ اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور یہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس میں کسی دوسرے کو کیا دخل ہوسکتا ہے؟ تاہم بعض اہلِ علم حضرات نے ثانوی درجہ میں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چار حکمتیں بیان فرمائی ہیں: [1]

(۱)...... حدیث شریف میں یہ مضمون وارِد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شجر (یعنی درختوں) کو پیر کے دن پیدا فرمایا۔ [2]

---

[1] فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ مَا الْحِكْمَةُ فِي كَوْنِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خُصَّ مَوْلِدُهُ الْكَرِيمُ بِشَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ وَبِيَوْمِ الِاثْنَيْنِ مِنْهُ عَلَى الصَّحِيحِ وَالْمَشْهُورِ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ وَفِيهِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَاخْتُصَّ بِفَضَائِلَ عَدِيدَةٍ وَلَا فِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَهَا الْحُرْمَةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَا فِي لَيْلَتِهَا .فَالْجَوَابُ مِنْ أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ(المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجزء الثانی صفحہ۲۶)

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ(مسلم ، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام،حدیث نمبر ۴۹۹۷،واللفظ لہٗ،السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۱۰۱۰، مسند احمد حدیث نمبر ۸۳۴۱،صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۶۱۶۱،صحیح ابن خزیمۃ،حدیث نمبر ۱۶۳۶،مسند أبی یعلی الموصلی حدیث نمبر ۵۹۹۸،المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۶۲۲،المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۳۲۳۲،معرفۃ علوم الحدیث للحاکم حدیث نمبر ۵۰)

قال شعیب الأرنؤوط :إسنادہ صحیح علی شرط مسلم(حاشیۃ ابن حبان)

مذکورہ حدیث میں شجر اسمِ جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے، اور بعض روایات میں اشجار جمع کے صیغے کے ساتھ بھی وارد ہے۔
اور یہ ظاہر ہے کہ اشجار، نباتات کی انواع میں سے ایک اہم الانواع اور عظیم الانواع ہے، اس لئے ممکن ہے کہ اس یا اس جیسی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور درخت اور ان سے پیدا ہونے والے پھل اور میوے انسان کی جسمانی قوت وراحت اور حیات کا ذریعہ ہیں، یعنی جسمانی غذا اور دوا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی روحانی قوت وراحت اور روحانی حیات اور غذا ودوا کا ذریعہ ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو ہدایت انسانیت کو دی گئی، اسی ہدایت کے ذریعہ سے ان کی روح کو قوت وراحت اور حیاتِ ابدی واُخروی حاصل ہوتی ہے گویا کہ یہ ہدایت انسانی روح کی غذا ودوا ہے لہٰذا پیر کے دن کے ساتھ جسمانی وروحانی غذاؤں ودواؤں کا تعلق قائم کردیا گیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور خصوصیت کی وجہ سے اہم نوع کے بیان پر اکتفاء اور اس کی تخصیص کی گئی ہو، اور مراد جملہ انواع ہوں، اور اس کے دیگر نظائر موجود اور بعض عبارات میں مجوث فیہ مسئلہ سے ہٹ کر اس کا اطلاق بھی مذکور ہے۔

چنانچہ سورہ نحل کی آیت نمبر ۱۰ میں اس کا اطلاق کیا گیا ہے:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> مِنۡهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ :لفظِ شجر اکثر درخت کے لئے بولا جاتا ہے، جو ساق یعنی تنے پر کھڑا ہوتا ہے، اور کبھی مطلق زمین سے اُگنے والے ہر چیز کو بھی شجر کہتے ہیں، گھاس اور بیل وغیرہ بھی اس میں داخل ہوتی ہیں، اس آیت میں یہی معنیٰ مراد ہیں، کیونکہ آگے جانوروں کے چرانے کا ذکر ہے، اس کا تعلق زیادہ تر گھاس ہی سے ہے (معارف القرآن ج۵ص۳۲۴)

(شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ) (۱۶/۱۰)، أی :ترعون مواشيكم السائمة فی ذلك الشجر الذی هو المرعى، والعرب تطلق اسم الشجر على كل ما تنبته الأرض من المرعى(تفسير اضواء البيان للشنقيطی ، تحت آیت ۱۰ من سورة النحل)

والتَّنْبِيتُ أَوَّل خروج النبات والتنبيت أَيضاً ما نَبَتَ على الأَرض من النَّبات من دِقِّ الشجر وكِباره(لسان العرب ج۲ص ۹۵، ماده نبت)

الشجر من النبات ماله ساق صلب يقوم به كالنخل وغيره (التعاريف للمناوى، ج ا ص ۴۲۴، فصل الجيم)

اور اگر کسی کو اس سے اتفاق نہ ہو، تو پیر کے دن نباتات کے بجائے شجر یا اشجار مراد لینے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مذکورہ حکمت ثابت ہوسکتی ہے، خصوصاً جبکہ وہ مذکورہ حکمت بھی حکمتِ اصطلاحیہ کے درجہ میں ہو، نہ کہ علت کے درجہ میں۔

[1] الْوَجْهُ الْأَوَّلُ :مَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ انْتَهَى .وَفِي ذَلِكَ تَنْبِيهٌ عَظِيمٌ ، وَهُوَ أَنَّ خَلْقَ الْأَقْوَاتِ وَالْأَرْزَاقِ وَالْفَوَاكِهِ وَالْخَيْرَاتِ الَّتِي يَتَغَذَّى بِهَا بَنُو آدَمَ وَيَحْيَوْنَ وَيَتَدَاوَوْنَ وَتَنْشَرِحُ صُدُورُهُمْ لِرُؤْيَتِهَا وَتَطِيبُ بِهَا نُفُوسُهُمْ وَتَسْكُنُ بِهَا خَوَاطِرُهُمْ عِنْدَ رُؤْيَتِهَا لِاطْمِئْنَانِ نُفُوسِهِمْ بِتَحْصِيلِ مَا يُبْقِي حَيَاتَهُمْ عَلَى مَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)...... ربیع الاول کے مہینے میں ربیع کا لفظ آتا ہے جس کے معنیٰ موسمِ بہار کے ہیں، اس مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو اس مہینے کے نام کے معنیٰ کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اور وہ یہ ہے کہ موسمِ بہار میں زمین سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں پیدا ہوتی ہیں جو بندوں کی حیات اور معاش کا ذریعہ بنتی ہیں، اور اس موسم میں ہری بھری نباتات کو دیکھ کر اور موسم کی تازگی سے انسانوں کو فرحت و تازگی محسوس ہوتی ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و تعلیمات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے بہت بڑی نعمت ورحمت ہے اور انسانی روح کے لئے فرحت و تازگی کا باعث ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ مِنْ حِكْمَةِ الْحَكِيمِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَوُجُودُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الشَّهْرِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ قُرَّةُ عَيْنٍ بِسَبَبِ مَا وُجِدَ مِنَ الْخَيْرِ الْعَظِيمِ وَالْبَرَكَةِ الشَّامِلَةِ لِأُمَّتِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ (المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجزء الثانی صفحہ۲۶و۲۷)

[۱] الْوَجْهُ الثَّانِي أَنَّ ظُهُورَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ فِيهِ إشَارَةٌ ظَاهِرَةٌ لِمَنْ تَفَطَّنَ إلَيْهَا بِالنِّسْبَةِ إلَى اشْتِقَاقِ لَفْظَةِ رَبِيعٍ إذْ أَنَّ فِيهِ تَفَاؤُلًا حَسَنًا بِبِشَارَتِهِ لِأُمَّتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّفَاؤُلُ لَهُ أَصْلٌ أَشَارَ إلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .وَقَدْ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الصَّقَلِّيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِكُلِّ إنْسَانٍ مِنْ اسْمِهِ نَصِيبٌ هَذَا فِي الْأَشْخَاصِ وَكَذَلِكَ فِي غَيْرِهَا وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَفَصْلُ الرَّبِيعِ فِيهِ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَمَّا فِي بَاطِنِهَا مِنْ نِعَمِ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَأَرْزَاقِهِ الَّتِي بِهَا قِوَامُ الْعِبَادِ وَحَيَاتُهُمْ وَمَعَايِشُهُمْ وَصَلَاحُ أَحْوَالِهِمْ فَيَنْفَلِقُ الْحَبُّ وَالنَّوَى وَأَنْوَاعُ النَّبَاتِ وَالْأَقْوَاتِ الْمُقَدَّرَةِ فِيهَا فَيَبْتَهِجُ النَّاظِرُ عِنْدَ رُؤْيَتِهَا وَتُبَشِّرُهُ بِلِسَانِ حَالِهَا بِقُدُومِ رَبِيعِهَا وَفِي ذَلِكَ إشَارَةٌ عَظِيمَةٌ إلَى الِاسْتِبْشَارِ بِابْتِدَاءِ نِعَمِ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى .أَلَا تَرَى أَنَّكَ إذَا دَخَلْت بُسْتَانًا فِي مِثْلِ هَذِهِ الْأَيَّامِ تَنْظُرُ إلَيْهِ كَأَنَّهُ يَضْحَكُ لَكَ وَتَجِدُ زَهْرَهُ كَأَنَّ لِسَانَ حَالِهِ يُخْبِرُكَ بِمَا لَكَ مِنْ الْأَرْزَاقِ الْمُدَّخَرَةِ وَالْفَوَاكِهِ .وَكَذَلِكَ الْأَرْضُ إذَا ابْتَهَجَ نَوَارُهَا كَأَنَّهُ يُحَدِّثُكَ بِلِسَانِ حَالِهِ كَذَلِكَ أَيْضًا .فَمَوْلِدُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ فِيهِ مِنْ الْإِشَارَاتِ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُ بَعْضِهِ وَذَلِكَ إشَارَةٌ ظَاهِرَةٌ مِنْ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إلَى التَّنْوِيهِ بِعَظِيمِ قَدْرِ هَذَا النَّبِيِّ الْكَرِيمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ وَحِمَايَةٌ لَهُمْ مِنْ الْمَهَالِكِ وَالْمَخَاوِفِ فِي الدِّينِ وَحِمَايَةٌ لِلْكَافِرِينَ بِتَأْخِيرِ الْعَذَابِ عَنْهُمْ فِي الدُّنْيَا لِأَجْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ) وَكَيْفَ لَا يَكُونُ ذَلِكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الِاتِّبَاعِ ، وَإِدْرَارُ نِعَمِ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إنَّمَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)......موسمِ بہار کی فصل دوسری تمام فصلوں سے زیادہ معتدل اور حسین ہوتی ہے اور اس زمانے کی رات اور دن میں اعتدال ہوتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات بھی ہر طرح سے معتدل اور حسین وجمیل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین عطا فرمایا گیا اس کے احکام بھی دوسرے مذہبوں کے مقابلے میں نہایت معتدل اور حسین ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يَكْثُرُ عِنْدَ الِامْتِثَالِ لِأَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَنِ أَنْبِيَائِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَامُهُ وَمُخَالَفَةِ الْعَدُوِّ اللَّعِينِ وَجُنُودِهِ .أَلَا تَرَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ خُرُوجِهِ إلَى هَذَا الْوُجُودِ لَمْ يَقْدِرْ اللَّعِينُ إبْلِيسُ وَجُنُودُهُ عَلَى الْقَرَارِ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ وَلَا فِي الثَّانِيَةِ وَلَا فِي الثَّالِثَةِ إلَى أَنْ نَزَلُوا إلَى الْأَرْضِ السَّابِعَةِ فَخَلَتْ الْأَرْضُ مِنْهُمْ بِبَرَكَةِ وُجُودِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا .فَانْظُرْ رَحِمَنَا اللَّهُ تَعَالَى وَإِيَّاكَ إلَى خُلُوِّ الْأَرْضِ مِنْ هَذَا اللَّعِينِ وَجُنُودِهِ .وَقَدْ وَرَدَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ أَنَّهُمْ يُقَيَّدُونَ فَأَيْنَ التَّقْيِيدُ مِنْ نَفْيِهِمْ بِالْكُلِّيَّةِ إلَى تُخُومِ الْأَرْضِ السَّابِعَةِ .وَفِي هَذَا إشَارَةٌ عَظِيمَةٌ دَالَّةٌ عَلَى كَرَامَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِ وَالِاعْتِنَاءِ بِهِ وَبِمَنْ تَبِعَهُ .فَإِنْ قِيلَ إنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ تُقَيَّدُ الشَّيَاطِينُ فِي جَمِيعِهِ .فَلَا شَكَّ أَنَّ نَفْيَهُمْ إلَى الْأَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلَى فِي يَوْمِ مَوْلِدِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَعْظَمُ مِنْ تَقْيِيدِهِمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ كُلِّهِ إذْ فِيهِ ظُهُورُ مَزِيَّةِ الْوَقْتِ الَّذِي خَلَتْ الْأَرْضُ مِنْ الْعَدُوِّ وَجُنُودِهِ فِيهِ فَلْيَفْهَمْ مَنْ يَفْهَمُ وَاَللَّهُ الْمُوَفِّقُ .فَوَقَعَتْ الْبَرَكَاتُ وَإِدْرَارُ الْأَرْزَاقِ وَمِنْ أَعْظَمِهَا مِنَّةُ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ بِهِدَايَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَهُمْ إلَى صِرَاطِهِ الْمُسْتَقِيمِ .أَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُعَرِّفَنَا بَرَكَةَ ذَلِكَ بِمَنِّهِ وَيَرْزُقَنَا اتِّبَاعَهُ دِينًا وَدُنْيَا وَآخِرَةً بِفَضْلِهِ لَا رَبَّ سِوَاهُ آمِينَ (المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجزء الثانی صفحہ۲۶و۲۷)

[1] الْوَجْهُ الثَّالِثُ :مَا فِي شَرِيعَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ شَبَهِ الْحَالِ .

أَلَا تَرَى أَنَّ فَصْلَ الرَّبِيعِ أَعْدَلُ الْفُصُولِ وَأَحْسَنُهَا إذْ لَيْسَ فِيهِ بَرْدٌ مُزْعِجٌ وَلَا حَرٌّ مُقْلِقٌ وَلَيْسَ فِي لَيْلِهِ وَنَهَارِهِ طُولٌ خَارِقٌ بَلْ كُلُّهُ مُعْتَدِلٌ وَفَصْلُهُ سَالِمٌ مِنْ الْعِلَلِ وَالْأَمْرَاضِ وَالْعَوَارِضِ الَّتِي يَتَوَقَّعُهَا النَّاسُ فِي أَبْدَانِهِمْ فِي زَمَانِ الْخَرِيفِ بَلْ النَّاسُ تَنْتَعِشُ فِيهِ قُوَاهُمْ وَتَصْلُحُ أَمْزِجَتُهُمْ وَتَنْشَرِحُ صُدُورُهُمْ ؛ لِأَنَّ الْأَبْدَانَ يُدْرِكُهَا فِيهِ مِنْ إمْدَادِ الْقُوَّةِ مَا يُدْرِكُ النَّبَاتَ حِينَ خُرُوجِهِ إذْ مِنْهَا خُلِقُوا فَيَطِيبُ لَيْلُهُمْ لِلْقِيَامِ وَنَهَارُهُمْ لِلصِّيَامِ لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ اعْتِدَالِهِ فِي الطُّولِ وَالْقِصَرِ وَالْحَرِّ وَالْبَرْدِ فَكَانَ فِي ذَلِكَ شَبَهُ الْحَالِ بِالشَّرِيعَةِ السَّمْحَةِ الَّتِي جَاءَ بِهَا صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ مِنْ رَفْعِ الْإِصْرِ وَالْأَغْلَالِ الَّتِي كَانَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَنَا وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِذَلِكَ حَيْثُ يَقُولُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى (الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنْ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمْ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمْ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ) (المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجزء الثانی صفحہ۲۸)

(۴)......رمضان المبارک اور دوسرے کسی متبرَّک و معظَّم مہینہ یا دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوتی تو اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ اس مبارک مہینہ یا دن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک بنی ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ذریعہ سے زمانہ کو عظمت وفضیلت حاصل ہوتی ہے، اور ربیع الاول کے مہینے کی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے علاوہ کسی اور طریقے سے ثابت نہیں، نیز اس مہینے کے نام کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے خاص مناسبت اور تعلق ہے، اس لئے یہ مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے لئے گونا گوں مصلحتوں اور حکمتوں کا حامل ہے۔ [۱]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبِ مطہر تمام نسبوں سے زیادہ شریف اور عظیم ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفارِ مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کرسکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

محمد۔بن عبداللہ۔بن عبدالمطلب۔بن ہاشم۔بن عبدمناف۔بن قصی۔بن کلاب۔
بن مرہ۔بن کعب۔بن لوی۔بن غالب۔بن فہر۔بن مالک۔بن نضر۔بن کنانہ۔

---

[۱] الْوَجْهُ الرَّابِعُ :أَنَّهُ قَدْ شَاءَ الْحَكِيمُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَتَشَرَّفُ بِهِ الْأَزْمِنَةُ وَالْأَمَاكِنُ لَا هُوَ يَتَشَرَّفُ بِهَا بَلْ يَحْصُلُ لِلزَّمَانِ وَالْمَكَانِ الَّذِي يُبَاشِرُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْفَضِيلَةُ الْعُظْمَى وَالْمَزِيَّةُ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنْ جِنْسِهِ إلَّا مَا اُسْتُثْنِيَ مِنْ ذَلِكَ لِأَجْلِ زِيَادَةِ الْأَعْمَالِ فِيهَا وَغَيْرِ ذَلِكَ .
فَلَوْ وُلِدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَوْقَاتِ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهَا لَكَانَ ظَاهِرُهُ يُوهِمُ أَنَّهُ يَتَشَرَّفُ بِهَا فَجَعَلَ الْحَكِيمُ جَلَّ جَلَالُهُ مَوْلِدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِهَا لِيَظْهَرَ عَظِيمُ عِنَايَتِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ وَكَرَامَتُهُ عَلَيْهِ .
وَقَدْ تَقَدَّمَ مَا فِي (قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلسَّائِلِ الَّذِي سَأَلَهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ يَوْمٌ وُلِدْت فِيهِ وَلَمَّا أَنْ صَرَّحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ فِي يَوْمِ الِاثْنَيْنِ ذَلِكَ يَوْمٌ وُلِدْت فِيهِ) عُلِمَ بِذَلِكَ مَا اُخْتُصَّ بِهِ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ مِنْ الْفَضَائِلِ وَكَذَلِكَ الشَّهْرُ الَّذِي ظَهَرَ فِيهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المدخل لابن الحاج ،فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجزء الثانی صفحہ ۲۹)

بن خزیمہ۔ بن مدرکہ۔ بن الیاس۔ بن مضر۔ بن نزار۔ بن معد۔ بن عدنان۔ [1]

یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب اجماعِ امت سے ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے اس لئے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے:

محمد۔ بن آمنہ۔ بنتِ وہب۔ بن عبدمناف۔ بن زہرۃ۔ بن کلاب۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرہ میں آپ کے والدین کا دودھیال ونھیال دونوں طرف سے نسب جمع ہو جاتا ہے (سیرتِ خاتم الانبیاء صفحہ ۱۶ تا ۱۷، وسیرتُ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷)

---

[1] بَـاب مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْـنِ عَبْـدِ مَـنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعبِ بْنِ لؤَيِّ بْنِ غالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْـنِ الـنَّـضْـرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ(بخاری جلد ۲، کتاب فضائل الصحابة)

[2] قَالَ ابْنُ هشَامٍ :فَـوَلَـدَ عَبْـدُ الـلّهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطّلِبِ رَسُولَ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ سَيّـدَ وَلَـدِ آدَمَ مُـحَـمّـدَ بْـنَ عَبْـدِ الـلّـهِ بْـنِ عَبْدِ الْمُطّلِبِ ، صَلَوَاتُ اللّهِ وَسَلَامُهُ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ .وَأُمّـهِ آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرّةَ بْـنِ كَـعْـبِ بْـنِ لُـؤَيّ بْـنِ غَـالِـبِ بْـنِ فِهْـرِ بْنِ مَـالِكِ بْنِ النّضْـر(سيـرت ابنِ هشـام، ص ۱۱۰ ،رَسُولُ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ وَأُمّهَاتُهُ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سیرت وصورت دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا، اس لئے آپ کی سیرتِ طیبہ، اخلاقِ حسنہ، اور آپ کی صورتِ مبارکہ وحسن وجمال دونوں کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

تاکہ آپ کے اسوۂ حسنہ اور کمالات کو سامنے رکھ کر آپ کے حقوق کی ادائیگی ہو سکے۔

آپ کی سیرتِ طیّبہ واخلاقِ حسنہ کی ایک جھلک

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں:

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے (ترجمہ ختم)

کسی نے امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب فرمایا کہ:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ "وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (مسند احمد) [2]

ترجمہ: آپ کے اخلاق قرآن مجید کا عملی نمونہ تھے، کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ عزو

---

[1] حدیث نمبر ۲۰۱۵، ابواب البر والصلة، بَاب مَا جَاءَ فِي خُلُقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الترمذى:

وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَالْبَرَاءِ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (حواله بالا)

[2] حديث نمبر ۲۴۶۰۱، مؤسسة الرسالة، بيروت.

حديث صحيح، المبارك بن فضالة -يدلس ويسوى إلا أنَّ ما رواه عن الحسن يحتج به فيما قال أحمد، وقد توبع، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

جل کا یہ ارشاد نہیں پڑھا؟

’’اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ‘‘(سورة القلم آیت ۴)

بیشک (اے محمد!) آپ حسنِ اخلاق کے بڑے رتبہ پر ہیں (ترجمہ ختم)

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی پورے قرآن مجید کی عملی تفسیر تھی۔ [1] خود قرآن مجید نے اس کی گواہی دی اور فرمایا۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ(سورة الأحزاب آیت ۲۱)

’’یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالَم کے لئے رحمت تھے، نہایت خاکسار، مہربان اور رحم دل تھے، چھوٹے بڑے سب سے ان کے درجوں کے مطابق پیش آتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ رکھتے، اور کسی سے بغض اور حسد نہ فرماتے، اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھتے تھے، گناہ گاروں کی تحقیر نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کام کاج میں عار محسوس نہ فرماتے، بلکہ اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتے تھے، چنانچہ اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، اگرچہ آپ کے بے شمار جاں نثار خادم موجود تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے، اور کوئی امتیازی شان اختیار نہ فرماتے تھے، چنانچہ مسجد نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے کے کام میں دوسروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی۔

---

[1] قالت فإن خلق رسول الله كان القرآن أى كان خلقه جميع ما فصل فى القرآن من مكارم الأخلاق فإن النبى كان متحليا به وقيل تعنى كان خلقه مذكورا فى القرآن فى قوله تعالى وإنک لعلى خلق عظيم القلم تعنى أن العظيم إذا عظم أمرا لم يقدر أحد قدره ولم يعرف أحد طوره وقال صاحب الإحياء أرادت بقولها كان خلقه القرآن مثل قوله تعالى خذ العفو الأعراف الآية وقوله إن الله يأمر بالعدل والإحسان النحل الآية وقوله فاصبر على ما أصابک لقمان وقوله تعالى فاعف عنهم واصفح المائدة وقوله تعالى والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس آل عمران وقوله تعالى يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن الحجرات من الآيات الدالة على تهذيب الأخلاق الذميمة وتحصيل الأخلاق الحميدة (مرقاة، كتاب الصلاة، باب الوتر وبيان وقته وعدد ركعاته وكونه واجبا أو سنة)

مزاجِ مبارک میں سادگی بہت تھی، کھانے پینے پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا، جو سامنے آجاتا وہ کھالیتے، پہننے کے لئے موٹا جھوٹا جومل جاتا اس کو پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ اور لیٹ جاتے۔

اللہ کی نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اٹھانے کی اجازت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور دی لیکن تن پروری اور عیش کو نہ اپنے لئے پسند فرمایا نہ عام مسلمانوں کے لئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں، کمزوروں، بے کسوں، ضرورت مندوں، یتیموں، بیماروں اور ہمسایوں سے محبت رکھتے، ان کی مدد اور دل جوئی فرماتے، اور دوسروں کو بھی ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکینوں سے محبت کا یہ عالَم تھا کہ آپ ان کے ساتھ زندہ رہنے اور ان کے ساتھ وفات پانے اور ان کے ہی ساتھ محشور ہونے کی دعا فرماتے۔

اسلام سے پہلے عورتیں ذلیل سمجھی جاتی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بہت احسان فرمایا، ان کے حقوق مقرر فرمائے اور اپنے قول وفعل سے ظاہر فرمادیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے رحمت بن کرآئے تھے، اس لئے کسی کے ساتھ بھی زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ جولوگ بے پروائی برتتے تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہ تھی اور ان بے زبانوں پر جو ظلم ہوتا آیا تھا اس کو روک دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا یہ عالَم تھا کہ شرعی جہاد کے موقع پر دشمنوں کے مقابلہ میں پیش پیش ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ معاشرت میں بھی بہت مہذب تھے، کسی کو اپنی ذات سے تکلیف پہنچانا گوارا نہیں تھا، اور اس سے دوسروں کو بھی سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لین دین کے معاملات میں بہت صاف تھے، کسی کا اپنے ذمہ حق نہ رکھتے تھے، جو وعدہ فرماتے اس کو پورا کرتے، کبھی بدعہدی نہیں فرمائی۔

سچائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی صفت تھی کہ دشمن بھی اس کو مانتے تھے، ابوجہل کہا کرتا تھا

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی حیاء دار تھے، کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بہت استقلال اور استقامت تھی۔

دنیا سے بے رغبتی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا، کبھی کبھی دلچسپی کی باتیں فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادگی کے باوجود صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ الگ ہوتا، بلاضرورت اور فضول گفتگو سے پرہیز فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنسنے کی عادت نہ تھی، جب کبھی ہنسی کی ضرورت محسوس فرماتے، تو عام طور پر تبسم پر اکتفاء فرماتے تھے۔

ہر وقت اللہ کی خوشی کی تلاش رہتی اور ہر حالت میں دل اور زبان سے اللہ کی یاد جاری رہتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفلوں میں یا بیویوں کے حجروں میں ہوتے اور یکا یک اذان کی آواز آتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوتے۔ رات کا بڑا حصہ عبادت میں بسر ہوتا کبھی پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی، فیاض اور داد ودہش والے تھے، فیاضی اور دنیا کے مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں مال جمع کر کے رکھنا گوارا نہ تھا، اگر کبھی مال آتا تو اس سے دوسرے ضرورت مند کی مدد فرما دیتے تھے، خود بھوکے رہتے اور دوسرے کو کھلاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے، کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا وہ ان کو کھلا پلا دیا جاتا اور خود فاقہ کو اختیار فرماتے، بعض اوقات دو دو مہینوں تک لگاتار گھروں میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی، چند کھجوروں پر گذارا ہوتا تھا۔ [۱]

---

[۱] عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۹۶)

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دعائے ابراہیمی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، نسب میں سب سے عالی، حسب میں سب سے برتر، اپنے عہدِ طفولیت ہی سے ہمیشہ ممتاز سیرت، ممتاز صورت، عادات وشمائل میں قوم سے علیٰحدہ، عبادات ورسوم میں ان سے الگ، لہوولعب سے مجتنب، شرک وکفر سے متنفر، صدق وصفاء، احسان وسلوک سے مزین، ظلم وعدوان اور جملہ فواحش سے کوسوں دور، جنگ وجدال سے نفور، مال وجان کی محبت سے بالاتر، عدل وانصاف کے شہزادے، غرض جملہ اخلاقِ فاضلہ سے محلّٰی اور جملہ اخلاقِ رذیلہ سے معریٰ، جوانی میں عصمت وعفت کے فرشتے، پیری میں وقار ورعب کا پیکر، بال بال سے حسن ٹپکتا، کلمہ کلمہ سے پھول جھڑتے، روئیں روئیں سے فہم وفراست چمکتی، غصہ ومحبت اور جدل وہزل سے یکساں حق گو، عفوودرگزر کرنے والے، مخلوق خدا کے سب سے بڑے ہمدرد، عہدو پیمان کے سب سے پکے، سب سے زیادہ راست گو، سب سے بڑھ کر امانت دار، لطف یہ کہ خود امی اور قوم بھی سب امی، تورات وانجیل کو آپ جانتے نہ آپ کی قوم جانتی، نہ کسی سے کوئی حرف پڑھا، نہ اہلِ علم کے پاس نشست وبرخاست رکھی، قیاس ورہبان آپ کے موعود نبی ہونے پر سب متفق اور مشرکینِ عرب سب ہی آپ کی ان صفات کے معترف۔ اسی حالت میں چالیس سال گزرے، کبھی نبوت کا ایک حرف زبان سے نہ نکلا، جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو ایک عجیب وغریب دعویٰ کیا جس سے نہ ملک آشنا، نہ باپ دادا آشنا، اور ایک ایسا کام لوگوں کے سامنے پیش کیا جو آج تک نہ کسی نے سنا اور نہ آئندہ اس کی نظیر ممکن، صُحفِ سماویہ سب اس کے سامنے سرنگوں، نہ الٰہیات وعملیات میں کوئی اس کے ہم پلہ، نہ سیاسیات ومعاشیات میں کوئی اس کا ہم عصر، اسرار کا مخزن، علوم کا سمندر، قصص وامثال ونصائح وعبر کا دریا، طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے، کوئی بھلی چیز ایسی نہ تھی جس کو عقولِ سلیمہ برا جانیں مگر اس سے روک نہ دیا

ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جس کا آپ حکم دیں اس کے لئے طبائعِ سلیمہ کی خواہش یہ ہو کہ آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کبھی اس بات سے روکا جس کے متعلق طبائعِ سلیمہ کی تمنا یہ ہو کہ آپ نہ روکتے۔ اس پر ریاست وسرداری سے بیزار، دشمنوں اورمخالفوں سے لاپرواہ، احباب وانصار سے بے نیاز، نہ ہاتھ میں کوئی دولت نہ پشت پر کوئی (مادی) طاقت، نہ قبضہ میں کوئی ملک۔

زن وزر کی کوئی دولت نہیں جو قدموں پر نہ ڈال دی گئی ہواور آپ نے اس کو ٹھکرا نہ دیا ہو، جبس وقید، جلاوطنی، حتیٰ کہ قتل کی کوئی تدبیر اٹھا کر نہیں رکھی گئی جس کو پورا نہ کیا گیا ہو مگر آپ دشمنوں کے جھرمٹ میں اسی طرح خدا کے دین کے بے خوف وہراس منادی، کوچوں میں، بازاروں میں، ایامِ حج میں کوئی جگہ نہ چھوڑی جہاں پہنچ کر اعلان نہ کر دیا، تنہائی میں بھی اورمحفلوں میں بھی، عوام میں بھی اورخواص میں بھی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنے دین کو قبول کرنے کے لئے کسی کو قتل کی دھمکی دی ہو یا کسی قسم کا طمع لالچ دیا ہو۔ تیرہ سال اسی طرح گزار دیئے، نہ ساز وسامان اور نہ کوئی یار ومددگار، مگر دل میں کسی کا خوف نہ چہرہ پر کچھ ہراس، جب اقتدار ملا تو دشمنوں سے درگزر اور ایذا رسانوں کے لئے عفو کا اعلان، کسی پر ذرا ظلم وتعدی ہو کیا مجال، تمام عمر کانٹے پر تلی ہوئی۔ امن ہو یا خوف، فراغت ہو یا تنگی، شکست ہو یا فتح اپنے متبعین کی قلت ہو یا کثرت، ہر حال میں وہ استقامت کہ قدم ایک انچ بھی ادھر سے اُدھر نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ جب دنیا میں تشریف لائے تو فضائے عالم تاریک، نہ دنیا سے باخبر نہ ہدایت سے آشنا، بت پرستی سے خدا کی زمین ناپاک، خونریزی اورقتل وغارت سے نالاں، نہ مبداء کی خبر نہ معاد کا علم، اور جب آپ تشریف لے گئے تو وہی سب سے بڑھ کر عالم، سب سے زیادہ مہذب، سب میں ممتاز دیندار، انصاف وامن کے قائم کرنے والے اور دنیا کی نظروں میں ایسے سربلند کہ اگر ان پر بادشاہوں کی نظر پڑتی تو وہ مرعوب ہو جاتے اوراگر اہلِ کتاب ان کو دیکھتے تو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے

حواری بھی بھلا ان سے کیا افضل ہوں گے؟ اس اقتدار وقبول کے ساتھ جب آپ نے دنیا کو چھوڑا تو ترکہ میں نہ درہم نہ دینار نہ کوئی ملک وخزانہ صرف خچر اور زرہ مبارک کہ وہ بھی ایک یہودی کے ہاتھ صاع جو کے عوض میں مرہون (خطباتِ اکابر ج ا ص ۳۹ تا ۴۱)

اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمہ اللہ نے آپ کی سیرت پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

یوں تو اس دنیا کی عمر بہت بتائی جاتی ہے مگر یہ دنیا کئی بار سو سو کر جاگی ہے اور مر مر کر زندہ ہوئی ہے، آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے عقل وہوش کی آنکھیں کھولیں، وہ، وہ دن تھا جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا، وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا، مگر اس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی، سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خودکشی میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس لئے سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں۔

چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستے پر پڑ گئی تھی، اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا، راستے کا نشیب بڑھتا جا رہا تھا اور رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم کا سارا کنبہ سوار تھا۔ ہزاروں برس کی تہذیبیں اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں تھیں، گاڑی کے سوار میٹھی نیند سو رہے تھے یا زیادہ اور اچھی جگہ حاصل کرنے کے لئے آپس میں دست وگریبان تھے۔ کچھ تنک مزاج تھے، جب ساتھیوں سے روٹھتے تو ایک طرف سے دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ جاتے کچھ ایسے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلاتے، کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جا رہی ہے اور اب وہ کتنا قریب رہ گیا ہے۔

انسانیت کا جسم تر وتازہ تھا، مگر دل نڈھال، دماغ تھکا ہوا، ضمیر بے حس ومردہ، نبضیں ڈوب رہی تھیں اور آنکھیں پتھرانے والی تھیں، ایمان ویقین کی دولت سے عرصہ ہوا یہ

انسانیت محروم ہو چکی تھی، پورے پورے ملک میں ڈھونڈے سے ایک صاحبِ یقین نہ ملتا۔ توہُّمات کا ساری دنیا پر قبضہ تھا۔ انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکایا تھا، ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا۔ حرام اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔ ؎

شراب اس کی گھٹی میں گویا پڑی تھی جُوا اس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے، اور بستیاں اجاڑ کر بستے تھے، ان کے کتے موج کرتے اور انسان دانے دانے کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ جینا دوبھر تھا، جو اس معیار پر پورا نہ اترے وہ جانور سمجھا جاتا تھا، نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر جھکی اور ٹوٹی جاتی تھی، لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، سب زندگی کی فکروں میں گرفتار اور ظلم وزیادتی سے زار ونزار تھے پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ تھا جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضامندی کی فکر ہو، یا راستے کی سچی تلاش ہو؛ غرض یہ نام کی زندگی تھی مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خودکشی۔ دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا، معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، دامن تار تار، اصلاح کے لئے جو لوگ آگے بڑھے وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے۔ ع

''تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا''

فلسفی اور حکیم، شاعر اور ادیب، کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا، سب اس وبا کے شکار تھے، مریض مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسروں کو کس طرح یقین سے بھر دے؟ جو خود پیاسا ہو، دوسروں کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا اور کنجی گم تھی، زندگی کی ڈور الجھ گئی تھی اور سرا نہ ملتا تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا، آخر کار اس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں جو فطرت سے قریب تھی، ایک پیغمبر بھیجا، کہ پیغمبر کے سوا اب اس بگڑی دنیا کو کوئی بنا نہیں سکتا تھا۔ اس پیغمبر کا نام نامی محمد بن عبداللہ ہے۔ اللہ کے لاکھوں سلام و درود ہوں ان پر۔ ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اس زندگی کی ہر چیز سلامت مگر بے جگہ و بے قرینہ، زندگی کا پہیہ گھوم رہا تھا، مگر غلط رخ پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چول کھسک گئی تھی اور ساری خرابی اسی کی تھی۔ یہ چول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنانے والے کا صحیح علم، اسی کی بندگی اور تابعداری کا فیصلہ، اس کے پیغمبروں کو ماننا اور ان کی ہدایت و تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا اور دوسری زندگی کا یقین۔

انہوں نے زندگی کی چول بٹھادی، مگر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر، اور اپنا سب کچھ قربان کر کے، انہوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرادیا، دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا، گھر والوں کو فقر و فاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہر قربانی میں ہر خطرے میں پیش پیش، اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دور دور، لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رخ پر نہ ڈال دیا اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تیئس برس میں دنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہو گیا، اچھے برے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا، انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اونچ نیچ دور ہوئی، قومی و نسلی غرور ٹوٹا، عورتوں کو حقوق ملے، کمزوروں و بے بسوں کی ڈھارس بندھی، غرض دیکھتے دیکھتے دنیا بدل گئی، جہاں پورے پورے ملک میں ایک خدا سے ڈرنے والا نظر نہ آتا،

وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہوگئے، جو اندھیرے اجالے میں خدا سے ڈرنے والے تھے، جو یقین کی دولت سے مالا مال تھے جو دشمن کے ساتھ انصاف کرتے تھے، جو حق کے معاملے میں اپنی اولاد کی پرواہ نہ کرتے، جو اپنے خلاف گواہی دینے کو تیار رہتے، جو دوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے، جو کمزوروں کو طاقتور پر ترجیح دیتے، رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار، دولت، حکومت، طاقت، خواہشات سب پر حاکم، سب پر غالب، صرف ایک اللہ کے محکوم، صرف ایک اللہ کے غلام، انہوں نے اس دنیا کو علم، یقین، امن، تہذیب، روحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔ زمانے کی رت بدل گئی، انسان کیا بدلا، جہان بدل گیا، زمین وآسمان بدل گئے، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے، آدم علیہ السلام کی اولاد پر آدم کے کسی فرزند کا احسان نہیں، جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کے انسانوں پر ہے۔ اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطا کیا ہے تو انسانی تہذیب ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی اور اس کو اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مبارک کیوں نہ ہو کہ اس دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہو جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ۔۔۔ وہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

(''کاروانِ مدینہ'' ص۲۱ تا ۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ وحسن وجمال کی ایک جھلک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہٗ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔
لیکن اپنی ہمت ووسعت کے مطابق حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو بیان فرمایا۔

سِیَر، احادیث وتواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم بامسمّٰی بنایا تھا اور کمالاتِ باطنی کے ساتھ جمالِ ظاہری بھی اکمل واتم طریقہ پر عطا فرمایا تھا، جس کا مختصر حال ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ (بخاری) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں چہرے کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے، آپ کا قد مبارک نہ تو غیر معمولی لمبا تھا، اور نہ چھوٹا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حسن وجمال اور باطنی حسن وجمال (یعنی حسنِ اخلاق) دونوں اعتبار سے سب انسانوں سے زیادہ اعلیٰ واحسن اور عظیم تھے۔ [۲]

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے:

---

[۱] حديث نمبر ۳۵۴۹، كتاب المناقب، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم حديث نمبر ۲۳۳۷۔

[۲] (كان أحسن الناس وجها) حتى من يوسف قال المؤلف :من خصائصه أنه أوتى كل الحسن ولم يؤت يوسف إلا شطره (وأحسنهم خلقا) بضم المعجمة على الأرجح فالأول إشارة إلى الحسن الحسى والثانى إشارة إلى الحسن المعنوى ذكره ابن حجر وما رجحه ممنوع فقد جزم القرطبى بخلافه فقال :الرواية بفتح الخاء وسكون اللام قال :أراد حسن الجسم بدليل قوله بعده ليس بالطويل إلخ قال :وأما ما فى حديث أنس الآتى فروايته بضم الخاء واللام فإنه عنى به حسن المعاشرة بدليل بقية الخبر وفى رواية وأحسنه بالإفراد والقياس الأول قال أبو حاتم :لا يكادون يتكلمون به إلا مفردا وقال غيره :جرى على لسانهم بالإفراد ومنه حديث ابن عباس فى قول أبى سفيان عندى أحسن العرب وأجمله أم حبيبة بالإفراد فى الثانى (ليس بالطويل البائن) بالهمز وجعله بالياء وهم أى الظاهر قوله من باب ظهر أو المفرط طولا الذى بعد عن حد الاعتدال وفاق سواه من الرجال (ولا بالقصير) بل كان إلى الطول أقرب كما أفاده وصف الطويل بالبائن دون القصير بمقابله وجاء مصرحا به فى رواية البيهقى وزعم أن تقييد القصير بالمتردد فى رواية لوجوب جمل المطلق على المقيد يدفعه أن حمله عليه فى النفى لا يجب وفى الإثبات تفصيل(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۶۴۷۴)

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مُتَرَجِّلًا لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحَدًا هُوَ أَجْمَلُ مِنْهُ (نسائی) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جبے میں بالوں میں کنگھی کئے ہوئے دیکھا، میں نے کسی کو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پیر مبارک بھرے ہوئے تھے، چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد اور آپ سے پہلے آپ جیسا نہیں دیکھا، اور آپ کی ہتھیلیاں معتدل تھیں (ترجمہ ختم) [3]

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ حَسَنَ الْجِسْمِ أَسْمَرَ اللَّوْنِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ إِذَا مَشٰى يَتَوَكَّأُ (ترمذی) [4]

---

[1] حديث نمبر ٥٣١٤، كتاب الزينة، باب لُبْسُ الْحُلَلِ، مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب.

[2] حديث نمبر ٥٩٠٧، كتاب اللباس، باب الجعد، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] قوله ضخم اليدين أى غليظ اليدين قوله لا جعد ولا سبط مبنيان على الفتح وروى لا جعدا ولا سبطا بالتنوين......قوله بسط الكفين أى مبسوطهما خلقة وصورة وقيل أى باسطهما بالعطاء والأول أنسب بالمقام ويروى بسيط اليدين على وزن فعيل ويروى بسط بكسر الباء فقيل هو بمعنى المبسوط كالطحن بمعنى المطحون وقال الجوهرى يد بسط أى مطلقة وفى قراء ة عبد الله بل يداه بسطان (عمدة القارى، كتاب اللباس، باب الجعد)

[4] ج٤ص٢٣٣، حديث نمبر ١٧٥٤، ابواب اللباس، باب ما جاء فى الجمة واتخاذ الشعر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الترمذى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَالْبَرَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَأُمِّ هَانِئٍ حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ حُمَيْدٍ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے نہ بہت چھوٹے اور نہ بہت لمبے، آپ کا جسم حسین تھا، آپ کے گورے رنگ میں کالے پن کی آمیزش تھی (جس کی وجہ سے رنگ میں کشش تھی) اور آپ کے بال مبارک نہ تو بالکل گھنگھریالے تھے، اور نہ بالکل سیدھے، جب آپ چلتے تھے تو نیچے کی طرف مائل ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

مختلف روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کا ذکر مختلف آیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان سب میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید اور صاف بھی تھا، اور اس میں سرخی کی آمیزش بھی تھی، اور قدرے سیاہی کی آمیزش بھی، جس کے مجموعہ سے آپ کا رنگ انتہائی پُرکشش تھا۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ (شمائلِ ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر گورے تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] وقال ابن حجر :قوله أزهر اللون أى أبيض مشرب بحمرة وقد ورد ذلک صريحا فی روايات أخر صريحة عند الترمذی والحاكم وغيرهما كان أبيض مشربا بياضه بحمرة (ليس بالأبيض الأمهق) كذا فی الأصول ورواية أمهق ليس بأبيض قال القاضی :وهم (ولا بالآدم) بالمد أى ولا شديد السمرة وإنما يخالط بياضه الحمرة لكنها حمرة بصفاء فيصدق عليه أنه أزهر كما ذكره القرطبی والعرب تطلق على من هو كذلک أسمر والمراد بالسمرة التی تخالط البياض ولهذا جاء فی حديث أنس عند أحمد والبزار قال ابن حجر بإسناد صحيح صححه ابن حبان أنه كان أسمر وفی الدلائل للبيهقی عن أنس كان أبيض بياضه إلى السمرة وفی لفظ لأحمد بسند حسن أسمر إلى البياض قال ابن حجر :يمكن توجيه رواية أمهق بالأمهق الأخضر اللون الذی ليس بياضه فی الغاية ولا سمرته ولا حمرته فقد نقل عن رؤية أن المهق خضرة الماء فهذا التوجيه على تقدير ثبوت الرواية (وليس) شعره (بالجعد) بفتح الجيم وسكون العين (القطط) بفتحتين أى الشديد الجعودة الشبيه شعر السودان (ولا بالسبط) بفتح فكسر أو سكون المنبسط المسترسل الذی لا تكسر فيه فهو متوسط بين الجعودة والسبوطة(فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ۶۴۸۶، حرف الكاف، ج۵ ص۷۳،المكتبة التجارية الكبرى،مصر)

[2] حديث نمبر ۱۱ ،باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله عليه وسلم .

اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ رَجُلٌ رَآهُ غَيْرِىْ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ فَكَيْفَ رَأَيْتَهُ قَالَ كَانَ أَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا (مسلم) [1]

ترجمہ: میرے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا اب کوئی روئے زمین پر موجود نہیں، راوی حضرت جریری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیل سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا دیکھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ انتہائی پرکشش، سفید رنگ کے تھے، اور بالکل معتدل تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ گورے اور چاندی کی طرح صاف اور چمکدار ہونے کے ساتھ پرکشش بھی تھے، جس میں سرخی کی آمیزش تھی، جیسا کہ دوسری روایات میں آتا ہے، اور افراط تفریط سے پاک ہوکر ہر طرح سے معتدل تھے۔ [2]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قَصِيْرٌ وَلَا طَوِيْلٌ، عَظِيْمَ الرَّأْسِ رَجِلَهٗ، عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ، مُشْرَبًا حُمْرَةً، طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ، عَظِيْمَ الْكَرَادِيْسِ

---

[1] حديث نمبر ۲۳۴۰، كتاب الفضائل ،باب كان النبى صلى الله عليه وسلم أبيض مليح الوجه،دار إحياء التراث العربى -بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۲۳۷۹۷، دلائل النبوة للبيهقى حديث نمبر ۱۲۱.

[2] كان أبيض مليحا احترازا من كونه أمهق مقصدا بفتح الصاد المشددة أى متوسطا معتدلا وفى النهاية هو الذى ليس بطويل ولا قصير ولا جسيم كأن خلقه يجىء به القصد من الأمور والمعتدل الذى لا يميل إلى أحد طرفى الإفراط والتفريط (مرقاة، كتاب الفضائل والشمائل ، باب اسماء النبى صلى الله عليه وسلم وصفاته)

(كان أبيض كأنما صيغ)أى خلق من الصوغ بمعنى الإيجاد أى الخلق (من فضة) باعتبار ما كان يعلو بياضه من الإضاء ة ولمعان الأنوار والبريق الساطع فلا تدافع بينه وبين ما بعده من أنه كان مشرباً بحمرة (رجل) بفتح فكسر أى مسرح (الشعر) وفسر بما فيه تثن قليلاً (ت فيها عن أبى هريرة) وإسناده صحيح.

(كان أبيض مشرباً) بالتخفيف (بياضه بحمرة) من إلا شراب وهو مداخلة نافذة كالشراب (وكان أسود الحدقة) بالتحريك أى شديد سواد العين (أهدب الأشفار) جمع شفر بالضم ويفتح حروف الأجفان التى ينبت عليها الشعر (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، حرف الكاف)

شَثُنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشى تَكَفَّأَ كَأَنَّمَا يَهْبِطُ فِي صَبَبٍ ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پستہ قد تھے، اور نہ زیادہ لمبے، سر مبارک بڑا اور گھنگریالے بالوں والا تھا، ڈاڑھی مبارک بڑی تھی، رنگ مبارک سرخی کی آمیزش کو لئے ہوئے تھا، سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے پُر تھے، جب چلتے تھے، گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں بھی ہے:

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا انْحَطَّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ مِثْلَهُ (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، اور نہ پستہ قد، آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے پُر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، جب چلتے تھے، گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] حديث نمبر ٩٤٦، مؤسسة الرسالة، بيروت.

[2] حديث نمبر ٣٦٣٧، كتاب المناقب، باب ماجاء فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم، شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْمَسْعُودِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ وَلاَ مَسِسْتُ دِيبَاجَةً وَلاَ حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلاَ شَمَمْتُ مِسْكَةً وَلاَ عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا، پسینہ کی بوند آپ کے چہرۂ انور پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی، جب آپ چلتے تو (عاجزی کی وجہ سے) نیچے کی طرف مائل ہوتے، اور میں نے ریشم کا مخصوص کپڑا یا ریشم کا کوئی بھی کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں چھوا، اور میں نے مشک اور عنبر کی (عالیشان خوشبو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عالیشان نہیں سونگھی (ترجمہ ختم)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان اس طرح روایت کرتے ہیں:

خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، مجھے آپ نے

---

[1] حديث نمبر ۲۳۳۰، كتاب الفضائل، باب طيب رائحة النبى صلى الله عليه وسلم ولين مسه والتبرك بمسحه، دار إحياء التراث العربى - بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۱۳۳۸۱.

[2] حديث نمبر ۲۰۱۵، ابواب البر والصلة، بَاب مَا جَاءَ فِي خُلُقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

قال الترمذى:

وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَالْبَرَاءِ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (حواله بالا)

کبھی اُف تک نہیں کہا، اور میرے کسی کام کے کرنے کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس کو کیوں کیا، اور نہ کسی چھوڑی ہوئی چیز کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے اس کو کیوں چھوڑا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، میں نے ریشم کا موٹا یا باریک کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی مشک یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبو والا ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ مبارکہ اور حسنِ مبارک، رنگ مبارک، پسینہ مبارک، چلنے کا انداز، بدن کی نزاکت ونرمی اور آپ کے جسمِ مبارک سے نکلنے والی خوشبو تمام چیزیں ہی بے مثال تھیں۔

اور ویسے تو حضراتِ صحابۂ کرام کی طرف سے خدمت کرنے میں کوئی کمی نہیں تھی، کہ جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روک ٹوک کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو، اور اگر کبھی کوئی بشری تقاضے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی موٹی کوتاہی ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے درگزر فرمایا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] كان رسول الله أزهر اللون أى أبيض نيرا كان بتشديد النون عرقه اللؤلؤ أى فى الهيئة والصفاء والضياء إذا مشى تكفأ بتشديد الفاء فهمز وفى نسخة صحيحة بألف قال النووى هو بالهمز وقد يترك همزة وزعم كثيرون أنه بلا همزة وليس كما قالوا ونقل شارح عن التوربشتى إن الرواية المعتد بها فى تكفا بغيرهمز وذكر الهروى أن الأصل فيه الهمز ثم تركت قال التوربشتى قيل أى تمايل إلى قدام كما تتكفأ السفينة فى جريها من قولهم أكفأته وكفأته إذا أملته ويقال كفأت الإناء فانكفأ وتكفأ أو أراد به الترفع عن الأرض مرة واحدة كما يكون مشى الأقوياء وذوى الجلاد بخلاف المتماوت الذى يجر رجله فى الأرض ويدل عليه قول الواصف إذا مشى تقدم وفى شرح مسلم قال شمر معناه مال يمينا وشمالا كما تكفأ السفينة قال الأزهرى هذا خطأ لأن هذه صفة المختال قال القاضى عياض لا بعد فيما قاله شمر إذا كان خلقة وجبلة والمذموم منه ما كان مستعملا مقصودا ما مسست بكسر السين الأولى ويفتح ديباجة بكسر الدال ويفتح وهو نوع من الحرير ولا حريرا أى مطلقا ألين من كف رسول الله ولا شممت بكسر الميم ويفتح مسكا ولا عنبرا أطيب من رائحة النبى (مرقاة، كتاب الفضائل والشمائل ، باب اسماء النبى صلى الله عليه وسلم وصفاته)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَاءَ تْ أُمِّيُ بِقَارُوْرَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيُهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِىْ تَصْنَعِيْنَ .قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيْبِ(مسلم) [1]

ترجمہ: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور دوپہر کو آرام فرمایا، تو میری والدہ نے ایک شیشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنا شروع کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہو کر فرمایا کہ اے امِ سلیم یہ آپ کیا کرتی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کا پسینہ مبارک ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں، جو کہ تمام خوشبوؤں میں سب سے زیادہ عمدہ خوشبو ہے (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم إِذَا مَرَّ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيْبِ وَقَالُوْا :مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم فِيْ هٰذَا الطَّرِيْقِ(مسند البزار) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے کے کسی راستے میں گزرتے تھے، تو لوگ آپ کی خوشبو محسوس کرلیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ اس راستے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ إِذَا أَقْبَلَ(الكامل لابن عدى) [3]

---

[1] حديث نمبر ٢٣٣١، كتاب الفضائل ،باب طيب رائحة النبى صلى الله عليه وسلم ولين مسه والتبرك بمسحه،دار إحياء التراث العربى -بيروت.

[2] حديث نمبر ٧١١٨،مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة.

[3] ج٨ص ١٨٤،الكتب العلمية -بيروت-لبنان،مسند البزار ،تحت حديث رقم ٧١١٨.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری سے پہلے (اپنی مخصوص) خوشبو (مبارک) سے پہچان لئے جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَسْلُكْ طَرِيْقاً أَوْ لَا يَسْلُكُ طَرِيْقاً فَيَتْبَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا عَرَفَ أَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طِيْبِ عَرْفِهِ أَوْ قَالَ :مِنْ رِيْحِ عَرَقِهِ (سنن دارمی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے پر بھی نہیں چلے، یا کسی راستے پر بھی نہیں چلتے تھے، اور آپ کے بعد (اس راستے سے) کوئی جاتا تھا، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے (مبارک) کی خوشبو سے پہچان لیتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْرَفُ بِاللَّيْلِ بِرِيْحِ الطِّيْبِ (سنن دارمی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت میں (بغیر دیکھے ہی) خوشبو سے پہچان لئے جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ إِذَا أَقْبَلَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] حديث نمبر ٦٧، كتاب دلائل النبوة، باب فى حسن النبى صلى الله عليه وسلم، دار المغنى للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، واللفظ لهٗ، دلائل النبوة حديث نمبر ٢٣١٩.

[2] حديث نمبر ٦٦، كتاب دلائل النبوة، باب فى حسن النبى صلى الله عليه وسلم، دار المغنى للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.

[3] حديث نمبر ٢٦٨٥٨، كتاب الادب، باب ما يستحب للرجل أن يوجد ريحه منه.

قال الالبانی:

و بالجملة ، فالحديث حسن على أقل الأحوال بمجموع طرقه .و الله تعالى أعلم (السلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ٢١٣٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری سے پہلے خوشبو سے پہچان لئے جاتے تھے (ترجمہ ختم)

غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک اور پسینہ مبارک سے نکلنے اور مہکنے والی خوشبو اتنی عالیشان اور قوی تھی کہ آپ جس راستہ پر چلتے تھے وہ راستہ بھی آپ کی خوشبو مبارک سے مہک اٹھتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنتِ معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ:

صِفِیُ لَنا رَسُوُلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتُ :یَا بُنَیَّ لَوُ رَأَیُتَہُ رَأَیُتَ الشَّمُسَ طَالِعَةً (سنن دارمی) [1]

ترجمہ: ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے؟ انھوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو سمجھتے کہ سورج نکل آیا (ترجمہ ختم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ:

أَکَانَ وَجُہُ رَسُوُلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ حَدِیُدًا ھٰکَذَا مِثُلَ السَّیُفِ ؟ قَالَ لَا، بَلُ کَانَ مِثُلَ الْقَمَرِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار جیسا (چمکیلا) تھا؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا نہیں بلکہ چاند جیسا تھا (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ٦١، کتاب دلائل النبوة، باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکة العربیة السعودیة، واللفظ لہ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ٦٩٦، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ٤٤٥٨.

قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ وثقوا (مجمع الزوائد ج٨ص ٢٨٠)

[2] حدیث نمبر ١٨٤٧٨، مؤسسة الرسالة، بیروت.

إسنادہ صحیح علی شرط البخاری .رجالہ ثقات رجال الشیخین، غیر أحمد بن عبد الملک، فمن رجال البخاری (حاشیة مسند احمد)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کسی نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا (مسلم) [۱]

ترجمہ: نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا، اور گول تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبِ (ترمذی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک کشادہ تھا، آنکھیں بڑی اور ایڑیوں میں گوشت کم تھا (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات کے مطابق آپ کی آنکھوں میں کچھ سرخی تھی۔ [۳]

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ

---

[۱] حدیث نمبر ۲۳۴۴، کتاب الفضائل باب شیبه صلى الله عليه وسلم، دار إحياء التراث العربی - بیروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۹۹۸.

[۲] حدیث نمبر ۳۶۴۶، ج۵ ص۶۰۳، ابواب المناقب، باب فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی:، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[۳] عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ :سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ " :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ، أَشْكَلَ الْعَيْنِ، مَنْهُوسَ الْعَقِبَيْنِ "قُلْتُ لِسِمَاكٍ :مَا ضَلِيعُ الْفَمِ ؟ قَالَ : "عَظِيمُ الْفَمِ . "قُلْتُ :مَا أَشْكَلُ الْعَيْنِ ؟ قَالَ " :طَوِيلُ شُفْرِ الْعَيْنِ قُلْتُ :مَا مَنْهُوسُ الْعَقِبِ ؟ قَالَ " :قَلِيلُ لَحْمِ الْعَقِبِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۰۹۸۶)

إسناده حسن من أجل سماک (حاشية مسند احمد)

حدثنا شعبة ، قال :أخبرني سماک ، قال :سمعت جابر بن سمرة ، يقول : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أشهل العينين ، منهوس العقب، ضليع الفم قال أبو عبيد :الشكلة كهيئة الحمرة تكون في بياض العين ، والشهلة غير الشكلة ، وهي حمرة في سواد العين (دلائل النبوة للبيهقي، حديث نمبر ۱۳۳)

بِأَكْحَلَ (ترمذی) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک (خوبصورت) تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عام لوگوں کی طرح) ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ سرمہ لگایا ہوا نہیں ہوتا تھا (بلکہ آپ کی آنکھوں میں قدرتی طور پر سرمہ والی خوبصورتی تھی) (ترجمہ ختم)

حضرت یزید فارسی جو کہ تابعی ہیں، انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ:

إِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ إِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَسْتَطِیْعُ أَنْ یَّتَشَبَّهَ بِیْ، فَمَنْ رَآنِیْ فِی النَّوْمِ، فَقَدْ رَآنِیْ فَهَلْ تَسْتَطِیْعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا هٰـذَا الرَّجُلَ الَّذِیْ رَأَیْتَ ؟ قَالَ :قُلْتُ :نَـعَمْ، رَأَیْتُ رَجُلًا بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ، جِسْمُهٗ وَلَحْمُهٗ، أَسْمَرُ إِلَى الْبَیَاضِ، حَسَنُ الْمَضْحَکِ، أَكْحَلُ الْعَیْنَیْنِ، جَمِیْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْیَتُهٗ، مِنْ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ، حَتّٰى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهٗ......فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَیْتَهٗ فِی الْیَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا (مسند احمد) ۲؎

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خواب میں دیکھا، تو میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا، تو

۱؎ حدیث نمبر ۳۶۴۵، ج۵ ص ۶۰۳، ابواب المناقب، باب فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی، مصر)

قال الترمذی: هَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ صَحِیحٌ

۲؎ حدیث نمبر ۳۴۱۰، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ، الشمائل المحمدیة للترمذی، حدیث نمبر ۴۰۳۔

قال الالبانی: وإسناده جید فی المتابعات (السلسلة الصحیحة، تحت حدیث رقم ۲۷۲۹)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میری صورت میں آنے کی قدرت نہیں، اس لیے جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے مجھے ہی دیکھا۔

اور پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اُس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو، جنہیں تم نے خواب میں دیکھا؟

حضرت یزید فارسی نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں نے ایک شخصیت کو دو آدمیوں کے درمیان دیکھا، جس کا جسم اور گوشت گندمی سفیدی کی طرف مائل ہے، ہنس مکھ مکھڑے والا ہے، آنکھیں سرگیں ہیں، چہرہ گول اور حسین ہے، ایک رخسار سے دوسرے رخسار (یا ایک گال سے دوسرے گال) تک بھرپور گھنی ڈاڑھی والے تھے، جس نے سینے کو قریب قریب بھر رکھا تھا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (ان صاحب سے) فرمایا: اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ مبارک کا نقشہ نہیں بیان کر سکتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ أَحُسَنَ النَّاسِ صِفَةً وَأَجُمَلَهَا، كَانَ رَبُعَةً إِلَى الطُّوُلِ مَا هُوَ، بَعِيُدَ مَا بَيُنَ الُمَنُكِبَيُنِ، أَسِيُلَ الُجَبِيُنِ، شَدِيُدَ سَوَادِ الشَّعُرِ، أَكُحَلَ الُعَيُنَيُنِ أَهُدَبَ، إِذَا وَطِءَ بِقَدَمِهٖ وَطِءَ بِكُلِّهَا .لَيُسَ أَخُمَصَ .إِذَا وَضَعَ رِدَاءَ هٗ عَنُ مَنُكِبَيُهِ فَكَأَنَّهٗ سَبِيُكَةُ فِضَّةٍ .وَإِذَا ضَحِکَ يَتَلَأُلَأُ .لَمُ أَرَ قَبُلَهٗ وَلَا بَعُدَهٗ مِثُلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ (دلائل النبوة للبيهقى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور جمیل صفت (سراپا) رکھتے تھے، آپ کا قد مبارک لمبائی کی طرف مائل ہونے کے باوجود

---

[1] ج ا ص ۱۷۵، باب جامع صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، دارالكتب العلمية، بيروت.

درمیانہ تھا، دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ تھا، پیشانی وسیع تھی، بال شدید سیاہ تھے، سرمگیں آنکھیں تھیں، لمبی پلکیں تھیں، جب اپنے قدم مبارک رکھتے تھے، تو پوری طرح (زمین پر) جما کر رکھتے تھے، سوائے تلوے کے، جب اپنی چادر اپنے کندھے سے ہٹاتے تھے، تو (محسوس ہوتا تھا کہ) گویا کہ آپ چاندی سے ڈھلے ہوئے ہیں، اور جب ہنستے تھے، تو (دانت مبارک) موتی کی طرح نظر آتے تھے، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا، صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ عِنْدِيْ أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ (ترمذی) [1]

ترجمہ: میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور پر نگاہ ڈالتا تھا۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

---

[1] حدیث نمبر ۲۸۱۱، ابواب الادب، باب ما جاء فی الرخصة فی لبس الحمرة للرجال، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر، واللفظ لهٗ، شمائلِ ترمذی حدیث نمبر ۹، دلائل النبوة للبیهقی حدیث نمبر ۱۱۱، سنن دارمی حدیث نمبر ۵۸، المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۱۸۱۲، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۴۸۹.

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَشْعَثِ(ترمذی، حواله بالا)

وقال الترمذی فی العلل:

سألت محمدا فقلت له :ترى هذا الحديث هو حديث أبي إسحاق عن البراء ؟ قال :لا ، هذا غير ذاك الحديث كأنه رأى الحديثين جميعا محفوظين(علل الترمذی الكبير، تحت حديث رقم ۴۱۴)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

فَلَهُوَ أَزْيَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنَ الْقَمَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(معرفة الصحابة) [1]

ترجمہ: بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ زینت والے ہیں (ترجمہ ختم)

اور تاریخِ بغداد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فَكَانَ فِيْ عَيْنِيْ أَزْيَنُ مِنَ الْقَمَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(تاريخ بغداد) [2]

ترجمہ: تو میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ زینت والے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَرَقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ الْأَذْفَرِ وَكَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا ,وَأَنْوَرَهُمْ لَوْنًا ,لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَالَ :بِمَعْنَى صِفَتِهٖ إِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهُ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ يَقُوْلُ هِنْدٌ :فِيْ أَعْيُنِنَا أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ(دلائل النبوة لابی نعیم اصبهانی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک آپ کے چہرے میں موتی کے مثل (خوبصورت) اور انتہائی عالیشان مشک سے زیادہ خوشبودار تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب لوگوں سے زیادہ حسین تھا، اور آپ کا رنگ سب سے زیادہ نورانی تھا، آپ کی کوئی تعریف کرنے والا جب تعریف کرتا تھا تو وہ آپ کے چہرے کو چودہویں رات کے چاند کے مشابہ قرار دیتا تھا، ھند بن ابی ھالہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر میں آپ چاند سے زیادہ حسین تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو بیان کرنے کے لئے چاند یا چودہویں رات کے چاند سے زیادہ اور کوئی چیز مخلوق میں نظر نہیں آتی تھی۔

---

[1] لأبی نعیم، حدیث نمبر ۱۵۳۰،دار الوطن للنشر -الریاض.

[2] ج۳ص۱۵۷، دارالکتب العلمیة، بیروت.

[3] حدیث نمبر ۵۵۴، ج۱ص۶۰۷، الفصل الثلاثون فی ذکر موازاة الأنبیاء فی فضائلهم بفضائل نبینا ومقابلة ما أوتوا من الآیات بما أوتی علیه السلام،دارالنفائس ،بیروت.

اس لئے عموماً اسی کے ساتھ آپ کے حسن وجمال کو بیان کیا جاتا تھا، ورنہ آپ اس سے بھی زیادہ حسین وجمیل تھے، اوراسی وجہ سے بعض اوقات آپ کو چاند سے زیادہ حسین قرار دیا جاتا تھا۔

اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے　　　اس کے منہ پہ چھائیاں احمد کا چہرہ صاف ہے

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں:

وَاَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَيۡنِیۡ　　　وَاَکۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِالنِّسَآءُ

خُلِقۡتَ مُبَرَّأً مِّنۡ کُلِّ عَيۡبٍ　　　کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَاتَشَآءُ

(ديوان الصبابة،لابن أبى حجلة،الباب الأول ،ذكر الحسن والجمال) ۱؎

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ کامل مکمل کبھی کسی عورت کے یہاں پیدا نہیں ہوا، آپ ہر عیب سے مبراء وپاکیزہ ہوکر پیدا ہوئے ہیں، گویا کہ آپ اپنی پسند کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں (ترجمہ ختم)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن وجمال میں سب انسانوں میں زیادہ کامل اور مکمل تھے۔ ۲؎

۱؎ یہ اشعار مذکورہ کتاب کے علاوہ کسی اور مستند کتاب سے سند کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکے، اور مذکورہ کتاب میں بھی سند مذکور نہیں۔ محمد رضوان۔

۲؎ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حسن کی انواع ہیں۔ حسن کی ایک نوع یہ ہے کہ دیکھنے والے کو دفعۃً متحیر کردے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس کی سہار ہوتی جائے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا چنانچہ زلیخا کو آپ کے حسن کی سہار ہوگئی تھی۔ انہوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹے تھے اور ایک نوع حسن کی یہ ہے کہ دفعۃً تو متحیر نہ کرے مگر جوں جوں اس کو دیکھا جائے تحمل سے باہر ہوجائے۔ جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دل میں گھستا جائے۔ اسی کو ایک شاعر بیان کرتے ہیں: 　يَزِيۡدُکَ وَجۡهَهٗ حُسۡنًا　　اِذَا مَازِدۡتَهٗ نَظَرًا

(ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا حسن بڑھتا ہی جاتا ہے جوں جوں میں اس کی طرف دیکھتا ہوں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعۃً متحیر کردینے کی شان ظاہر نہ تھی (وعظ الرفع والوضع، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت ج۵ ص۷ ۴۸، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

بعضوں نے حسنِ یوسفی اور جمالِ مصطفی میں فرق کو یوں تعبیر کیا ہے:

''حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ''حسنِ صبیح'' تھا، اور آپ کا حسن ''حسنِ ملیح'' تھا''

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور مرضیات ونامرضیات کی پہچان ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوئی ہے۔

اس لئے مخلوقات میں سب سے بڑا حق ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان امت ہونے کا شرف بھی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔

اور کیونکہ امت کو اپنے رسول سے مختلف قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ وہ امیر وحاکم ہیں اور امت محکوم ورعیت۔

دوسرے یہ کہ رسول محبوب ہیں اور پوری امت ان کی محبّ۔

تیسرے یہ کہ رسول اپنے علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کی بناء پر صاحبِ عظمت ہیں اور ساری امت ان کے مقابلہ میں (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بعد) پست اور عاجز۔

ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سب شانیں کامل درجہ میں پائی جاتی ہیں، اس لئے امت پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شان کا حق ادا کریں۔

پس بحیثیتِ رسول کے ان پر ایمان لائیں۔

بحیثیت رسول امیر وحاکم کے ان کے احکام کی پیروی کریں۔

بحیثیت محبوب ہونے کے ان کے ساتھ گہری محبت رکھیں۔

اور بحیثیت کمالاتِ نبوت کے ان کی تعظیم وتکریم بجالائیں۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۸۷ بتغیر)

پس حاصل اور خلاصہ آپ کے حقوق کا چند اقسام ہوئے۔

اور وہ یہ ہیں: [1]

(۱)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی اطاعت واتباع کرنا۔

(۲)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دل میں ہونا۔

(۳)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ادب واحترام کا بجالانا۔

(۴)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا۔

(۱)......اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر سب سے پہلا حق اطاعت واتباع ہے۔

اتباع کے معنٰی ہیں پیروی کرنا، اور اطاعت کے معنٰی ہیں بات ماننا۔

اتباع کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال سے ہے اور اطاعت کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات سے ہے۔

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے زائد ہم پر ہے، اس لئے آپ کا حق بھی سب سے زائد ہے وہ چند حقوق یہ ہیں (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھے (۲) تمام احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے (۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھا کرے (''حقوق الاسلام''، صفحہ ۴)

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں: ایک حق ہے محبت، دوسرا حق ہے عظمت، تیسرا حق ہے متابعت۔ اب لوگوں نے کیا کیا ہے کہ تجزیہ کیا ہے ان حقوق میں۔ بعضوں نے تو محض محبت لے لی، عظمت اور متابعت کو نظر انداز کر دیا۔ بعضوں نے ظاہری عظمت کو کافی سمجھا، محبت اور متابعت سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ بعضوں نے محض متابعت پر قناعت کر لی محبت اور عظمت کی تحصیل کے درپے نہ ہوئے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں حقوق کا ادا کرنا یکساں طور پر ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حق کا ادا کرنا واجب ہے محبت کا بھی عظمت کا بھی اور متابعت یعنی اتباع کا بھی (مواعظ میلاد النبی ص ۲۰۱، وعظ ''نقد اللبیب فی عقد الحبیب'')

اطاعت واتباعِ رسول کے عام مفہوم میں درود شریف پڑھنا بھی شامل ہے، نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے اس لیے بعض اوقات درود شریف کے حق کو الگ سے ذکر نہیں کیا جاتا اور بعض اوقات اہمیت بتلانے کے لئے الگ سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال دونوں کو حتمی حجت اور واجبُ العمل قرار دیا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورہ انفال آیت ۱)

ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو (ترجمہ ختم) ۱؎

اور قرآن مجید میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ ''رسول کی اطاعت'' یا ''فرمانبرداری'' نہ تو اللہ کا کوئی نیا قانون ہے اور نہ اس کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود ہے بلکہ آپ سے پہلے بھیجے جانے والے تمام انبیاء کے لئے بھی یہی اصول رہا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورہ نسآء آیت ۶۴)

۱؎ اور قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورہ نسآء آیت ۶۵)

ترجمہ: آپ کے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک) ایمان والے نہ ہونگے جب تک کہ آپس کے اختلافات میں آپ ہی کو حاکم نہ ٹھہرائیں۔ پھر اس کے بعد آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور (اس فیصلہ کو) پوری طرح (ظاہر وباطن سے) تسلیم کرلیں (ترجمہ ختم)

اس سے یہ خوب واضح ہوگیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس کی اطاعت کے بغیر قرآن کے نزدیک ایمان ہی نہیں (ماخذہٗ ''ترجمان السنہ'' ج ۱ ص ۱۵۰ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ وتفسیر عثمانی بتغیر)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورہ نور آیت ۶۲)

ترجمہ: جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لے کر جاتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ ایمان کی حدود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے جیسی معمولی اطاعتیں بھی درج ہیں بلکہ تمام رسولوں کی اطاعت کرنا قرآن کے نزدیک حق رسالت ہے اور ایک ایسا عام قانون ہے جس سے کبھی کوئی رسول مستثنیٰ نہیں رہا، جیسا کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۶۴ سے معلوم ہوتا ہے (''ترجمان السنہ'' ایضاً بتغیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان لائے اور یہ اطاعتِ رسول کا بنیادی اور ابتدائی درجہ ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے تمام رسولوں کو خاص اسی واسطے بھیجا ہے کہ بحکمِ الٰہی ان کی اطاعت کی جائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس رسول اور جس نبی کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتے ہیں تو اسی غرض کے لئے بھیجتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کا کہا مانیں اور عمل کریں (تفسیر عثمانی بتغیر)

اور ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ (سورہ یٰس آیت ۲۰)

ترجمہ: ان رسولوں کی اتباع کرو (ترجمہ ختم)

حضرت ھارون علیہ السلام کے اپنی قوم سے خطاب میں بھی اتباع اور اطاعت دونوں کا ذکر موجود ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

" فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ (سورہ طٰہٰ آیت ۹۰)

ترجمہ: تم میری اتباع کرو اور میرا کہا مانو (یعنی میرے قول وفعل کی اقتداء کرو) (ترجمہ ختم)

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جابجا انبیاء علیہم السلام کا اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے اپنی اطاعت کرنے کا حکم مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

''اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ○ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (سورہ نوح آیت ۳ ۴)

ترجمہ: تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا (ترجمہ ختم)

اور فرمایا:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (سورہ شعراء آیت ۱۰۸)

ترجمہ: تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (ترجمہ ختم)

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا:'' فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (سورہ شعراء آیت ۱۲۶ و ۱۳۱)

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ’’ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ‘‘ (ایضاً آیت ۱۴۴و۱۵۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ’’ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ‘‘ (سورہ زخرف آیت ۶۳)

حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ’’ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ‘‘ (ایضاً آیت ۱۶۳)

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ’’ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ ‘‘ (ایضاً آیت ۱۷۹)

ان تمام آیات میں نبی کی اطاعت اور اللہ سے ڈرنے کا حکم ایک ساتھ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ نبی کی اطاعت اللہ کے خوف اور ڈر کے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے اور یہ دولت اُسی کو حاصل ہوسکتی ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی اطاعت دراصل رسول کی اطاعت اور اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورہ نسآء آیت ۸۰)

ترجمہ: جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی (ترجمہ ختم)

نیز ارشاد ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (سورہ آل عمران آیت ۳۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی (ترجمہ ختم)

اس کے علاوہ بے شمار آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ مذکور ہے، مثلاً:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورہ نسآء آیت ۵۹)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورہ الانفال آیت ۲۰)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورہ الانفال آیت ۴۶)

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورہ نور آیت ۵۴)

اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورہ محمد آیت ۳۳)

وَاَطِيْعُوا اللهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورہ مجادلة آیت ۱۳)

وَاَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورہ تغابن آیت ۱۲)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب کبھی قرآن مجید میں ''اللہ کی اطاعت'' کا ذکر آیا ہے تو اسی کے فوراً بعد ''رسول کی اطاعت'' کا حکم بھی آیا ہے جس کا پورے قرآن میں التزام پایا جاتا ہے، پورے قرآن مجید میں کوئی ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس میں ''اللہ کی اطاعت'' کا بیان ہو اور اس کے ساتھ فوراً ہی ''رسول کی اطاعت'' کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

اس قسم کی بے شمار آیات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم اور اس کی اہمیت بالکل واضح ہے، اور اس سلسلہ میں احادیثِ مبارکہ تو اتنی زیادہ ہیں کہ جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔

اور ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ فیصلہ فرما دیا کہ:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورہ احزاب آیت ۶)

ترجمہ: نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقِ اطاعت تمام انسانوں میں سب سے زیادہ ہے۔ [۱]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اِقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (بخاری) [۲]

---

[۱] قوله عز وجل: (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) يعني من بعضهم ببعض في نفوذ حكمه عليهم ووجوب طاعته عليهم. وقال ابن عباس وعطاء: يعني إذا دعاهم النبي صلى الله عليه وسلم ودعتهم أنفسهم إلى شيء كانت طاعة النبي صلى الله عليه وسلم أولى بهم من طاعتهم أنفسهم. وقال ابن زيد: النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم فيما قضى فيهم، كما أنت أولى بعبدك فيما قضيت عليه. وقيل: هو أولى بهم في الحمل على الجهاد وبذل النفس دونه (تفسير البغوي، تحت آيت ۶ من سورة الاحزاب)

[۲] حديث نمبر ۴۷۸۱، ج۶ ص۱۱۶، كتاب تفسير القرآن، باب النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم، دار طوق النجاة.

ترجمہ: کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ میں سب لوگوں میں دنیا وآخرت کے اعتبار سے اس سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہوں، تم اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ أَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ أَنۡفُسِهِمۡ.

(ترجمہ ختم)

رسول کی اطاعت کے فوائد ومنافع اور مخالفت کے نتائج وعواقب

بہت سی آیات اور احادیث ایسی بھی ہیں جن میں ''رسول کی اطاعت واتباع'' کے فوائد ومنافع اور اس کے مقابلہ میں مخالفت کے نتائج وعواقب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡهِمۡ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (سورہ نسآء آیت ٦٩)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی اچھی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مقبول ہیں، جن کے چار درجے بتلائے گئے ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین (معارف القرآن ج۲ص۴۶۷)

اور ان ہی معزز ہستیوں کا دوسروں کو پیروی کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ (سورہ فاتحہ)

ترجمہ: بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا کیا کریں، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا گذشتہ آیت میں مذکور ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نعمت بھی اللہ اوراس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی ہے کہ جس کی اتباع کرکے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوااللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (سورہ احزاب آیت ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین عملی نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورۃ توبۃ آیت ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ اوراس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الانفال آیت ۶۴)

ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے اوران مومنوں کو جو تیری پیروی کررہے ہیں (ترجمہ ختم) [۱]

---

[۱] قرآن مجید میں اور مواقع پر بھی اللہ اور رسول کی اطاعت واتباع کے درجِ ذیل فوائد ونتائج بیان کئے گئے ہیں مثلاً:
اللہ کی طرف سے جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ (سورہ نسآء آیت ۱۳، سورہ فتح آیت ۱۷)
اطاعت کرنے سے ہدایت کا حاصل ہونا اوران کا کامیاب اور بامراد ہونا (سورہ نور آیت ۵۲، ۵۴، سورہ احزاب آیت ۱۷)
اطاعت کرنے والوں سے اللہ کی طرف سے رحمت کا وعدہ (توبہ آیت ۷۱)
اطاعت کرنے والوں سے اعمال کا بدلہ ملنے میں کمی نہ کرنے کا وعدہ (حجرات آیت ۱۴) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری عظیم الشان عمل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی اطاعت کے ساتھ فرمایا ہے، اسی طرح اس کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی انتہائی سخت گناہ اور نقصان کی چیز ہے، اور اس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کے ساتھ فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء آیت ۱۴)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے (ترجمہ ختم)

اور نافرمانی کرنے والے قیامت کے روز حسرت سے یہ کہیں گے:

يَالَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: کاش کہ ہم لوگ اللہ کی اطاعت کرتے اور اس کے رسول کی اتباع کرتے (تو آج یہ بُرا انجام دیکھنا نہ پڑتا) (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورہ انفال آیت ۱۳)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہو تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول کی اتباع سے اللہ کی محبت حاصل ہونا (سورہ آل عمران آیت ۳۱، ۳۲ پ ۳)

رسول کی اتباع سے ہدایت حاصل ہونا (سورہ اعراف آیت ۱۵۸)

نیز رسول کی اتباع کا سورہ ال عمران آیت ۵۳ و آیت ۶۸ میں بھی ذکر ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا (ترجمہ ختم)

نیز ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَاِنَّ لَه نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (سورۃ الجن آیت ۲۳)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا (ترجمہ ختم)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اتباع اور سنت کی اہمیت وفضیلت اور اس کے برخلاف چلنے والوں کے لئے سخت تنبیہات آئی ہیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں آکر ذکر کیا:

فَالدَّارُ اَلْجَنَّةُ وَالدَّاعِيُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ (بخاری)[1]

ترجمہ: اصل گھر جنت ہے، اور اس کی دعوت دینے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

[1] حدیث نمبر ۷۲۸۱، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار طوق النجاة، بیروت.

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّأْبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے، صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيْرِيْ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصٰى أَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (شرح السنة للبغوی) [3]

---

[1] حديث نمبر ۷۲۸۰، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۸۷۲۸.

[2] حديث نمبر۷۱۳۷، كتاب الاحكام، باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] ج ۱ ص ۲۱۳، كتاب الايمان، باب رد البدع والأهواء، المكتب الإسلامي -دمشق، بيروت، واللفظ لهٗ، الابانة الكبرىٰ لابن بطة، حديث نمبر ۲۹۱، السنة لابن ابى عاصم حديث نمبر ۱۲.

ويجمع ذلک كله حديث أبى هريرة لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به أخرجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہوجائیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوۡنِیۡ مَا تَرَکۡتُکُمۡ إِنَّمَا هَلَکَ مَنۡ کَانَ قَبۡلَکُمۡ بِسُؤَالِهِمۡ وَاخۡتِلَافِهِمۡ عَلٰی أَنۡبِیَائِهِمۡ فَإِذَا نَهَیۡتُکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ فَاجۡتَنِبُوۡهُ وَإِذَا أَمَرۡتُکُمۡ بِأَمۡرٍ فَأۡتُوۡا مِنۡهُ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ(بخاری) [1]

ترجمہ: میں جب تک تمہیں کسی چیز سے چھوڑے رکھوں (یعنی کسی چیز کا حکم نہ دوں) تو تم بھی مجھے چھوڑے رکھو، بس تمہارے سے پہلے لوگ ان کے بلا وجہ کے سوال اور اپنے نبی پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، اور جب میں تمہیں خود سے کسی چیز سے منع کروں، تو تم اس سے رک جاؤ، اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں، تو اپنی حسبِ قدرت اس پر عمل کرو (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

فَمَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ(بخاری) [2]

ترجمہ: پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ، وَلِکُلِّ شِرَّةٍ فَتۡرَةٌ،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحسن بن سفيان وغيره ورجاله ثقات وقد صححه النووی فی آخر الأربعين(فتح البارى لابنِ حجر، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة،قوله باب ما يذكر من ذم الرأى)

حديث حسن صحيح، رويناه فى كتاب الحجة بإسناد صحيح(شرح الاربعين النووية، باب علامة الايمان)

[1] حديث نمبر ۷۲۸۸، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة،باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دارطوق النجاة، بيروت.

[2] حديث نمبر ۵۰۶۳،كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح، دارطوق النجاة، بيروت، مسلم حديث نمبر ۳۴۶۹.

فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِي، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ كَانَتْ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (حرص وتازگی) ہوتی ہے، اور ہر رغبت میں (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی عمل شروع کیا جاتا ہے، تو اس میں انتہائی رغبت اور جوش وخروش ہوتا ہے، لیکن بعد میں وہ جوش وخروش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عمل کرنے والا کبھی افراط اور کبھی تفریط کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس سے بچنے کا راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے۔

پس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کیا، تو وہ کامیاب ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش بھی نہ ہو۔

اور جس نے اس کے خلاف اور کوئی طریقہ (بدعت وغیرہ کو) اختیار کیا، تو وہ ہلاک ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش ہی کیوں نہ ہو۔ [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] حديث نمبر ۶۹۵۸، مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] (إن لكل شئ) كذا هو فى خط المصنف وفى رواية عمل وفى أخرى عابد (شرة) بكسر الشين والتشديد بضبط المصنف حدة وحرصا ونشاطا ورغبة قال القاضى الشرة الحرص على الشيء والنشاط فيه وصاحبها فاعل فعل دل عليه ما بعده وقوله تعالى * (وإن أحد من المشركين استجارك) * (ولكل شرة فترة) أى وهنا وضعفا وسكونا يعنى أن العابد يبالغ فى العبادة أو لا وكل مبالغ تسكن حدته وتفتر مبالغته بعد حين وقال القاضى المعنى أن من اقتصد فى الأمور سلك الطريق المستقيم واجتنب جانبى الإفراط الشرة والتفريط الفترة فارجوه ولا تلتفتوا إلى شهرته فيما بين الناس واعتقادهم فيه (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۲۴۲۲)

يَـا أَيُّهَـا الـنَّـاسُ إِنِّـيُ قَدُ تَرَكُتُ فِيُكُمُ مَا إِنِ اعُتَصَمُتُمُ بِهٖ فَلَنُ تَضِلُّوُا أَبَدًا كِتَـابُ الـلّٰـهِ وَسُـنَّةُ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسُلِمٍ أَخُ مُسُلِمٍ، الُـمُسُـلِـمُوُنَ إِخُوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامُرِءٍ مِنُ مَالِ أَخِيُهِ إِلَّا مَا أَعُطَاهُ عَنُ طِيُبِ نَـفُسٍ، وَلَا تَظُلِمُوُا، وَلَا تَرُجِعُوُا مِنُ بَعُدِيُ كُفَّارًا يَضُرِبُ بَعُضُكُمُ رِقَابَ بَعُضٍ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہونگے، ایک کتابُ اللہ اور دوسرے سنتِ نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوشدلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۳۱۸، ج ۱ ص ۱۷۱، کتاب العلم، دارالکتب العلمیة، بیروت، واللفظ لهٗ، دلائل النبوة للبیهقی حدیث نمبر ۲۱۸۴، سنن البیهقی حدیث نمبر ۲۰۸۳۳.

قـال الـحـاكـم: وَقَـدِ احُتَـجَّ الُبُخَارِيُّ بِأَحَادِيثِ عِكُرِمَةَ وَاحُتَجَّ مُسُلِمٌ بِأَبِي أُوَيُسٍ، وَسَائِرُ رُوَاتِهِ مُتَّفَقٌ عَـلَيُهِـمُ، وَهَذَا الُحَدِيثُ لِخُطُبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَى إِخُرَاجِهِ فِي الصَّحِيحِ "يَا أَيُّهَا الـنَّـاسُ إِنِّـي قَـدُ تَـرَكُتُ فِيكُمُ مَا لَنُ تَضِلُّوا بَعُدَهُ إِنِ اعُتَصَمُتُمُ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ، وَأَنْتُمُ مَسُئُولُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمُ قَائِلُونَ ؟ "وَذِكُرُ الِاعُتِـصَـامِ بِـالسُّنَّةِ فِي هَذِهِ الُخُطُبَةِ غَرِيبٌ وَيَحُتَاجُ إِلَيُهَا . "وَقَدُ وَجَدُتُ لَهُ شَاهِدًا مِنُ حَدِيثِ أَبِي هُرَيُرَةَ (حواله بالا)

قلت: ذكر الاعتصام بالسنة فی هذه الخطبة لهٗ شاهد من حديث عروة. رواه البيهقی.

عن عـروة بن الزبير ، فذكر قصة حجة الوداع ، قال :ثـم ركـب رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراحلة ، وجمع الناس وقد أراهم مناسكهم ، فقال : يـا أيها الناس اسمعوا ما أقول لكم ، فإنی لا أدری لعلی لا ألقاكم بعد عامی هذا فی هذا الموقف ، ثم ذكر خطبته ، وقال فی آخرها : اسـمـعـوا أيها الناس قولی ؛ فإنی قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا أمرين بينين :كتاب الله وسنة نبيكم وكذلك ذكره أيضا موسى بن عقبة بمعناه أخبرنا أبو الحسين بن الفضل ، أنبأنا أبو بكر بن عتاب ، حدثنا القاسم الجوهری ، حدثنا ابن أبی أويس ، حدثنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة ، عن عمه موسى بن عقبة ، فذكره إلا أنه قال : لـن تضلوا بعده أبدا أمرا بينا :كتاب الله ، وسنة نبيه (دلائل النبوة للبيهقی، حديث نمبر ۲۱۸۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّىْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا : كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِىْ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضَ

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن (پرعمل کرنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز بھی جدا نہیں ہونگیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے اوپر حوضِ کوثر پر آئیں گی (ترجمہ ختم)

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقہ کی اتباع بھی گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید پر اکتفاء کا دعویٰ کرنا ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے۔ [2]

پھر صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا طریقہ بھی سنت میں داخل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ درجہ بدرجہ اپنے صحابۂ کرام کی پیروی کا بھی حکم فرمایا ہے، بالخصوص خلفائے راشدین کے عمل کو سنت سے تعبیر فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا

---

[1] حدیث نمبر ۳۱۹، ج ۱ ص ۱۷۲، کتاب العلم، دارالکتب العلمیة، بیروت، واللفظ لهٗ، دارقطنی حدیث نمبر ۴۶۶۵، سنن البیہقی حدیث نمبر ۲۰۸۳۴، مؤطا امام مالک، حدیث نمبر ۶۷۸.

[2] (تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله) القرآن (وسنتى) أى طريقتى و كتاب بدل مما قبله أو خبر لمحذوف أى وهما إلخ (ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض) قد مر بيانه موضحا بما منه أنهما الأصلان اللذان لا عدول عنهما ولا هدى إلا منهما والعصمة والنجاة لمن تمسك بهما واعتصم بحبلهما وهما الفرقان الواضح والبرهان اللائح بين المحق إذا اقتفاهما والمبطل إذا خلاهما فوجوب الرجوع إلى الكتاب والسنة متعين معلوم من الدين بالضرورة لكن القرآن يحصل به العلم القطعى يقينا وفى السنة تفصيل معروف والمحصول مبسوط فى الأصول (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۳۲۸۲)

مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا،فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِيْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے یا صحابۂ کرام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمایئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبالینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کے ساتھ صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا عمل بھی گمراہی سے بچنے اور ہدایت کو پانے کا ذریعہ ہے۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۱۷۱۴۴، مؤسسة الرسالة، بيروت.
حدیث صحیح، سلف الكلام عليه برقم (۱۷۱۴۲)ورجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

[2] وقوله " :فعليكم بسنتی "السنة :الطريقة القويمة التى تجرى على السنن وهو السبيل الواضح، "وسنة الخلفاء الراشدين المهديين "يعنى الذين شملهم الهدى وهم الأربعة بالإجماع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِىْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِىَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِىْ (ترمذی) [1]

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے ۷۲ فرقے ہوگئے، اور میری امت کے ۷۳ فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أبو بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم أجمعين. وأمر صلى الله عليه وسلم بالثبات على سنة الخلفاء الراشدين لأمرين: أحدهما التقليد لمن عجز عن النظر. والثانى: الترجيح لما ذهبوا إليه عند اختلاف الصحابة. (شرح الاربعين النووية، باب وجوب لزوم السنة)

الأصل أن المسلمين يكونون جماعة واحدة على منهج الكتاب والسنة، وعلى ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فهذا هو الأصل، لكن وجد التفرق كما أخبر به النبى صلى الله عليه وسلم: (وأنه من يعش فسيرى اختلافاً كثيراً)، وقال: (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة، قالوا: من هى؟ قال: الجماعة)، وفى لفظ: (من كان على ما أنا عليه وأصحابى)، فالذين هم على هذا المنهج لا يقال: إنهم على حلف، وإنما هم ملتزمون بما جاء فى الكتاب والسنة عملاً ودعوة، وإذا وجدت جماعات خرجت عن هذا المسلك وعن هذا المنهج الذى كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فتلك جماعات مختلفة، وهى ممن يتحالف ويتآزر ويتعاون على الشىء الذى التزموه، وذلك الذى التزموه ليس على منهج صحيح، وإذا كانوا على منهج صحيح فليكونوا على ما كان عليه سلف هذه الأمة من الصحابة، وهو الالتزام بالكتاب والسنة (شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد، ج٦ ا ص ٢٢)

[1] حديث نمبر ٢٦٤١، كتاب الايمان، باب ما جاء فى افتراق هذه الأمة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٗ، مستدرك حاكم حديث نمبر ٤٠٨، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة حديث نمبر ٢٧٤.

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مُفَسَّرٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

قلت: ولهٗ شاهد كما سيأتى.

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ ثَلَاثَةً وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً .قَالُوْا :وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ :مَنْ كَانَ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ(المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس امت کے ۷۳ فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہے، جو اس طریقہ پر ہو، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

اور بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَإِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: تم سے پہلے اہلِ کتاب کے ۷۲ فرقے ہوگئے تھے اور اس امت کے ۷۳ فرقے ہوجائیں گے، جن میں سے ۷۲ جہنم میں اور ایک جنت میں جانے والا ہوگا، اور جنت میں جانے والا فرقہ جماعت ہے (ترجمہ ختم)

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت

---

[1] حدیث نمبر ۷۸۴۰، ج۸ص ۲۲، دار الحرمین -القاهرة، المعجم الصغير للطبرانی حديث نمبر ۷۲۴.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الصغير وفيه عبدالله بن سفيان قال العقيلی لا يتابع علی حديثه هذا وقد ذكره ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۸۹)

قلت: وله شاهد من حديث عبدالله بن عمرو كما مر.

[2] حديث نمبر ۴۵۹۷، كتاب السنة، باب شرح السنة ، عن معاوية بن ابی سفيان، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجة حديث نمبر ۳۹۸۲، كتاب الفتن، باب افتراق الامم، عن عوف بن مالك).

ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے فوائد اور آپ کی مخالفت کے نقصانات، اور صحابۂ کرام کی اتباع کی اہمیت معلوم ہوئی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ اتباع واطاعت کرنے والے ہیں، اور یہی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا سب سے اولین مصداق اور نمونہ ہیں۔

اس سلسلہ میں چند واقعات وآثار ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

هَبَطْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -مِنْ ثَنِيَّةٍ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ .فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِيْ وَهُمْ يَسْجُرُوْنَ تَنُّورًا لَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيْهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا فُعِلَتِ الرَّيْطَةُ .فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لاَ بَأْسَ بِهٖ لِلنِّسَاءِ (ابوداؤد) [2]

---

[1] (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال :الجماعة) وفى لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى .(فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شيء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق فى العقيدة وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شيء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شيء والجماعة شيء ، بل أهلِ السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شيء وهذا شيء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد، ج۱۳ ص ۲۸۲)

[2] حديث نمبر ۴۰۶۶،كتاب اللباس، باب فى الحمرة،المكتبة العصرية، صيدا - بيروت،واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجة حديث نمبر ۳۵۹۳،مسند احمد حديث نمبر ۵۲۶۸. اسنادهٗ حسن(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ (ایک خاص قسم کا رنگ ہے) میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا ''یہ کیا اوڑھ رکھا ہے''؟ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال سے محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگواری کے آثار ہیں۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو گھر میں چولہا جلا ہوا تھا، میں نے وہ چادر اس چولہے میں ڈال دی، دوسرے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ چادر کیا ہوئی''؟ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کو پہننے میں تو حرج نہ تھا (ترجمہ ختم)

اگرچہ چادر کے جلا دینے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی، مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضگی کی چوٹ لگ گئی ہو، وہ دوسری سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا۔ اور یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی شان تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهٖ .قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِقَالَ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .-قَالُوْا خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ .قَالَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فُعِلَتِ

الْقُبَّةُ .قَالُوا شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ إِلَّا مَا لَاإِلَّا مَا لَا .يَعْنِىْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ(ابو داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک قُبَّہ (گنبد والا حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا، آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو گئے، کسی دوسرے وقت وہ انصاری صحابی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور سلام کا جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ ان انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی ہو دوبارہ سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا (وہ صحابی پریشان ہو گئے اور وہ اس بات کا کیسے تحمل کر سکتے تھے) مجلس میں موجود صحابہ سے دریافت کیا کہ آج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو پھرا

---

[1] حدیث نمبر ۵۲۳۷، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، المکتبة العصریة، صیدا - بیروت، واللفظ لہٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۴۳۴۷، سنن ابنِ ماجة حدیث نمبر ۴۱۵۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر ۹۵۶، شعب الایمان حدیث نمبر ۱۰۲۲۱.

قال حکم حسین سلیم أسد فی حاشیة مسند ابی یعلیٰ :إسناده حسن.

وقال الالبانی:

أخرجه أبو داود (۲/۳۴۸،۳۴۷ تازیة) و الطحاوی فی "مشکل الآثار "(۱/۴۱۶)و أبو یعلی فی "مسنده "(۷/۳۰۸/۱۵۹۲) و البیهقی فی "شعب الإیمان " (۷/۳۹۰/۱۰۷۰۴) من طریق إبراهیم بن محمد بن حاطب القرشی عن أبی طلحة .. قلت :و هذا إسناد جید کما قال الحافظ العراقی فی "تخریج الإحیاء "(۴/۲۳۶ المعرفة -لبنان) و کنت خالفته فی ذلک فی "الضعیفة "(رقم ۱۷۶) اعتمادا منی علی أن الحافظ قال فی ترجمة أبی طلحة الأسدی من "التقریب " : "مقبول ." یعنی عند المتابعة ، و إلا فلین الحدیث ، یضاف إلی ذلک أنه لم یحک فی "التهذیب " توثیقه عن أحد .ثم إن أحد إخواننا المشتغلین بهذا العلم جزاه الله خیرا لفت نظری (السلسلة الصحیحة ، تحت حدیث رقم ۲۸۳۰)

ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ (اور بس) یہ سن کر وہ انصاری فوراً واپس گئے اور اس قبہ کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا (اور پھر آکر آپ سے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا، اتفاقاً) پھر حضور ہی کا اس جگہ ایک دن گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا کہ قبہ کہاں گیا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری نے آپ کے اعراض کے بارے میں معلوم کیا تھا، ہم نے ان کو بتلا دیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے، انھوں نے آکر اس کو توڑ دیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو ضرورت اور مجبوری کی ہو (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی کو محسوس کرے۔ ان صحابی نے قبہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَ شَعْرٌ طَوِيْلٌ فَلَمَّا رَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ .قَالَ فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے سر کے بال لمبے تھے، جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ ''ذُبَابٌ ذُبَابٌ'' (میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کے متعلق ارشاد فرمایا) میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا، پھر جب

---

[1] حديث نمبر ۴۱۹۰، كتاب الترجل، باب فى تطويل الجمة، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجة حديث نمبر ۳۶۲۶، شرح مشكل الآثار للطحاوى حديث نمبر ۳۳۶۷، مسند البزار حديث نمبر ۴۴۸۲.

والحديث ليس فى إسناده إلا عمرو بن شعيب وقد حسن حديثه جماعة من الأئمة (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعانى، تحت حديث رقم ۶۰۷، ج ۱ ص ۲۴۶، كتاب اللباس)

میں اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا، لیکن یہ اچھا کیا (ترجمہ ختم)

ذباب کے معنیٰ منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی۔ یہ اشاروں پر مر مٹنے کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرما دیا کہ تم (یا تمہارے بال) مراد نہ تھے۔ مگر یہ کیونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِعۡمَ الرَّجُلُ خُرَیۡمٌ الۡأَسَدِیُّ لَوۡلاَ طُوۡلُ جُمَّتِہٖ وَإِسۡبَالُ إِزَارِہٖ .فَبَلَغَ ذٰلِکَ خُرَیۡمًا فَعَجَّلَ فَأَخَذَ شَفۡرَۃً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَہٗ إِلٰی أُذُنَیۡہِ وَرَفَعَ إِزَارَہٗ إِلٰی أَنۡصَافِ سَاقَیۡہِ (ابوداؤد)[1]

ترجمہ: خریم اسدی کیا ہی اچھے آدمی تھے، اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے، اور لنگی کو نیچے نہ لٹکاتے، یہ بات جب حضرت خریم اسدی نے سنی تو فوراً قینچی لے کر بال کانوں تک کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلیوں تک اوپر اٹھالی (ترجمہ ختم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سننے کے بعد فوراً لمبے بال بھی کٹوا دیئے، اور لنگی بھی اوپر کر لی، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان تھی۔

مَردوں کو لنگی، پائجامہ، شلوار وغیرہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہ ہے، مگر آج عام طور پر اس کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

اسی طرح غیر قوموں اور فاسقوں وفاجروں کے طریقوں پر بالوں کی سجاوٹ اور بناوٹ کی جاتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] حدیث نمبر ۴۰۸۹، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، المکتبة العصرية، صيدا - بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۱۷۶۲۲.
إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ اِجْلِسُوْا .فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَقَالَ تَعَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ(سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اس ارشاد کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر سنا، اور وہ وہیں بیٹھ گئے، جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ اے عبداللہ بن مسعود! اندر تشریف لے آیئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا واقعہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔ [2]

نیز یہی واقعہ حضرت عطاء سے بھی مرسلاً مروی ہے۔ [3]

اور اسی قسم کا واقعہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ :اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] حديث نمبر ١٠٩١، كتاب الصلاة، باب الإِمَامِ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِي خُطْبَتِهِ، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم حديث نمبر ١٠٠٧.
قال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (مستدرک حاکم)
وقال الذهبی فی التلخيص :علی شرطهما.

[2] عن ابن عباس قال :لما استوى النبی صلى الله عليه وسلم على المنبر قال للناس : اجلسوا ، فسمعه ابن مسعود وهو على باب المسجد فجلس ، فقال له النبی صلى الله عليه وسلم : تعال يا ابن مسعود(صحيح ابن خزيمة، حديث نمبر ١٦٨٣)

[3] عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ ، فَقَالَ لِلنَّاسِ :اجْلِسُوا ، فَسَمِعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَهُوَ عَلَى الْبَابِ فَجَلَسَ ، فَقَالَ لَهُ :يَا عَبْدَ اللهِ ، اُدْخُلْ(مُصنف ابن أبی شيبة،حديث نمبر ٥٢٥٦)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ فِيْ بَنِيْ غُنْمٍ (دلائل النبوة للبيهقي) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سنا کہ آپ بیٹھنے کا حکم فرما رہے ہیں، تو آپ بنی غنم میں (جہاں یہ ارشاد سنا، وہیں فوراً) بیٹھ گئے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ قصہ اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ رَوَاحَةَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ يَخْطُبُ فَسَمِعَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ :اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ مَكَانَهٗ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ -تَعَالٰى- وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ(دلائل النبوة للبيهقي) ؎۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشاد سنا کہ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، تو عبداللہ بن رواحہ مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے، اور آپ کو عبداللہ بن رواحہ کے اس قصہ کا پتہ چلا، تو فرمایا کہ اللہ آپ کی، اللہ تعالیٰ اور اس کے

؎۱ ج۶ص ۲۵۶، ۲۵۷، باب ما جاء في إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق في خدورهن وهو في موضعه من المسجد، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۹۱۲۸.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه ابراهيم بن اسماعيل ابن مجمع وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج۹ص ۳۱۶، باب في عبدالله بن رواحة رضى الله عنه)

قلت: قال البيهقي: .وروى مرسلا من وجه آخر كما سيأتي.

؎۲ ج۶ص۲۵۷، باب ما جاء في إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق في خدورهن وهو في موضعه من المسجد، دار الكتب العلمية، بيروت.

رسول کی اطاعت پر حرص ورغبت کو اور زیادہ کریں (ترجمہ ختم)

یہ واقعہ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

یہ بات نہیں تھی کہ یہ حضرات اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاص مجھے اسی جگہ بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو اب صرف احتمال ہونے پر قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابۂ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، آج محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں، لیکن صحیح معنوں میں محبت واطاعت سے کوسوں دور ہیں۔ [2]

حضرت اُمِّ حُمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّىْ أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَکَ، قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّکِ تُحِبِّيْنَ

---

[1] عن بن جريج قال أخبرني ربيعة بن أبى عبد الرحمن أن النبى صلى الله عليه و سلم لما علا المنبر يوم الجمعة قال اجلسوا فسمع رجل من الانصار قول النبى صلى الله عليه و سلم ذلک وهو بالطريق لم يدخل المسجد فجلس فى بنى غنم قال فلما أقيمت الصلاة دخل الرجل فقال له النبى صلى الله عليه و سلم الا رحت فأخبره الخبر فقال له النبى صلى الله عليه و سلم خيرا زعموا أن ذلک الرجل عبد الله بن رواحة (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۳۶۶)

عن أيوب قال بلغنى أن بن رواحة سمع النبى صلى الله عليه و سلم وهو بالطريق يقول اجلسوا فجلس فى الطريق فمر به النبى صلى الله عليه و سلم فقال له ما شأنک قال سمعتک تقول اجلسوا فجلست فقال له النبى صلى الله عليه و سلم زادک الله طاعة (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۳۶۷)

[2] فلما سمع ذلک جلس فى مكانه، أى :مبادرةً إلى امتثال أمر الرسول صلى الله عليه وسلم، فرآه رسول الله فقال :(تعال يا ابن مسعود وهذا مخاطبة منه لعبد الله بن مسعود حيث طلب منه أن يأتى .وهذا الصنيع من عبد الله بن مسعود يدل على فضله ونبله، وعلى مبادرته لامتثال أمر الرسول صلى الله عليه وسلم، ويدلنا على ما كان عليه أصحاب الرسول عليه الصلاة والسلام ورضى الله تعالى عنهم وأرضاهم من المبادرة إلى الاستسلام والانقياد لما جاء عن الرسول الكريم صلوات الله وسلامه وبركاته عليه(شرح سنن أبى داود ـ لعبد المحسن العباد، ج۶ ص ۳۳۶)

والحديث يدل على أنه -عليه السلام -تكلم لابن مسعود قبل شروعه فى الخطبة، فلم يطابق التبويب عليه(شرح سنن أبى داود،لبدر الدين العينى، كتاب الصلاة،باب الإمام يكلم الرجل فى خطبته)

الصَّلَاةَ مَعِيَ، وَصَلَاتُكِ فِيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ دَارِكِ، وَصَلَاتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ، وَصَلَاتُكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ، قَالَ :فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ أَقْصٰى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهٖ، فَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھری میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کمرہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے احاطہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو گھر کے احاطہ میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز جو محلّہ کی مسجد میں ہو اُس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد (یعنی میری اقتداء میں مسجد نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے) گھر والوں کو کہہ کر اپنے کمرے کے کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جثّامہ بن مساحق رضی اللہ عنہ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا، وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے تو ان کے اکرام کے لئے ہرقل نے انہیں سونے کی ایک کرسی پر بٹھایا۔

حضرت جثّامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] حديث نمبر ٢٧٠٩٠، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ٢٢١٧.

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

قال شعيب الأرنؤوط :حديث قوى (حاشية صحيح ابنِ حبان)

جَلَسْتُ فَلَمْ أَدْرِ مَا تَحْتِي، فَإِذَا تَحْتِي كُرْسِيٌّ مِنْ ذَهَبٍ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ نَزَلْتُ عَنْهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ لِي :لِمَ نَزَلْتَ عَنْ هٰذَا الَّذِي أَكْرَمْنَاكَ بِهِ ؟ فَقُلْتُ :إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا (معرفة الصحابة لابی نعیم الأصبهانی) [1]

ترجمہ: میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم اتر کیوں گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے اس جیسی (یعنی سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے'' (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرح کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان سے ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اس قسم کے واقعات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(۲)......محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایسا اتباع مقصود نہیں جیسے عام دنیا کے حُکّام کا اتباع جبراً قہراً کرنا پڑتا ہے بلکہ وہ اتباع مقصود ہے جو عظمت ومحبت کا نتیجہ ہو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دل میں اتنی ہو کہ اس کی وجہ سے آپ کے احکام کی اتباع پر مجبور ہو (معارف القرآن ج۴ ص۸۷ بتغیر)

---

[1] حديث نمبر ١٧٢٩ ،تحت ترجمة جَثَّامَةُ بْنُ مُسَاحِقِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنَانِيُّ ،دار الوطن للنشر -الرياض.

اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی آپ کے حقوق میں داخل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

(سورہ توبہ آیت ۲۴)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے (کساد بازاری) کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن میں (رہنے) کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (یعنی سزا) بھیج دیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میرے ساتھ اپنے والد سے اور اپنی اولاد سے اور سب آدمیوں سے زیادہ محبت نہ رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِى

---

[1] حديث نمبر ۱۵، كتاب الايمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ له، مسلم حديث نمبر ۱۷۸.

الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ (بخاری) [۱]

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو (ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی۔ایکؔ وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو اتنی کسی اور سے نہ ہو) اور ایکؔ وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو اور صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو، صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایکؔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کر لی اور بچ گیا ہو) اور اس (بچالینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ. قَالَ حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ (صحيح مسلم) [۲]

ترجمہ: ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے

---

[۱] حديث نمبر ١٦، كتاب الايمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان، دار طوق النجاة، بيروت.

[۲] حديث نمبر ٢٦٣٩، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من احب، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسی کے ساتھ ہونگے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہونگے، جس سے محبت رکھیں گے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اور ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ (محشور) ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِىْ لِىْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِىْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِىْ بِأَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (صحيح مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مضبوط ترین لوگ وہ ہیں، جو میرے بعد مجھ سے محبت رکھتے ہونگے، جو کہ یہ چاہیں گے کہ کاش کہ وہ مجھے اپنے گھر اور مال کے بدلے (اور ان کے عوض میں) دیکھ لیتے (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیات اور احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت اور اس کی فضیلت واضح ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کو سب سے پہلے ادا کرنے والی جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، انہی کے قول وعمل کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کو پہچانا جاسکتا ہے، اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا کچھ حال ذکر کیا جاتا ہے۔

ورنہ محبت کی پوری حقیقت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، بلکہ وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ

---

[1] حديث نمبر ٢٨٣٢، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبى صلى الله عليه وسلم بأهله وماله، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

وعبارات سے بالاتر ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وجہ سے صحابہ کو نہ جان کی پرواہ تھی، نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا، نہ تکلیف کا خوف، نہ موت سے ڈر۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَلاَ أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالاً لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی، اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سراپا) صفت بیان کروں تو مجھے اس کی طاقت نہیں ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا، اور اگر میں اسی حال (جبکہ میرا دل آپ کی عظمت ومحبت سے لبریز ہے) میں فوت ہو جاؤں، تو مجھے امید ہے کہ میں جنتیوں میں سے ہونگا (ترجمہ ختم)

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا، جن کو قریشِ مکہ نے قید کرلیا، اوران کو حرم کی حدود سے باہر لے جا کر قتل کرنا چاہا، اس موقع پر ابوسفیان بن حرب بھی موجود تھے (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) ابوسفیان نے ان کو قتل سے پہلے کہا:

نَشَدْتُكَ بِاللّٰهِ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ بِمَكَانِكَ يُضْرَبُ عُنُقُهُ، وَأَنَّكَ فِيْ أَهْلِكَ ؟ قَالَ :وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ مُحَمَّدًا الْآنَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَإِنِّيْ جَالِسٌ فِيْ أَهْلِيْ، فَقَالَ أَبُوْ

---

[1] حديث نمبر ۱۲۱، كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

سُفُيَانَ :مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا، ثُمَّ قَتَلَهُ نِسْطَاسٌ (معرفة الصحابة للأصبهانى) [1]

ترجمہ: اے زید! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اس وقت آپ کی جگہ محمد ہوتے، جن کو قتل کیا جاتا، اور آپ اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید بن دثنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت جس جگہ ہیں، وہاں ان کو کسی کانٹے کی بھی تکلیف پہنچے، اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوں، جس پر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو، کسی سے ایسی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محمد سے محبت کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت زید بن دثنہ (رضی اللہ عنہ) کو نسطاس (نامی شخص) نے قتل کر دیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت شعبی سے مرسلاً روایت ہے:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ، وَلَوْلَا أَنِّيْ آتِيْكَ فَأَرَاكَ لَظَنَنْتُ أَنِّيْ سَأَمُوْتُ، وَبَكَى الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْكَاكَ ؟قَالَ :ذَكَرْتُ أَنَّكَ سَتَمُوْتُ وَنَمُوْتُ فَتُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَنَحْنُ إِنْ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ كُنَّا دُوْنَكَ، فَلَمْ يُخْبِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ "إِلٰى قَوْلِهٖ"عَلِيْمًا (النساء ۶۹، ۷۰) " فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرْ (شعب الإيمان للبيهقى) [2]

---

[1] حديث نمبر ۲۹۹۹، تحت ترجمة زَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ الْأَنْصَارِيُّ مِنْ بَنِي بَيَاضَةَ بْنِ عَامِرٍ، دار الوطن للنشر -الرياض.

[2] حديث نمبر ۱۳۱۷، باب حب النبى صلى الله عليه وسلم، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

ترجمہ: انصار میں کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد اور میرے گھر اور میرے مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور اگر میں آپ کے پاس نہ آتا، اور آپ کو نہ دیکھتا، تو شاید میری موت واقع ہوجاتی، اور یہ کہہ کر وہ انصاری رونے لگے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ ان انصاری صحابی نے عرض کیا کہ آپ کے اور ہمارے فوت ہونے کے بعد آپ تو نبیوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اور ہم اگر جنت میں داخل بھی ہوگئے، تو آپ سے نیچے (درجہ میں) ہونگے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے عَلِيْمًا تک (سورہ نساء) جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔ یہ مہربانی (اور عنایت) ہے، اللہ کی طرف سے، اور کافی ہے اللہ جاننے والا''

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ (بخاری) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ

---

[1] حدیث نمبر ۶۶۳۲، کتاب الایمان والنذور، باب :کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارطوق النجاۃ، بیروت.

کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے سوائے اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک مومن نہ ہوگے جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اب تو (آپ کا ارشاد سننے کے بعد) آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا اب پورے ایماندار ہوائے عمر (ترجمہ ختم)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہوگئی، یا اس کا استحضار ہوگیا۔

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ فَقَطَعَتْ فَمَ الْقِرْبَةِ تَبْتَغِيْ بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پیا، تو حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ لیا (اور یہ حصہ تبرک کے طور پر محفوظ رکھ لیا) تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک لگی ہوئی جگہ سے برکت حاصل کریں (ترجمہ ختم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اسی طرح کا قصہ منقول ہے۔ [2]

---

[1] حديث نمبر ۳۴۲۳، كتاب الاشربة، باب الشرب قائما، دار إحياء الكتب العربية، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۲۰۵۳۱.

[2] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَفِي الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَشَرِبَ مِنْ فِيهَا وَهُوَ قَائِمٌ "قَالَ: فَقَطَعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَ الْقِرْبَةِ فَهُوَ عِنْدَنَا (مسند أحمد، حديث نمبر ۱۲۱۸۸) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نوجوانی کی عمر میں حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی زندگی کو قربانی کے لئے ایسے وقت میں پیش کر دیا تھا جب مشرکینِ مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور قتل کرنے کی سازش بنا رکھی تھی۔

ایسی حالت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوگئے اور آپ کے بستر پر اس خطرے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ رات بھر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہی جب مشرکینِ قریش اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے تو یہاں یہ دیکھ کر متحیر رہ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جانثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سر بکف سو رہا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسناده ضعيف لجهالة ابن بنت أنس -واسمه البراء بن زيد -فإنه لم يرو عنه غير عبد الكريم الجزرى، والصحيح أن هذه القصة وقعت لكبشة بنت ثابت الأنصارية كما سيأتى فى مسندها ۶/۴۳۴ بإسناد صحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد والطبرانى وفيه البراء بن زيد ولم يضعفه أحد ، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائدج۵ص ۷۹،باب الشرب قائما، مكتبة القدسى، قاهرة)

[1] عن ابن إسحاق قال :وأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتظر أمر الله حتى إذا اجتمعت قريش فمكرت به وأرادوا به ما أرادوا أتاه جبريل عليه السلام ، فأمره أن لا يبيت فى مكانه الذى كان يبيت فيه ، دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب ، فأمره أن يبيت على فراشه ، ويتسجى ببرد له أخضر ، ففعل ، ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على القوم وهم على بابه وخرج معه بحفنة من تراب فجعل يذرها على رء وسهم ، وأخذ الله عز وجل بأبصارهم عن نبيه وهو يقرأ :يس والقرآن الحكيم إلى قوله :فأغشيناهم فهم لا يبصرون وروى عن عكرمة ما يؤكد هذا(دلائل النبوة للبيهقى،حديث نمبر ۷۲۸)

عُثْمَانُ الْجَزَرِيُّ، أَنَّ مِقْسَمًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :فِي قَوْلِهِ (وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ) (الأنفال۳۰) قَالَ " :تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ :إِذَا أَصْبَحَ، فَأَثْبِتُوهُ بِالْوَثَاقِ، يُرِيدُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلِ اقْتُلُوهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ :بَلْ أَخْرِجُوهُ، فَأَطْلَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ عَلَى ذَلِكَ، فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں یہ قصہ آتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جبکہ دشمنوں کی طرف سے تیروں کی بوچھار ہورہی تھی، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے، اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَتَّى لَحِقَ بِالْغَارِ، وَبَاتَ الْمُشْرِكُونَ يَحْرُسُونَ عَلِيًّا، يَحْسَبُونَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحُوا ثَارُوا إِلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَوْا عَلِيًّا، رَدَّ اللهُ مَكْرَهُمْ، فَقَالُوا :أَيْنَ صَاحِبُكَ هَذَا ؟ قَالَ :لَا أَدْرِي، فَاقْتَصُّوا أَثَرَهُ ، فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ خُلِّطَ عَلَيْهِمْ، فَصَعِدُوا فِي الْجَبَلِ، فَمَرُّوا بِالْغَارِ، فَرَأَوْا عَلَى بَابِهِ نَسْجَ الْعَنْكَبُوتِ، فَقَالُوا :لَوْ دَخَلَ هَاهُنَا، لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوتِ عَلَى بَابِهِ، فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ (مسند احمد، حديث نمبر ۳۲۵۱، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۱۱۹۸۷، شرح مشكل الآثار للطحاوی، حديث نمبر ۵۸۰۶)

إسناده ضعيف(حاشية مسند احمد)

عن عمه موسى بن عقبة ح) وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال :أخبرني إسماعيل بن محمد بن الفضل الشعراني قال :حدثنا جدي قال :حدثنا إبراهيم بن المنذر قال : حدثنا محمد بن فليح ، عن موسى بن عقبة ، عن ابن شهاب الزهري وهذا لفظ حديث إسماعيل قال :ومكث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الحج بقية ذي الحجة ، والمحرم ، وصفر ، ثم إن مشركي قريش اجتمعوا أن يقتلوه أو يخرجوه حين ظنوا أنه خارج ، وعلموا أن الله عز وجل قد جعل له مأوى ومنعة ولأصحابه ، وبلغهم إسلام من أسلم ، ورأوا من يخرج إليهم من المهاجرين ، فأجمعوا أن يقتلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يثبتوه ، فقال الله عز وجل : وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين ،وبلغه صلى الله عليه وسلم في ذلك اليوم الذي أتى فيه أبا بكر أنهم مبيتوه إذا أمسى على فراشه ، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر في جوف الليل قبل الغار غار ثور ، وهو الغار الذي ذكر الله عز وجل في الكتاب ، وعمد علي بن أبي طالب فرقد على فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم يواري عنه ، وباتت قريش يختلفون ويأتمرون أيهم يجثم على صاحب الفراش فيوثقه ، فكان ذلك أمرهم حتى أصبحوا ، فإذا هم بعلي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فسألوه عن النبي صلى الله عليه وسلم فأخبرهم أنه لا علم له به ، فعلموا عند ذلك أنه قد خرج فارا منهم ، فركبوا في كل وجه يطلبونه (دلائل النبوة للبيهقي،حديث نمبر ۷۲۵)

[1] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہورہی تھی تو کسی نے یہ خبر اڑادی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو جب غزوهٔ احد کے موقع پر یہ خبر پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

مَا تَصْنَعُوْنَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهُ فَقُوْمُوْا فَمُوْتُوْا عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقَوْمَ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ(دلائل النبوة للبيهقى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے، تم بھی کھڑے ہو، اور اس امر (اعلاء کلمۃ الحق) پر لڑ کر شہید ہو جاؤ جس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، چنانچہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلہ میں پہنچ گئے، اور قتال کرتے کرتے شہید ہوگئے (ترجمہ ختم)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں نے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنْ النَّبْلِ فَيَقُولُ انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا(بخارى، حديث نمبر ۳۷۵۷)

عَنْ أَنَسٍ، "أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ كَانَ يَرْمِي بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ يَتَتَرَّسُ بِهِ، وَكَانَ رَامِيًا، وَكَانَ إِذَا رَمَى رَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَخْصَهُ يَنْظُرُ أَيْنَ يَقَعُ سَهْمُهُ، وَيَرْفَعُ أَبُو طَلْحَةَ صَدْرَهُ، وَيَقُولُ :هَكَذَا بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، لَا يُصِيبُكَ سَهْمٌ ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَشُورُ نَفْسَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ :إِنِّي جَلْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ، فَوَجِّهْنِي فِي حَوَائِجِكَ ، وَمُرْنِي بِمَا شِئْتَ (مسند أحمد ،حديث نمبر ۱۴۰۵۸)

إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[1] ج۳ص ۲۴۵ ،باب تحريض النبى صلى الله عليه وسلم أصحابه على القتال يوم أحد وثبوت من عصمه الله -عز وجل-، دارالكتب العلمية، بيروت.

اپنے شہید ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ [1]

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو تکلیف بھی بہت پہنچی تھی اور شہید بھی بہت ہو گئے تھے، مدینہ طیبہ میں یہ وحشت ناک خبر پہنچی، ایک انصاری عورت کے شوہر اور بھائی بھی اس میں شہید ہو گئے تھے، جب ان خاتون کو اپنے گھر والوں کی خبر پہنچی، تو انہوں نے گھبرا کر کہا:

مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا :خَيْرًا يَا أُمَّ فُلَانٍ، فَقَالَتْ :أَرُوْنِيْهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَأَشَارُوْا لَهَا إِلَيْهِ حَتّٰى إِذَا رَأَتْهُ قَالَتْ :كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ (دلائل النبوة للبيهقي) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ خیریت سے ہیں، پھر ان خاتون نے کہا کہ مجھے دکھلاؤ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتی ہوں، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ ہیں، جب ان خاتون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (اور آپ کی خیریت کا یقین ہو گیا، تو) انہوں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سلامت رہنے کے) بعد ہر مصیبت ہلکی ہے (ترجمہ ختم)

غزوۂ احد کے موقع پر اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے کہ بہت سی صحابیات اپنے بیٹوں، والدوں اور شوہر اور بھائیوں کے شہید ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زیادہ فکر مند تھیں۔ [3]

---

[1] وَمَرّ أَنَسُ بْنُ النّضْرِ بِقَوْمٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ قَدْ أَلْقَوْا بِأَيْدِيهِمْ فَقَالَ مَا تَنْتَظِرُونَ ؟ فَقَالُوا :قُتِلَ رَسُولُ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ فِي الْحَيَاةِ بَعْدَهُ ؟ قُومُوا فَمُوتُوا عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ ثُمّ اسْتَقْبَلَ النّاسَ وَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ إنّي لَأَجِدُ رِيحَ الْجَنّةِ مِنْ دُونِ أُحُدٍ فَقَاتَلَ حَتّى قُتِلَ وَوُجِدَ بِهِ سَبْعُونَ ضَرْبَةً وَجُرِحَ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ الرّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ جِرَاحَةً(زاد المعاد،قَتْل أَنَسِ بْنِ النّضْرِ وَجَرْحُ عَبْدُ الرّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ)

[2] ج۳ص ۳۰۲،باب ما جرى بعد انقضاء الحرب وذهاب المشركين فى أمر القتلى والجرحى الخ ، دارالكتب العلمية، بيروت.

[3] عن أنس بن مالک قال لما كان يوم أحد حاص أهل المدينة حيصة قالوا قتل محمد حتى كثرت الصوارخ فى ناحية المدينة فخرجت امرأة من الأنصار متحزمة فاستقبلت بابنها وأبيها وزوجها وأخيها لا أدرى أيهم استقبلت به أول فلما مرت على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَدُ سُئِلَ عَلِيُّ بُنُ أَبِيُ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :كَيُفَ كَانَ حُبُّكُمُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيُهِ وَسَلَّمَ؟قَالَ كَانَ وَاللّٰهِ أَحَبَّ إِلَيُنَا مِنُ أَمُوَالِنَا وَأَوُلَادِنَا وَآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الُمَاءِ الُبَارِدِ عَلَى الظَّمَأِ(الشفا ج۲ص۵۶۸) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے (ترجمہ ختم)

اس قسم کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ کی محبت تھی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اور پہچان

اہلِ علم حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات بیان کی ہیں۔

مثلاً یہ کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسویٰ پر ترجیح دیتا ہے۔یہی معنیٰ محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں صرف محبت کا دعویٰ ہے، پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آخرهم قالت من هذا قالوا أبوك أخوك زوجك ابنك تقول ما فعل رسول الله صلى الله عليه و سلم يقولون أمامك حتى دفعت إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم فأخذت بناحية ثوبه ثم قالت بأبي أنت وأمي يا رسول الله لا أبالي إذ سلمت من عطب (المعجم الأوسط للطبراني ،حديث نمبر ۷۴۹۹)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط عن شيخه محمد بن شعيب ولم أعرفه ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج۶ص۱۱۵)

[1] قلت : ولم اجد سندهٗ.محمد رضوان .

طریقہ کو اختیار کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے پرہیز کرے خوشی میں رنج میں تنگی میں وسعت میں ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورہ آلِ عمران آیت ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، تو تم لوگ میرا اتباع کرو (اس کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے

---

[1] ثم قال لی (یا بنی وذلک من سنتی، ومن أحیا سنتی فقد أحبنی ومن أحبی کان معی فی الجنة) فمن اتصف بهذه الصفة فهو کامل المحبة لله ورسوله ومن خالفها فی بعض هذه الأمور فهو ناقص المحبة ولا یخرج عن اسمها (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، لقاضی عیاض، جزء۲، صفحه ۲۵) والصحیحة لرسوله التصدیق بنبوته وبذل الطاعة له فیما أمر به ونهی عنه قاله أبو سلیمان، وقال أبو بکر :وموازرته ونصرته وحمایته حیا ومیتا، وإحیاء سنته بالطلب والذب عنها ونشرها، والتخلق بأخلاقه الکریمة وآدابه الجملیة، وقال أبو إبراهیم إسحاق التجیبی :نصیحة رسول الله صلی الله علیه وسلم التصدیق بما جاء به والاعتصام بسنته ونشرها والحض علیها والدعوة إلی الله وإلی کتابه وإلی رسوله وإلیها إلی العمل بها، وقال أحمد بن محمد من مفروضات القلوب اعتقاد النصیحة لرسول الله صلی الله علیه وسلم، وقال أبو بکر الآجری وغیره النصح له یقتضی نصحین نصحا فی حیاته ونصحا بعد مماته ففی حیاته نصح أصحابه له بالنصر والمحاماة عنه ومعاداة من عاداه والسمع والطاعة له وبذل النفوس وأموال دونه کما قال الله تعالی (رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه) الآیة، وقال (وینصرون الله ورسوله) الآیة، وأما نصیحة المسلمین له بعد وفاته فالتزام التوقیر والإجلال وشدة المحبة له والمثابرة علی تعلم سنته والنفقة فی شریعته ومحبة آل بیته وأصحابه ومجانبة من رغب عن سنته وانحرف عنها وبغضه والتحذیر منه والشفقة علی أمته والبحث عن تعرف أخلاقه وسیره وآدابه والصبر علی ذلک :فعلی ما ذکره تکون النصیحة إحدی ثمرات المحبة وعلامة من علاماتها کما قدمناه (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، لقاضی عیاض، جزء۲، صفحه ۳۳)

عنایت (مہربانی) فرمانے والے ہیں (اور) آپ (یہ بھی) فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو، اللہ کی اوراس کے رسول کی۔ پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعراض کریں تو (سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معیار بتلا دیا گیا کہ اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہوتو لازم ہے کہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا جو شخص جس قدر حبیبُ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط اور مستعد پایا جائے گا، جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ومتوجہ ہوں گی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے ''نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللہِ وَاَحِبَّآؤُهٗ'' (ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی اللہ کا محبوب نہیں ہوسکتا، اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اور اللہ کے سب سے بڑے محبوب کے نقشِ قدم پر چلے آؤ۔

وفدِ نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم وعبادت، اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں، اس کا بھی جواب ہو گیا (تفسیر عثمانی تغییر)

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا اور دوسری آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ اصل محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی سنت کی اتباع ہے، جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے افعال واعمال سنتوں کے خلاف ہوں ان کی محبت کا دعویٰ سچا نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہوگئی کہ محبت کا بڑا معیار محبوب کی اطاعت ہے، اسی

کو عربی شاعر نے بہت اچھے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ: ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔۔۔ هٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ

لَوْكَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنی جان کی قسم! یہ بات عجیب چیزوں میں سے ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا۔ اس لئے کہ محبّ (محبت کرنے والا) محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

ایک فارسی زبان کے شاعر کا واقعہ ہے کہ وہ آزاد منش تھا (جیسا کہ آج کل عموماً شاعر آزاد منش ہوتے ہیں) لیکن اس شاعر کا دل نرم تھا اور اس کے کلام میں سوز و گداز تھا۔ ایک شخص اس شاعر کا فارسی کلام اور اشعار دیکھ کر بہت متاثر ہوا، اور ان کو اللہ والا اور صوفی سمجھ کر ایران سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا، شاعر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک نائی (ہیئر ڈریسر) اس شاعر کی اُسترے سے ڈاڑھی صاف کر رہا ہے۔ اس آنے والے شخص نے جھلّا کر تعجب سے کہا:

''آغا ریش می تراشی'' کہ جناب عالی! آپ ڈاڑھی ترشوا رہے ہیں؟

اس شاعر نے جواب میں کہا

''بلے ریش می تراشم مگر دلِ کسے نمی تراشم'' یعنی میں ڈاڑھی ہی تو ترشوا رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں تراش رہا۔

مطلب یہ تھا کہ میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا کیونکہ بڑا گناہ تو دل دکھانا ہے۔ اس آنے والے مسافر نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

''ارے دلِ رسول اللہ می خراشی'' یعنی تُو تَو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تراش رہا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے امتی کے بارے میں اس حکم کی خلاف ورزی کا علم ہوگا تو آپ کو اس سے سخت تکلیف اور ایذا پہنچے گی۔ یہ سن کر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ وہ پہلے سے نرم دل تھا اور یہ بات اس کے دل کو لگ گئی۔

اور اس نے زبانِ حال سے یہ شعر پڑھا: ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی مُرا با جانِ جاں ہمراز کردی

یعنی: تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، میں تو اندھا تھا آپ نے میرے دل اور آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا۔

جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

دعویٰ محبت تو بہت آسان ہے مگر اس کو ثابت کرنا بڑا مشکل کام ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت اطاعتِ محبوب ہے۔ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ (ترمذی)

جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا (مجموعہ رسائل ص ۱۶ و ۱۷، حصہ اول، مرتب: مفتی سید شجاعت علی قادری)

(۳)......عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع تو امت پر فرض ہونا ہی چاہئے تھا کیونکہ انبیاء کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، لیکن حق تعالیٰ نے ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ امت پر آپ کی تعظیم وتوقیر اور احترام وادب کو بھی لازم قرار دیا ہے اور قرآنِ کریم میں جابجا اس کے آداب سکھائے گئے ہیں (معارف القرآن ج ۸ ص ۸۷)

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (سورہ حجرات آیت ۱)

ترجمہ: اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے (ترجمہ ختم)

یعنی جس مجلس میں حضور تشریف فرما ہوں اور کوئی معاملہ پیش آئے تو آپ سے پہلے کوئی نہ بولے،

اور جب آپ کلام کریں تو سب خاموش ہو کر سنیں، ہاں آپ ہی کسی کو جواب کے لئے حکم فرمادیں تو وہ جواب دے سکتا ہے۔اسی طرح اگر آپ چل رہے ہیں تو کوئی آپ سے آگے نہ بڑھے، کھانے کی مجلس ہے تو آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، ہاں اگر آپ کی تصریح یا اشارے سے ثابت ہو جائے کہ آپ خود ہی کسی کو آگے بھیجنا چاہتے ہیں جیسے سفر اور جنگ کے موقع پر ایسا ہوتا تھا تو علیٰحدہ بات ہے (معارف القرآن ج ۸ص ۸۷، ۸۸ وج ۸ص ۱۰۰ ملخصاً)

اس کے بعد آگے ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ حجرات آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام وتعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن اس آیت کے نازل ہونے سے صحابۂ کرام کا یہ حال ہو گیا کہ:

قَالَ أَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا أُکَلِّمُکَ إِلَّا کَأَخِي السِّرَارِ حَتّٰی أَلْقَی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیهقی)[1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا کہ اب مرتے دم تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۱۴۳۱، باب فی تعظیم النبی صلی الله علیه وسلم وإجلاله وتوقیره صلی الله علیه وسلم، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۳۶۷۹، مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۵۵۷۶، بخاری، تحت حدیث رقم ٦٧٥٨.
قال الحاکم: "حَدِیْثٌ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ"
وقال الذهبی فی التلخیص: علیٰ شرط مسلم.

اورحضرت عمررضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهٗ(بخاری) [۱]

ترجمہ: حضرت عمررضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا(ترجمہ ختم)

اورحضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے، یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اوراپنے گھر میں سر جھکا کر بیٹھ گئے کہ کہیں ان کے اعمال ضائع نہ ہوجائیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلی اور جنت کی بشارت دینے پر آپ کو سکون ملا، اور باہر تشریف لائے، جس کے بعد انہوں نے اپنی آواز کو پست کرلیا۔ [۲]

---

[۱] حدیث نمبر ۴۸۴۵،کتاب تفسير القرآن، باب لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي الآية، دارطوق النجاة، بيروت.

[۲] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (بخاری، حديث نمبر ۳۶۱۳،كتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الإسلام)

وَقَوْلُهُ :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ) (الحجرات ۲) نَزَلَتْ فِي ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ الْأَنْصَارِيِّ كَانَ إِذَا جَالَسَ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسلم يَرْفَعُ صَوْتَهُ إِذَا تَكَلَّمَ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ انْطَلَقَ مَهْمُومًا حَزِينًا، فَمَكَثَ فِي بَيْتِهِ أَيَّامًا مَخَافَةَ أَنْ يَكُونَ قَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ، وَكَانَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ جَارَهُ، فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :اذْهَبْ فَأَخْبِرْ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ أَنَّكَ لَمْ تُعْنَ بِهَذِهِ الْآيَةِ، وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ بَلْ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ "فَاخْرُجْ إِلَيْنَا فَتَعَاهَدْنَا، فَفَرِحَ ثَابِتٌ بِذَلِكَ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَرْحَبًا بِرَجُلٍ يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، بَلْ غَيْرُكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَأَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ "فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْفِضُ صَوْتَهُ حَتَّى مَا يَكَادُ أَن يُسْمِعُ الَّذِي يَلِيهِ، فَنَزَلَتْ فِيهِ :(إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ دو آدمی مسجدِ نبوی میں اونچی آواز سے بات کر رہے تھے، جن کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری) [1]

ترجمہ: اگر تم شہر (مدینہ) والوں میں سے ہوتے، تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہو (ترجمہ ختم)

یہ لوگ طائف کے علاقے کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے درگزر فرما دیا کہ وہاں کے لوگوں کو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ ومسجد کی حرمت وعظمت کا پوری طرح علم نہ ہو۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جا رہی ہوں اس میں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے کیونکہ آپ کا کلام جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو اس وقت سب کے لئے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب وضروری تھا اسی طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور وشغب کرنا بے ادبی ہے (معارف القرآن ج۸ص۸۸ وج۸ص۱۰۰تا۱۰۱ ملخصاً)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ) (الحجرات۳) فَقُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ (شعب الايمان للبيهقى، تحت حديث رقم ۱۴۳۰، باب فى تعظيم النبى صلى الله عليه وسلم وإجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم)

[1] ج ۱ ص ۱۰۱، حديث نمبر ۴۷۰، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد، دارطوق النجاة، بيروت)

[2] إنما فرق عمر بين أهل المدينة وغيرها فى هذا؛ لأن أهل المدينة لا يخفى عليهم حرمة مسجد رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وتعظيمه، بخلاف من لم يكن من أهلها؛ فإنه قد يخفى عليه مثل هذا القدر من احترام المسجد، فعفى عنه بجهله (فتح البارى لابنِ رجب، ج۳ص ۳۹۵، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد، مكتب تحقيق دار الحرمين -القاهرة)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورة النور، آیت ۶۳)

ترجمہ: مومنو! رسول کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی، عاجزی وتواضع سے مخاطب کریں، اور آپ کی تعظیم وتوقیر ملحوظِ خاطر رکھیں۔

اور ایک مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سوره اعراف آیت ۱۵۷)

ترجمہ: سو جو لوگ نبی پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کے ساتھ حمایت کی اور ان کی مدد کی، اور جو نور، ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی فلاح پانے والے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (سوره فتح آیت ۸تا ۹)

ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، تا کہ (اے مسلمانو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو (ترجمہ ختم)

ان آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، عظمت، ادب واحترام ظاہر ہوتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

عَذَابًا مُّهِينًا (سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جولوگ ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت (اور پھٹکار) ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت (کے اس ابدی جہاں) میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب (ترجمہ ختم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام سے متعلق احادیث بہت کثرت سے آئی ہیں۔

اور اسی وجہ سے اگر نعوذ باللہ تعالیٰ کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی وتوہین کردے، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے، اور اسلامی حکومت میں شرعی اصولوں کے مطابق گستاخی ثابت ہونے پر اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی قانوناً سزا قتل ہے۔ [1]

---

[1] من سب رسول الله الله صلى الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد(النتف فی الفتاویٰ، ج۲ص۶۹۴، كتاب المرتد واهل البغی)

(قوله وقد صرح في النتف إلخ) أقول :ورأيت في كتاب الخراج لأبي يوسف ما نصه :وأيما رجل مسلم سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته، فإن تاب وإلا قتل، وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر على الإسلام اهـ وهكذا نقل الخير الرملي في حاشية البحر أن المسطور في كتب المذهب أنها ردة، وحكمها حكمها، ثم نقل عبارة النتف ومعين الحكام :والعجب منه أنه أفتى بخلافه في الفتاوى الخيرية .رأيت بخط شيخ مشايخنا السائحاني في هذا المحل والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعني ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلك. وقد أسمعني بعض مشايخي رسالة حاصلها أنه لا يقتل بعد الإسلام وأن هذا هو المذهب اهـ وكذلك كتب شيخ مشايخنا الرحمتي هنا على نسخته أن مقتضى كلام الشفاء وابن أبي جمرة في شرح مختصر البخاري في حديث إن فريضة الحج أدركت أبي إلخ "أن مذهب أبي حنيفة والشافعي حكمه حكم المرتد، وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن النتف وغيره، فإذا كان هذا في ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -ففي ساب الشيخين أو أحدهما بالأولى، فقد تحرر أن المذهب كمذهب الشافعي قبول توبته كما هو رواية ضعيفة عن مالك وأن تحتم قتله مذهب مالك (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۴، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

(قوله وهو الذي ينبغي التعويل عليه) قلت :الذي ينبغي التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب ط (قوله رعاية لجانب حضرة المصطفى -صلى الله عليه وسلم -) أقول :رعاية جانبه في اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد(ردالمحتار، ج۴ص۲۳۶، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابۂ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے اس کا اظہار سینکڑوں طرح سے ہوتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهٖ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نائی آپ کے بال مونڈتا تھا، اور آپ کے صحابہ اردگرد جمع رہتے تھے، ان میں سے ہر آدمی بال (زمین پر گرنے سے پہلے) اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوجری جابر بن سلیم نے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، وہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَّأْيِهٖ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن أبی داوٗد) [2]

ترجمہ: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے ذرہ برابر انحراف نہیں کرتے، کہ وہ کچھ کہتے ہیں، فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ کون شخص ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف في مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب وفي الحاوي القدسي ويؤدب الذمي ويعاقب على سبه دين الإسلام أو النبي أو القرآن اهـ (البحر الرائق ج۵ ص۱۲۵، کتاب السير، فصل في الجزية، دار الكتاب الاسلامي، بيروت)

[1] حديث نمبر ۲۳۲۵، كتاب الفضائل، باب قرب النبي عليه السلام من الناس وتبركهم به، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

[2] حديث نمبر ۴۰۸۴، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت.

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَلاَ أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالاً لَّهٗ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی (ترجمہ ختم)

اور امام ترمذی نے بسندِ ضعیف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى أَصْحَابِهٖ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهٗ إِلَّا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابۂ کرام کے پاس تشریف لاتے تھے تو سب مہاجرین وانصار صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے، کوئی بھی ان میں سے اپنی نظر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں اٹھاتا تھا، سوائے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] حدیث نمبر ۱۲۱، کتاب الایمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذا الهجرة والحج، دار إحیاء التراث العربی -بیروت.

[2] حدیث نمبر ۳۶۶۸، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بکر وعمر رضی الله عنهما کلیهما، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ.

كُنَّا إِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرْفَعْ رُءُ وْسَنَا إِلَيْهِ إِعْظَامًا لَّـهٗ (مستدرک حاکم) ل

ترجمہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے سر نہیں اٹھاتے تھے، آپ کی تعظیم کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

حضرت اسامہ بن شریک کہتے ہیں:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهٗ عِنْدَهٗ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُ وْسِهِمُ الطَّيْرُ (مستدرک حاکم) ۲

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ حالت تھی کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَانْتَهَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَلَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَكَانِهٖ وَإِذَا أَصْحَابُهٗ كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرَ (صحیح ابن حبان) ۳

ترجمہ: ہم بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں ایک رات آیا، اور

ل حديث نمبر ۴۱۵، كتاب العلم، فصل فى توقير العالم، دار الكتب العلمية -بيروت، واللفظ لهٗ، المدخل الى السنن الكبرىٰ للبيهقى، حديث نمبر ۵۴۱.

قال الحاكم: " هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَا أَحْفَظُ لَهُ عِلَّةً وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

وقال الذهبى فى التلخيص :على شرطهما ولا أحفظ له علة.

۲ حديث نمبر ۴۱۶، كتاب العلم، فصل فى توقير العالم، دار الكتب العلمية -بيروت.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح.

وقال الذهبى فى التلخيص :صحيح.

۳ ج۱۶ ص ۱۸۵، حديث نمبر ۷۲۰۷، ذكر عوف بن مالک الأشجعى رضى الله عنه، مؤسسة الرسالة، بيروت .

قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ نہیں دیکھا، مگر آپ کے صحابہ (اس وقت بھی) اس حال میں تھے کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ جِنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلٰى رُءُ وُسِنَا الطَّيْرَ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں گئے، اور ہم قبر کی جگہ پہنچے، اور ابھی تک میت کو قبر میں نہیں اتارا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (ترجمہ ختم)

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اتنے مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے کہ اپنے سروں کو بھی حرکت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے، صحابہ کی حالت کا بڑے غور سے مطالعہ کیا اور کہا:

فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَاللّٰهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ

---

[1] حديث نمبر ۱۸۵۳۴، مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ (بخاری)[1]

ترجمہ: اللہ کی قسم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں، تو تھوک صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ میں گرتا ہے، اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مَل لیتا ہے، اور جب وہ ان کو کسی چیز کا حکم فرماتے ہیں، تو آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے سب آگے بڑھ جاتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں، تو وضو کے استعمال شدہ پانی کو لینے کے لئے لڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اور جب وہ کلام کرتے ہیں، تو سب کی آوازیں ان کی آواز کے سامنے خاموش ہوجاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، پھر جب حضرت عروہ اپنے قریشی ساتھیوں کی طرف لوٹے، تو انہوں نے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں وفد میں گیا ہوں، قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے یہاں بھی گیا ہوں، اور اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے دربار میں اس قدر (غیر رسمی) تعظیم ہوتی ہو جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی کرتی ہے۔ کبھی ان کا تھوک زمین پر نہیں گرنے دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مَل لیتا ہے، جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے، جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر (زمین پر گرنے سے پہلے خود لینے کے لئے) لڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے ہیں، تو ان کے سامنے ان کی آوازیں خاموش ہوجاتی ہیں، اور ان کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے (ترجمہ ختم)

ایک مرتبہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامنے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا کیا، لیکن پھر حضرت ابنِ

[1] حديث نمبر ۲۷۳۱، ج۳ص ۱۹۳، كتاب الشروط، باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، دارطوق النجاة، بيروت.

عباس رضی اللہ عنہ نے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ان سے اس کی وجہ دریافت کی، تو انہوں نے عرض کیا:

لَا یَنۡبَغِیۡ لِأَحَدٍ أَنۡ یُّصَلِّیَ حِذَاکَ، وَأَنۡتَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ، قَالَ :فَدَعَا اللّٰہَ أَنۡ یَّزِیۡدَنِیۡ فَھۡمًا وَعِلۡمًا (شعب الإیمان للبیہقی) [1]

ترجمہ: کسی کے لئے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ آپ کے برابر میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھے، جبکہ آپ اللہ کے رسول ہیں، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے حق میں) یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ میرے فہم اور علم کو زیادہ کرے (ترجمہ ختم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ أَبۡوَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَتۡ تُقۡرَعُ بِالۡأَظَافِیۡرِ (شعب الإیمان للبیہقی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازوں پر ناخنوں سے دستک دی جایا کرتی تھی (ترجمہ ختم)

ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، احترام اور تعظیم اس درجے کیا کرتے تھے کہ اگر کسی صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِدولت پر آپ کو بلانے کی ضرورت پڑتی تو باہر سے آواز دے کر آپ کو بلانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا اور دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا تاکہ زیادہ شور نہ ہو (اور آپ کا حجرہ مبارک چھوٹا ہونے کی وجہ سے ناخنوں کی آواز سے ضرورت پوری ہوجاتی تھی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابہ وتابعین کا معمول یہ تھا کہ مسجدِ نبوی میں کبھی بلند آواز سے بات کرنا تو درکنار کوئی وعظ تقریر بھی زیادہ بلند آواز سے پسند نہ کرتے تھے، اکثر

---

[1] حدیث نمبر ۱۴۳۲، الۡخَامِسَ عَشَرَ مِنۡ شُعَبِ الۡإِیمَانِ وَھُوَ بَابٌ فِی تَعۡظِیمِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَإِجۡلَالِہِ وَتَوۡقِیرِہِ صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض.

[2] حدیث نمبر ۱۴۳۷، الۡخَامِسَ عَشَرَ مِنۡ شُعَبِ الۡإِیمَانِ وَھُوَ بَابٌ فِی تَعۡظِیمِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَإِجۡلَالِہِ وَتَوۡقِیرِہِ صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، واللفظ لہٗ، اخبارِ اصبھان، حدیث نمبر ۴۰۴۶، الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۱۱۲۰.

حضرات کا عالم یہ تھا کہ جب کسی نے آنحضرت کا نامِ مبارک لیا تو رونے لگے اور ہیبت زدہ ہوگئے، اسی تعظیم وتوقیر کی برکت تھی کہ ان حضرات کو کمالاتِ نبوت سے خاص حصہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیائے سابقین کا مقام عطا فرمایا (معارف القرآن ج۴ص۸۸،۸۹بتغیر)

(۴)......صلاۃ وسلام صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورہ احزاب، آیت ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (ترجمہ ختم)

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کریں مگر اس کی تعبیر اس طرح فرمائی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا، جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد رحمت بھیجنا ہے اور فرشتوں اور مومنوں کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرنا ہے۔ [1]

لہٰذا عام مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے، اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے

---

[1] واولی الأقوال ما تقدم عن أبی العالیة ان معنی صلاة الله علی نبیه ثناؤه علیه وتعظیمه وصلاة الملائکة وغیرهم علیه طلب ذلک له من الله تعالی (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه و سلم)

مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جوکام اللہ تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اوراس کے فرشتے بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔

سورہ احزاب کی مذکورہ آیت کی روشنی میں مسلمان پر زندگی میں کم ازکم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، خواہ نماز میں پڑھ لیا جائے، یا غیر نماز میں، اُس سے اس آیت کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ دوسرے مواقع پر درود شریف پڑھنا سنت ومستحب اورانتہائی فضیلت کا باعث ہے اوراحادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک آئے، تو کلام کرنے اور سننے والے پراس وقت درود واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

البتہ اگرایک مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرمبارک ایک سے زیادہ مرتبہ آئے، تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہوجاتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرمبارک کرے، یا سنے، ہر مرتبہ درود (یعنی صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بہت بڑی فضیلت والاعمل ہے۔

---

[1] قلت وظني ان الاصح في الاستدلال بالآية ما ذهب اليه الكرخي حيث لاتوقيت في الآية ولا اشارة فيها الى الذكر والسماع بل الامر مطلق ، وهو لايقتضي التكرار، وهو الذي رجحه ابوبكر الجصاص في الاحكام حيث قال:قوله :(يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه) قد تضمن الأمر بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وظاهره يقتضي الوجوب ، وهو فرض عندنا فمتى فعلها الإنسان مرة واحدة في صلاة أو غير صلاة فقد أدى فرضه ، وهو مثل كلمة التوحيد والتصديق بالنبي صلى الله عليه وسلم متى فعله الإنسان مرة واحدة في عمره فقد أدى فرضه، انتهىٰ.

نعم صح ماذهب اليه الطحاوي ايضابالسنة والحديث الصحيح ، والذي رواه الترمذي، فالواجب بالكتاب هو الصلاة مرة في العمر، وبالسنة في مواضع آخر ايضا (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ج۳ ص۴۸۸، سورة الاحزاب)

[2] ومن الواجب عند الاكثرين عنده ذكره او سماع اسمه عليه الصلاة والسلام ، كما ذهب اليه الطحاوي، واختاره في التحفة، للاحاديث المذكورة آنفا، ولو تكرره ذكره الشريف في المجلس ففي شرح المنية عن الكافي:لم يلزمه الا مرة واحده في الصحيح ، لان تكراراسمه واجب لحفظ سنته التي بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة في كل مرة لافضى الى الحرج ، غير انه ندب تكرارها، انتهىٰ(احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ۳ج ص ۴۸۹، سورة الاحزاب)

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں اور اس کی دس خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :سَجَدْتُ شُكْرًا فِيْمَا أَبْلَانِيْ مِنْ أُمَّتِيْ :مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ. (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] حدیث نمبر ۴۰۸، کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبی -صلى الله عليه وسلم -بعد التشهد، دار إحياء التراث العربی -بيروت، ابو داؤد، باب فی الاستغفار، نسائی، مسند احمد.

[2] حدیث نمبر ۸۷۹۵، کتاب الصلاة ،باب فی ثواب الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم ، الخراج لابی يوسف حدیث نمبر ۴.

واسناده حسن، لكن شواهده كثيرة، تجعلها صحيحا (تحقيق محمد عوامة فی حاشية مصنف ابنِ ابی شيبة، ج۶ ص ۴۵)

[3] حدیث نمبر ۸۵۱۱، کتاب الصلاة ،باب فی ثواب الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم .

وعلىٰ كل حال فالحديث بطرقه المختلفة ثابت (تحقيق محمد عوامة فی حاشية مصنف ابنِ ابی شيبة، ج۵ ص ۴۶۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس نعمت پر سجدۂ شکر کیا جو (اللہ تعالیٰ) نے میری امت کی طرف سے مجھ کو عطا فرمائی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی (ترجمہ ختم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] حدیث نمبر ۱۲۹۷، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب، ، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۲۲۰، واللفظ لهما، شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۱۴۵۵، باب فی تعظیم النبی صلی الله علیه وسلم وإجلاله وتوقیره صلی الله علیه وسلم.

[2] حدیث نمبر ۴۸۴، ابواب الوتر، بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی - مصر، مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب مَا أَعْطَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی الله علیه وسلم، مسند ابی یعلی موصلی حدیث نمبر ۴۸۸۱، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۹۱۱.

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ أُمَّتِىْ اَلسَّلَامَ(نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہی جو زمین میں گشت کرتے ہیں، وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ(ترمذی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فضل الصلاة على النبى لاسماعيل بن اسحاق حديث نمبر ۳۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں بخیل ترین شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ ختم)

---

۱ حديث نمبر ۱۲۸۲، كتاب السهو، بَاب السَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ،مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب،مسند احمد حديث نمبر ۳۶۶۶وحديث نمبر ۳۶۶۶،مستدرك حاكم حديث نمبر ۳۵۷۶.

وقال الحاكم : صحيح الاسناد ولم يخرجاه .

وقال الذهبى فى التلخيص:صحيح .

وقال ابن القيم:وهذا إسناد صحيح(جلاء الافهام ، تحت حديث رقم ۳۳)

۲ حديث نمبر ۳۵۴۶،ابواب الدعوات،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٗ، مستدرك حاكم حديث نمبر ۲۰۱۵،مسنداحمد، السنن الكبرىٰ للنسائى ،فضل الصلاة على النبى لاسماعيل بن اسحاق حديث نمبر ۳۱.

قال الترمذى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ، وَلَهُ شَاهِدٌ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَظُنُّهٗ قَالَ اَوْ اَحَدُهُمَا (ترمذی) [1]

ترجمہ: ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کو رمضان کے مہینہ کی نعمت حاصل ہوئی اور رمضان گزر بھی گیا مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا لیکن وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، عبدالرحمٰن (اس حدیث کے راوی) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں (والدین) میں سے ایک (کے بارے میں بھی یہی) کہا ہے (ترجمہ ختم)

بعض روایات میں کچھ تفصیل کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بددعاء دراصل جبریل علیہ السلام نے کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا تھا۔

یہ چند ایک فضائل ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں، ورنہ درود وسلام کے فضائل اور فوائد اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو مختصر مضمون میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

بعض لوگ درود شریف کے سلسلے میں کچھ غلطیوں میں مبتلا ہیں، انہوں نے اپنی طرف سے درود شریف کے مختلف صیغے اور درود شریف پڑھنے کے طور طریقے اور اوقات متعین کر لئے ہیں، اور جب ان کو اس قسم کی غلطیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً جواب میں کہتے ہیں کہ تم درود شریف کے منکر ہو۔

حالانکہ درود شریف اور اس کی فضیلت کا کون مسلمان انکار کر سکتا ہے، اگر انکار کیا جاتا ہے تو غلطیوں اور خرابیوں کا انکار کیا جاتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص سورج کے طلوع یا غروب ہوتے

---

[1] حدیث نمبر ۳۵۴۵، ابواب الدعوات، باب قول رسول الله ﷺ رغم أنف رجل، وفي الباب عن جابر وانس، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر؛ ومسند احمد، وابن حبان.

وقت یا زوال کے وقت نماز پڑھے، یا عیدین کے دنوں میں روزہ رکھے اوراس کواس عمل سے منع کیا جائے تو یہ بذاتِ خود نماز یا روزہ سے منع کرنا نہیں کہلائے گا، بلکہ اس عمل کے اصولوں کی خلاف ورزیوں سے روکنا اور منع کرنا کہلائے گا۔اورآپ پر درود وسلام سے کون انکار کرسکتا ہے، جبکہ نماز کے اندر ہر قعدہ میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ ''موجود ہے۔اورنماز کے ہر آخری قعدہ میں درودشریف بھی موجود ہے۔اگراس کا حساب لگایا جائے تو ہر روز صرف فرضوں کی نماز میں ۹ مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان آپ پر سلام بھیجتا ہے (فجر میں ۱/مرتبہ، ظہر میں ۲/مرتبہ، عصر میں ۲/مرتبہ، مغرب میں ۲/مرتبہ، عشاء میں ۲/مرتبہ۔ ۱ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ =۹) اوروتروں کو بھی ملائیں تو ۲/کا مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔اور پانچ فرض نمازوں میں کل پانچ قعدۂ اخیرہ ہوتے ہیں، جن میں ۵/مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان آپ پر درود بھیجتا ہے، اوروتروں کی نماز کو بھی ملائیں تو ایک قعدۂ اخیرہ کا اوراضافہ ہوجاتا ہے۔

اس طرح ہر روز پانچ نمازوں میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کی ہر مسلمان کو سعادت حاصل ہوتی ہے، اوراگر سنتوں اور نفلوں کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد بہت زیادہ بن جاتی ہے۔پھر ہر فرض نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور دعا کے آداب میں سے ہے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء درودشریف سے کی جائے۔اس طرح دعا کے وقت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور جو احادیث کے پڑھنے والے طالب علم ہیں وہ تو ہر حدیث کے ساتھ ''قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''پڑھتے ہیں اوراپنے دن رات کے بیشتر اوقات کو درودشریف پڑھنے میں صرف کرتے ہیں (ماخذہٗ وعظ ''السرور ملقب بہ ارشادالعباد فی عیدالمیلاد'' بتغیر لحکیم الامت رحمہ اللہ)

صحابۂ کرام اوردرودشریف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاۃَ عَلَیْہِ

(ابنِ ماجة) [1]

ترجمہ: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو، تو اچھے طریقہ سے درود بھیجو (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی عمدہ طریقہ پر کثرت سے درود اور سلام پڑھنا احادیث وروایات میں موجود ہے، اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول مستند درود وسلام کے مسنون و ماثور صیغوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' کا ''خاتمہ'' ملاحظہ فرمائیں)

''صحابۂ کرام'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی پہچان وادائیگی کا معیار

گزشتہ تفصیل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر حقوق کی وضاحت ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کی اس طرح ادائیگی کی ہے جو کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات کو سامنے رکھ کر ہی صحیح معنٰی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی پر عمل ہوسکتا ہے۔

اور مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کے لئے آج کی طرح شوروشغب اور ہنگامہ آرائی والی محفلیں اور مجلسیں نہیں سجائی جاتی تھیں۔ اور نہ ہی آج کل کی طرح ماہِ ربیع الاول کے حوالے سے مروّجہ رسوم کا کوئی نام ونشان تھا، بلکہ ان کی پوری زندگی عملی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی سے عبارت تھی۔

لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی اور طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

---

[1] حديث نمبر ۹۰٦، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيه، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم، دار إحياء الكتب العربية.

ماہِ ربیعُ الاوّل کی بدعات اور رسوم

افسوس ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ماہِ ربیعُ الاوّل کی فضیلت وعظمت کو بہت سے لوگوں نے عموماً چند رسموں اور بدعتوں کے بھینٹ چڑھا دیا ہے جو اس مہینے کی ناقدری کی واضح دلیل ہے۔

ذیل میں ہم ماہِ ربیع الاول سے متعلق چند رائج رسموں اور بدعتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۲/ ربیعُ الاوّل اور مروّجہ قرآن خوانی وایصالِ ثواب

بہت سے لوگ آج کل ہر سال ربیع الاول کی ۱۲/تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اور قرآن خوانی کے بعد حاضرینِ مجلس اور قرآن پڑھنے والوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم کا پڑھنا اگرچہ ایک بہت عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب بھی بخشا جا سکتا ہے، لیکن اس مروّجہ قرآن خوانی میں ایصالِ ثواب کے کئی شرعی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ مثلاً:

(۱)...... ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید اکٹھے اور جمع ہو کر پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ جس وقت اور جس جگہ سے کوئی شخص اخلاص کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کوئی حصہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ لیکن اس قرآن خوانی میں جمع ہو کر پڑھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے اور لوگوں کو بلا کر جمع کیا جاتا ہے جو کہ تداعی میں داخل ہو کر منع ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ صفحہ ۶۰۶) [۱]

---

[۱] چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب اس طرح ہے:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ صفحہ ۶۰۵ و ۶۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......قرآن مجید پڑھ کر یا کسی بھی دوسرے نیک عمل کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے لئے اپنی طرف سے کوئی دن یا تاریخ مخصوص ومتعین کر لینا جائز نہیں، اور شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے ۱۲/ربیع الاول کی تاریخ متعین نہیں کی، لہٰذا بارہ ربیع الاول کی تاریخ کو متعین کر کے ایصالِ ثواب کرنا دین پر زیادتی ہے، جو کہ گناہ ہے۔

اور اگر اس وجہ سے اس تاریخ کو متعین کیا جائے کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یا وفات مبارک ہوئی تھی، تو یہ بھی تاریخی اعتبار سے درست نہیں (اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے) اور بر سبیلِ ثبوت بھی کسی کی پیدائش یا وفات کی تاریخ کو متعین کر کے اس کو ایصالِ ثواب کرنا بھی شریعت سے ثابت نہیں، اور اپنی طرف سے اختراع اور گناہ ہے۔

(۳)......ایصالِ ثواب کے لئے طریقہ صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ نیت میں بھی اخلاص ضروری ہے اور آج کل کی مروّجہ قرآن خوانی میں یہ چیز عموماً ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، چنانچہ قرآن خوانی کے بعد حاضرین کو کچھ نہ کچھ کھلانا پلانا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور قرآن پڑھنے والوں کی نیت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ قرآن پڑھنے کے نتیجہ میں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو ضرور ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن مجید پڑھ پڑھا کر ایصالِ ثواب کروالیا جائے اور کچھ کھانے پینے کے لئے پیش نہ کیا جائے تو اسے گوارا نہیں کیا جاتا، بلکہ اگر پہلے سے معلوم ہو جائے کہ یہاں قرآن مجید پڑھنے کے بعد کچھ نہیں ملے گا تو ایسی جگہ قرآن خوانی کے لئے آنے والے اور شرکت کرنے والے افراد بھی مشکل سے میسر آئیں گے، اور ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے پر اُجرت اور معاوضہ کا لین دین ناجائز ہے، اور اگرچہ اس اجرت کو زبانی طور پر باقاعدہ طے نہیں کیا جاتا لیکن اس کا چونکہ رواج ہے اور قاعدہ ہے کہ "اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ" کہ جو بات لوگوں کے درمیان معروف اور مشہور ہو وہ مشروط چیز کا حکم رکھتی ہے خواہ لفظوں میں اس شرط کی وضاحت نہ کی جائے (ہماری روزمرہ کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ اس طریقہ کے صحابۂ کرام سے منقول نہ ہونے کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

اما الحفاظ یجتمعون للقراء ۃ یقرء ون معا للثواب فلیس من فعلهم ولا بمروی عنهم (المدخل لابن الحاج جلد ا فصل فی العالم و کیفیة نیته)

زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں) لہٰذا ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے کی اجرت خواہ مشروط ہو یا معروف اور مروّج ہو اور خواہ رقم کی شکل میں یہ اجرت دی جائے یا کھانے پینے کی شکل میں جیسا کہ آج کل عام طور پر رواج ہے، بہر حال ناجائز ہے۔

حضرت زاذان (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَأْكُلُ بِهٖ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [۲]

ترجمہ: جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے (مال) کھائے، تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی والا ہوگا، اس پر گوشت نہ ہوگا (ترجمہ ختم)

ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے، جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ [۳]

جو لوگ قرآن شریف کو دنیا طلب کرنے کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں،

---

[۱] حديث نمبر ۷۸۲۴، كتاب الصلاة، باب فِي الرَّجُلِ يَقُومُ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَيُعْطَى.

[۲] اور قاسم بن سلام کی فضائلِ قرآن میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

حدثنا عبد الرحمن ، عن سفيان ، عن واقد مولى يزيد بن خليدة ، عن زاذان ، قال : من قرأ القرآن ليستأكل الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم (فضائل القرآن للقاسم بن سلام حديث نمبر ۲۹۳)

[۳] أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، وَأَبُو الْقَاسِمِ بْنُ حَبِيبٍ الْمُفَسِّرُ مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ، قَالُوا :حدثنا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ الْأَصْبَهَانِيُّ، حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَيْثَمِ بْنِ أَبِي نُعَيْمٍ الْفَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ، حدثنا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ الْخُزَاعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ "(شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۲۳۸۴)

قال المناوى:

قال ابن أبي حاتم :لا أصل لهذا من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابن الجوزي :وفيه علي بن قادم ضعفه يحيى وأحمد بن ضبير ضعفه الدارقطني اه .وأورده الذهبي في المتروكين وقال :ضعفه ابن معين وكان شيعيا غاليا .(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۲۸۹)

چہرے پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرفُ الاشیاء (سب چیزوں میں اشرف اور عظیم چیز یعنی قرآن مجید) کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ بنایا تو ایسا شخص اس کے نتیجہ میں اپنے اشرفُ الاعضاء یعنی چہرہ کی رونق سے محروم کردیا جائے گا۔ [1]

اور جب قرآن پڑھنے والوں کی نیت میں اخلاص نہ ہوگا بلکہ دنیا طلبی ہوگی تو اس کا ثواب خود ان کو بھی حاصل نہ ہوگا پھر وہ کسی دوسرے کو اس کا ایصالِ ثواب کیسے کرسکیں گے؟

اس سے بہتر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقام پر رہتے ہوئے بغیر دن وتاریخ اور کسی دوسری چیز کی پابندی کے حسبِ حیثیت قرآن مجید یا اس کا کچھ حصہ اخلاص کے ساتھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کردے، یا مالی عبادت، صدقہ، خیرات وغیرہ سے ایصالِ ثواب کردے۔

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

۱۲/ ربیعُ الاوّل کا کھانا اور سبیلیں

آج کل بہت سے لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں اور خاص کر ۱۲ تاریخ کو کھانے پکانے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، بعض لوگ بڑی بڑی دیگیں کھانے کی تیار کرا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پہنچاتے ہیں اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں بطور شکرانے کے یہ عمل انجام دیتے ہیں۔

جبکہ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نذر و نیاز کے طور پر یہ عمل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس عمل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوکر ہمارے مسائل حل اور مصائب دور فرمادیں گے۔

بعض لوگ مذکورہ اغراض کی خاطر انفرادی یا اجتماعی سطح پر آپس میں شریک ہوکر شربت اور پانی کی

---

[1] (من قرأ القرآن يتأكل به) أى يستأكل به على حد *(فمن تعجل فى يومين) أى استعجل والباء للآلة ككتبت بالقلم (الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم) أى من جعل القرآن ذريعة ووسيلة إلى حطام الدنيا جاء يوم القيامة فى أسوأ حال وأقبح صورة حيث عكس وجعل أشرف الأشياء وأعزها وصلت إلى أذل الأشياء وأحقرها وذا أبلغ من خبر لا يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتى يوم القيامة وليس فى وجهه مزعة لحم لأنه أخبر عن وجهه أنه عظم صرف ثم أكده بقوله وليس عليه لحم قال الأفضلى :من استجر الجيفة ببعض الملاهى والمعازف أهون ممن استجرها بالمصحف .(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۲۸۹)

سبیلیں لگاتے ہیں۔اوراس عمل کے لئے بہت محنت اور پیسہ خرچ کیا جاتا ہے،۱۲/ربیع الاول کا دن شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے لئے بھرپور انداز میں تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں، کھانا تیار کرنے والوں اوراس سے متعلقہ دوسری چیزوں کا پہلے سے بندوبست کرلیا جاتا ہے اوراس غرض کے لئے پہلے سے ایک رقم مختص کردی جاتی ہے، دوسرے لوگوں کو ترغیب دے کر یا کسی طرح سے شرمندہ کرکے اس کے لئے تعاون حاصل کیا جاتا ہے، جبکہ شرعاً اس مروّجہ عمل میں چندخرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ عمل جائز نہیں۔مثلاً:

(۱)......دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ربیع الاول کے دنوں اور خاص کر ۱۲ تاریخ میں سبیلیں لگانے اور کھانے پکانے اور کھلانے پلانے کی اتنی پابندی کرنا کہ خواہ گرمی ہو یا سردی اور ضرورت ہو یا نہ ہو بہرصورت اس کا اہتمام کرنا اور دوسرے دنوں میں خواہ کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہواس کا اہتمام نہ کرنا دین میں زیادتی واضافہ اور غیرلازم کو لازم کرنا اور بلاوجہ ترجیح دینا ہے، جو بدعت کے زمرہ میں داخل ہے۔

(۲)......پانی، شربت، وغیرہ کو مخصوص کرنا اوران چیزوں کو دوسری چیزوں پر ترجیح دینا اوراس میں خاص ثواب خیال کرنا، یہ بھی دین پر زیادتی ہے۔

(۳)......اس کھانے اور خاص کر ربیع الاول کی سبیل سے پینے کو عام طور پر لوگ دوسرے کھانوں اور مشروبات سے افضل بلکہ ثواب اور تبرک سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں اسی وجہ سے ضرورت ہو یا نہ ہو بہرصورت اس کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ کہیں اس فضیلت اور تبرک سے محرومی نہ ہوجائے۔یہ بھی دین پر زیادتی ہے۔

(۴)......اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع نقصان کا مالک سمجھا گیا اوران کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے یہ عمل کیا گیا (جیسا کہ بعض لوگ اس عقیدہ کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد، رزق، وغیرہ کا سوال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کو ان چیزوں کے اختیارات حاصل ہیں اور ہمارے حالات کی ان کو خبر رہتی ہے) اس قسم کا عقیدہ شرک یا کم ازکم گناہِ عظیم ہے اور بعض اہلِ علم کے نزدیک اس قسم کا کھانا پینا ''مَـا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ'' میں

داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

(۵)...... اگر مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ثواب پہنچانا ہو تب بھی ایصالِ ثواب کے لئے کسی خاص دن یا تاریخ کو اپنی طرف سے متعین کرنا درست نہیں اور شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے جب ۱۲/ ربیع الاول کی قید نہیں لگائی تو اپنی طرف سے اس دن کو متعین کرنا شریعت پر زیادتی ہے جو کہ بدعت ہے (کذا فی فتاویٰ عزیزی، ص ۱۹۹)

(۶)...... بہت سے لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ جس دن کسی کی وفات ہو ہر سال اسی تاریخ کو اس کے لئے صدقہ یا ایصالِ ثواب کرنا ضروری یا کم از کم زیادہ فضیلت کا باعث ہے اور اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۱۲/ ربیع الاول کو وصال ہوا تھا، اس لئے ہر سال ۱۲/ ربیع الاول کو یہ عمل کیا جاتا ہے۔

یہ بھی دین پر زیادتی ہے، اور خود ۱۲/ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حتمی یوم وصال قرار دینا بھی تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

(۷)...... اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر یہ عمل کرنا مقصود ہو تو شکر کے لئے یہ خاص طریقہ اور تاریخ مخصوص کرنا بھی غیر شرعی طرزِ عمل ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنا تعلق اور محبت اور اس نعمت کی قدر کا احساس اور جذبہ آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں تھا اتنا قیامت تک کسی اور گروہ میں نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح محبت اور تعلق قائم کرنا ہو تو اس کا طریقہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے ہی سیکھا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود کسی ایک صحابی سے یہ عمل ثابت نہیں، جس کی وجہ سے یہ طریقہ غیر شرعی ہے۔

(۸)...... اگر اس عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا مقصود ہو تو ایصالِ ثواب کے لئے عمل میں اخلاص ضروری ہے اور اخلاص کے لئے چھپ کر عمل کرنا زیادہ مناسب اور افضل ہے، لیکن ان لوگوں کو اگر چھپ کر صدقہ کرنے کی ترغیب دی جائے تو ہر گز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے، مگر علی الاعلان بڑی بڑی دیگیں اتارنے اور سبیلیں لگانے سے باز نہیں آتے، جو

اخلاص نہ ہونے کی علامت ہے۔

(۹)......صدقہ کے اصل مستحق غریب لوگ ہیں مگر ربیع الاول کے اس کھانے اور مشروب کو صرف غریبوں میں تقسیم کرنے کا عام طور پر خیال نہیں کیا جاتا اور بلا امتیاز ہر ایک کو شریک کرلیا جاتا ہے بلکہ امیروں اور بڑے لوگوں یا اپنے جاننے والوں کو خاص طور پر اس کھانے میں شریک کیا جاتا ہے۔ اور ایک دعوت کا سماں بنالیا جاتا ہے غریب صرف برائے نام ہوتے ہیں بلکہ بہت سی دفعہ تو برائے نام بھی نہیں ہوتے۔ ان حالات میں اس دعوت اور کھانے کو کون یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے لئے ہے؟ [1]

(۱۰)......صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے۔ کیونکہ غریبوں کی مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں۔ نقدی سے غریب اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے (مثلاً لباس کی ضرورت ہو تو پیسوں سے اس کو خرید سکتا ہے، دوا کی ضرورت ہو تو وہ لے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ) اور اگر فی الحال اس کو ضرورت نہ ہو تو اپنی آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ سکتا ہے اور اپنے بال بچوں کی بھی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور بال بچے اس کے پاس موجود نہ ہوں تو دوسری جگہ ان کی ضرورت کے لئے یہ رقم بھیج سکتا ہے اور کھانے کو خاص کرنے کی صورت میں غریبوں کی ان تمام ضروریات کا لحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی ممکن ہے، اس لئے یہ طرزِ عمل ایصالِ ثواب کے فلسفہ کے بھی موافق نہیں۔

(۱۱)......صدقہ کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورت کے مطابق ان کا تعاون کیا جائے مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ ٹکٹ وغیرہ کا خرچ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی اور گرم لباس وغیرہ، غرض یہ کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھا جائے، مگر یہاں تو ہر حال میں کھانا ہی کھلانا یا شربت ہی پلانا ہے۔ خواہ غریب کو اس وقت

---

[1] وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ، رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ (فتح القدير، فصل فى الدفن)

کھانے پینے کی ضرورت بھی نہ ہو یا اس خاص کھانے اور مشروب سے اس کا پرہیز ہو اور خواہ مریض دوا کے بغیر کراہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو، یا لباس کے لئے ترس رہا ہو، مسافر اپنی منزل تک پہنچنے سے لاچار اور مجبور ہو اور خواہ کتنا ہی پریشان ہو؟ لہٰذا اس طرزِ عمل میں غریبوں اور ضرورت مندوں کی ضروریات کا لحاظ نہیں پایا جاتا۔

(۱۲)......اس عمل میں یہود وہنود اور عیسائیوں کے ساتھ تشبہ ہے کیونکہ وہ لوگ اپنی بڑی شخصیات کے دن منانے کے موقعوں پر اس قسم کی حرکات کرتے ہیں اور ان کے ساتھ تشبہ گناہ ہے۔ [۱]

(۱۳)......ایک غلط عقیدہ بھی اس میں شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ۱۲/ربیع الاول کو جس چیز سے ایصالِ ثواب کیا جائے بعینہٖ وہی چیز وہاں پہنچتی ہے جبکہ یہ عقیدہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور خاص کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کو ہر طرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے رزق ملتے ہیں وغیرہ وغیرہ ،جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت اور کھانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اور اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے بعینہٖ وہی نہیں پہنچتی بلکہ اس کا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآئُهَا وَلٰـكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورہ حج آیت ۳۷)

ترجمہ: اللہ کو نہیں پہنچتا اُن کا گوشت اور نہ اُن کا خون لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا تقویٰ اور اخلاص (ترجمہ ختم)

(۱۴)......اس عمل کو انجام دینے کے لئے جو مال استعمال کیا جاتا ہے، عموماً اس میں حلال وحرام کا خیال نہیں رکھا جاتا، اور نہ ہی تمام لوگ خوش دلی کے ساتھ اس میں تعاون اور شرکت کرتے ہیں اور کسی کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں (جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا) ان باتوں اور خرابیوں کی وجہ سے اس رسم سے پرہیز ضروری ہوا۔

اس کے بجائے دن وتاریخ اور کسی خاص چیز کی پابندی کے بغیر اخلاص کے ساتھ صدقہ وخیرات

---

[۱] أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى (ترمذی حدیث نمبر ۲۶۱۹، عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، ابواب الاستئذان والآداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فى كراهية اشارة اليد بالسلام)

کر کے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

ربیعُ الاوّل میں قبروں پر کی جانے والی بدعتیں

بہت سے لوگ اور خواتین ربیع الاول کو خاص طور پر قبرستان جانے کا اہتمام کرتے ہیں، قبروں پر پانی اور عرقِ گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں، ان پر اگربتی لگاتے ہیں، پھول اور چادریں چڑھاتے ہیں جبکہ قبرستان جانا اور ضرورت کے موقعہ پر قبر پر مٹی ڈال دینا یا مٹی کے گارے سے اس کو لیپ دینا، مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا جائز ہے، لیکن ان کاموں کے لئے ربیع الاول ہی کو خاص کرنا اور خواہ ضرورت بھی نہ ہو مگر لوگوں کی دیکھا دیکھی ربیع الاول کو یہ کام کرنا اور بذاتِ خود ان کاموں کے کرنے ہی کو مقصود سمجھنا بدعت اور گناہ ہے، ان کاموں کے لئے شریعت نے ربیع الاول یا اس کی ۱۲/تاریخ مقرر نہیں کی اور نہ ہی اس تاریخ میں ان کاموں کے کرنے کی کوئی خاص فضیلت بیان کی ہے، اور قبروں پر عرقِ گلاب چھڑکنا یا پھول اور چادریں چڑھانا تو ویسے ہی غیر شرعی کام ہیں۔

لہٰذا ان کاموں سے بچنا ضروری ہوا۔ اور خواتین کا قبرستان میں جانا تو آج کے پرفتن دور میں ویسے بھی جائز نہیں پھر ربیع الاول کی تخصیص کر کے جانا دو گناہوں کا مجموعہ ہوا۔

اسی طرح قبروں کو پختہ کرنا بھی گناہ ہے، اور اس کو ثواب سمجھنا دوسرا گناہ ہے پھر ربیع الاول کی تخصیص تیسرا گناہ ہوا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (ترمذی) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۳۲۰، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجدا، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی -مصر، واللفظ لہٗ، ابوداؤد حدیث نمبر ۳۲۳۸، نسائی حدیث نمبر ۲۰۴۲، مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۳۰۔

قال الترمذی: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَأَبُو صَالِحٍ هَذَا هُوَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ وَاسْمُهُ بَاذَانُ وَيُقَالُ بَاذَامُ أَيْضًا (حوالہ بالا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں کے اوپر چراغ لگانے والوں پر لعنت کی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اللہ کی پناہ! جس چیز پر اللہ کے رسول کی لعنت ہو اس کو کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اگربتی جلانا بھی اس میں داخل ہے اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا تو اس کو یہاں کی خوشبو کی ضرورت نہیں بلکہ وہاں کی خوشبو کے مقابلہ میں یہاں کی خوشبو کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اور اگر بُری جگہ چلا گیا تو وہاں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں اگربتی کی خوشبو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ اور قبروں پر چادریں ڈالنا، پھول چڑھانا، عرقِ گلاب اور خوشبو وغیرہ چھڑکنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابۂ کرام، اور تابعین کے خیر القرون والے دور سے ثابت نہیں جبکہ اس وقت بھی انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی قبریں تھیں، پھول، خوشبو اور چادریں بھی ہوتی تھیں، لہٰذا یہ چیزیں بھی بدعت ہوئیں، جن سے بچنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''ماہِ محرم کے فضائل واحکام'')

بارہ ربیعُ الاوّل کا روزہ

بعض لوگ خصوصیت کے ساتھ بارہ ربیع الاول کو روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس دن روزہ کو زیادہ باعثِ فضیلت سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث، صحابہ وفقہائے کرام سے خاص ۱۲/ ربیع الاول کی تاریخ کو روزہ کا مستحب وثواب ہونا ثابت نہیں، لہٰذا اس دن روزہ رکھنے کو خاص ثواب سمجھنا اور اس دن روزہ کا اہتمام کرنا منع ہے (کذا فی فتاوی محمودیہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۲، مبوب)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن اپنی ولادت کی نسبت سے روزہ رکھنا ثابت ہے، اور پیر کا دن ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ آتا ہے اس کا بارہ ربیع الاول سے کوئی تعلق نہیں خصوصاً جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔

بارہ ربیعُ الاوّل میں کاروبار کو ناجائز اور چھٹی کو ضروری سمجھنا

بعض لوگ آج کل ۱۲/ ربیع الاول کے دن کاروبار کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس دن چھٹی

کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر بارہ ربیع الاول کو کاروبار کیا جائے اورچھٹی نہ کی جائے تو اس سے رزق میں تنگی ہوتی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن کاروبار میں مشغول ہونا ناگوار گزرتا ہے۔

جبکہ شرعاً یہ سوچ غلط ہے۔

۱۲/ربیع الاول کے دن کاروبار وغیرہ کرنا جائز ہے اور چھٹی ضروری نہیں، اور کسی جگہ قرآن وحدیث میں اس دن کاروبار کرنے اور جائز کام میں مشغول رہنے کی ممانعت نہیں اور نہ ہی اس دن چھٹی کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے۔

ایک اہم وضاحت

ربیع الاول کے مہینے میں پائی جانے والی یہ ان چند بدعات اور رسوم کا ذکر تھا جو اِس دور میں ہماری معلومات کی حد تک پائی جاتی ہیں، ممکن ہے دوسرے علاقوں میں کچھ اور بدعات ورسوم بھی ہوں، یا آئندہ چل کر کسی زمانے میں مزید بدعات ورسوم ایجاد ہو جائیں، کیونکہ بدعت علاقوں اور زمانوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی رہتی ہیں اور ان میں استحکام نہیں ہوتا، اور یہ نو ایجاد چیزیں ہوتی ہیں جب جس کے دل میں آیا ایجاد کرلیا، اس قسم کی موجودہ یا آئندہ بدعات کا حکم بھی گزشتہ تفصیل سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

بارہ ربیع الاول کو آج کل عمومی سطح پر جو رسم انجام دی جانے لگی ہے، وہ عید میلاد النبی کہلاتی ہے، یہ بھی غیر شرعی رسم ہے، اور اس میں بے شمار خرابیاں پائی جاتی ہیں، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جاتی ہے۔

میلادُالنَّبِیؐ کی شرعی حیثیت

حقیقی ورسمی میلاد

محبت کی خاصیت یہ ہے کہ جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ اس کا کثرت سے ذکرِ خیر کیا کرتا ہے، اور مومنوں کو اللہ اوراس کے رسول سے محبت کا حکم ہے، لہٰذا اللہ اوراس کے رسول کا ذکرِ خیر کرنا بھی محبت کی دلیل ہوا، بشرطیکہ وہ ذکر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ [۱]

اوراسی وجہ سے عربی میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

کہ جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے، اس کا اکثر ذکرِ خیر بھی کیا کرتا ہے۔ [۲]

---

[۱] إكثار الذكر دلالة على محبته لله لأن من أحب شيئا أكثر من ذكره ومن أحبه فهو مؤمن حقا(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۸۵۰۹)

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَقَالَ مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ " :عَلامَةُ حُبِّ اللهِ دَوَامُ ذِكْرِهِ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ "قَالَ الْحَلِيمِيُّ رَحِمَهُ اللهُ " :وَقَالَ بَعْضُهُمْ :الْحُبُّ اللُّزُومِ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَلْزَمَ ذِكْرَهُ قَلْبَهُ، فَمَحَبَّةُ اللهِ تَعَالَى لُزُومٌ لِذِكْرِهِ "قَالَ الْحَلِيمِيُّ رَحِمَهُ اللهُ " :وَهَذَا الَّذِى فَسَّرَهُ هَذَا الْقَائِلُ بِهِ الْمَحَبَّةَ مِنْ أَنَّهُ اللُّزُومُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ أَهْلِ اللِّسَانِ لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ :أَحَبَّ الْجَمَلُ إِذَا بَرَكَ فَلَزِمَ مَكَانَهُ (شعب الإيمان،للبيهقى،باب فى محبة الله عزوجل ، معانى المحبة)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ حُبُّ ذِكْرِ اللهِ، وَعَلَامَةُ بُغْضِ اللهِ بُغْضُ ذِكْرِ اللهِ "قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ :وَرُوِىَ عَنْ وَجْهٍ آخَرَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مَيْمُون "وَزِيَادٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَرُوِىَ عنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَاللهُ أَعْلَمُ، وَرُوِّينَا بِمِثْلِهَا عَنِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ "(شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۴۰۶)

حدثنا أبو هشام الرفاعى محمد بن يزيد ، ثنا إسحاق يعنى ابن سليمان الرازى ، ثنا أبو جعفر الرازى ، عن الربيع بن أنس ، عن بعض ، أصحابه قال : علامة حب الله كثرة ذكره ، وعلامة الدين الإخلاص لله ، وعلامة العلم الخشية لله ، وعلامة الشكر الرضا بقضاء الله والتسليم لقدره (تعظيم قدرالصلاة لمحمد بن نصر المروزى، حديث نمبر ۶۵۰)

[۲] من القواعد المقررة أن من أحب شيئا أكثر ذكره والإناء يترشح بما فيه(مرقاة، كتاب الآداب، باب الحب فى الله ومن الله)

ومن أحب شيئا أكثر من ذكره (فتح البارى لابنِ حجر، قوله باب ما جاء فى صفة الجنة وأنها مخلوقة)

اور ایک ضعیف حدیث میں بھی یہ مضمون وارِد ہوا ہے۔ [1]

پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی تو آپ کا ذکرِ خیر بھی ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت جزوِ ایمان ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روحِ ایمان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے۔آپ کی ولادت، آپ کی صغرسنی، آپ کا شباب، آپ کی بعثت، آپ کی دعوت، آپ کا جہاد، آپ کی قربانی، آپ کا ذکر وفکر، آپ کی عبادت ونماز، آپ کے اخلاق وشمائل، آپ کی صورت وسیرت، آپ کا زہدوتقویٰ، آپ کا علم وخشیت، آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ کی صلح وجنگ، خفگی وغصہ، رحمت وشفقت، تبسم ومسکراہٹ، الغرض آپ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون امت کے لئے اسوۂ حسنہ اور اکسیرِ ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا سب عبادت ہے۔

اسی طرح آپ سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے۔آپ کے احباب واصحاب، ازواج واولاد، خدام وعمال، آپ کا لباس وپوشاک، آپ کے ہتھیاروں، آپ

---

[1] من احب شيئا اكثر ذكره(كنز العمال بحواله مسند الفردوس عن عائشة، حديث نمبر ۱۸۲۹)

حديث :من أحب شيئاً أكثر ذكره، أبو نعيم ثم الديلمى من حديث مقاتل بن حيان عن داود بن أبى هند عن الشعبى عن عائشة به مرفوعاً(المقاصد الحسنة،للسخاوى،حرف الميم)

من أحب شيئا أكثر من ذكره .تخريج السيوطى(فر) عن عائشة .تحقيق الألبانى (ضعيف) انظر حديث رقم 5341 :فى ضعيف الجامع (صحيح وضعيف الجامع الصغير، تحت حديث رقم ۱۲۱۲۰)

(من أحب شيئا أكثر من ذكره) أى علامة صدق المحبة إكثار ذكر المحبوب ، ولهذا قال أبو نواس :وبح باسم ما تأتى وذرنى من الكنى *فلا خير فى اللذات من دونها ستر قال فى الرعاية :علامة المحبين كثرة ذكر المحبوب على الدوام لا يتقطعون ولا يملون ولا يفترون فذكر المحبوب هو الغالب على قلوب المحبين لا يريدون به بدلا ولا يبغون عنه حولا ولو قطعوا عن ذكر محبوبهم فسد عيشهم ، وقال بعضهم :علامة المحبة ذكر المحبوب على عدد الأنفاس.

(فائدة) اجتمع عند رابعة علماء وزهاد وتفاوضوا فى ذم الدنيا وهى ساكتة فلاموها فقالت :من أحب شيئا أكثر من ذكره إما بحمد أو ذم فإن كانت الدنيا فى قلوبكم لا شىء فلم تذكرون لا شىء ؟ -(فر عن عائشة) ورواه عنها أيضا أبو نعيم ومن طريقه وعنه أورده الديلمى فلو عزاه المصنف إليه أو جمعهما لكان أولى(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۸۳۱۲)

کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے کیونکہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں بلکہ آپ کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۸۰ بتغیر)

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ربیع الاول کی مخصوص تاریخ میں میلاد النبی سے منع کرنے والے ذکرِ رسول سے منع کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے، بھلا ذکرِ رسول سے کیسے منع کیا جاسکتا ہے، ذکرِ رسول تو ایسی عبادت ہے کہ نماز جیسے اہم فریضہ میں بھی درود وسلام کو مستقل حیثیت دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو شامل کر دیا گیا ہے، پھر پانچوں وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے، جس میں ’’اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدَا الرَّسُوْلُ اللّٰہِ‘‘ موجود ہے جس کو مؤذن، مکبر اور سننے والے سب پڑھتے ہیں، اور یہ تو وہ موقعہ ہے جس میں ہر خاص وعام سب شامل ہیں اور جو طالبِ علم حدیث شریف پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت ذکرِ رسول میں رہتے ہیں کہ ’’قال اللہ وقال الرسول‘‘ اور درود شریف پڑھنے اور سننے میں اکثر وبیشتر وقت گزرتا ہے۔

اسی لئے ایک بزرگ سے جن کا نام مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تھا کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے نزدیک میلاد النبی جائز ہے یا ناجائز؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ہم تو ہر وقت میلادُ النبی میں مشغول ہوتے ہیں، اس لئے کہ ہر وقت کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں، اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے (ماخوذ از وعظ ’’السرور‘‘ ملقب بہ ارشاد العباد فی عید المیلاد، لحکیم الامت رحمہ اللہ بتغیر کثیر) [1]

---

[1] لم يثبت أن النبى صلى الله عليه وسلم ، احتفل بليلة مولده ولا مولد غيره ، وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم ، وهذا يدل على أن هذه الليلة لا مزية لها على غيرها ، ولو كان لها مزية لاختصت بتلك الليلة التى ولد فيها دون أن يتجاوز الفضل إلى غيرها من السنوات التى بعدها ، ولو أنه ولد فى مثلها ، ولقد أكمل الله الدين بإبلاغ النبى صلى الله عليه وسلم ، ولو كان هذا الاحتفال مشروعًا وسُنة ولم يبينه النبى صلى الله عليه وسلم ، ولا فَعله ولا حث عليه لكان الدين فى زمنه ناقصًا ، ولكان قد أخفى عن أمته وما يجب عليه إبلاغه وبيانه ، وقد ثبت عنه صلى الله عليه ، أنه قال "مَن أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد . "ولا شك أن إقامة هذا الاحتفال فى ليلة المولد حدث بعده صلى الله عليه وسلم ، وأضيف إلى شرعه وليس من الدين فى شىء ، فهو بدعة وكل بدعة ضلالة ، ولم يفعله النبى صلى الله عليه وسلم ، ولا خلفاؤه الراشدون ولا أئمة الدين بعدهم ، وإنما فعله بعض الرافضة فى القرن الرابع الهجرى وقصدُهم بذلك إحياء العادات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ذکر کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں ایک ذکر تو زبانی ہے کہ زبان سے ذکرِ خیر کیا جائے اور ایک ذکرِ عملی وفعلی ہے یعنی اپنے افعال واعمال کو محبوب و مذکور (جس کا ذکرِ خیر کیا جارہا ہے) کے مطابق بنایا جائے، تاکہ اپنے ہر ہر عمل اور ادا سے محبوب کی یاد تازہ بلکہ زندہ اور شائع ہو۔ [1]

اور اگر غور کیا جائے تو اس دوسری قسم کا درجہ پہلی قسم سے اعلیٰ وافضل ہے، اس لئے کہ خالی زبانی جمع خرچ تو ہر ایک کرسکتا ہے، لیکن جب عمل کا نمبر آتا ہے تو اس میں پورے اترنے والے خال خال ہی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الجاهلية ، وتضليل المسلمين ، فتتابع عليها الكثير من أهل تلك القرون ، والجمهور على إنكارها ومعلوم أن محبة النبى صلى الله عليه وسلم ، واجبة على كل مسلم ويجب استحضارها طوال العام ، ولا تكون فى ليلة واحدة كل عام ، وأن محبته تقتضى طاعته والسير على نهجه ، فمن فعل ذلك فهو من أمته وأتباعه ، ومن تعبّد بما لم يشرعه فقد خالف سنته وطريقته وأضاف إلى دينه ما ليس منه ، وليس ليلة الميلاد أفضل من ليلة نزول الوحى وليلة الإسراء والمعراج وليلة الهجرة وليلة غزوة بدر وغيرها من الليالى ، فكلهن حصل فيها نفع وخير للمسلمين ، ولم يُنقل أن أحدًا احتفل بها ولا خصّصها بإحياء أو عبادة ، وهم سلف الأمة وأهل القدوة الحسنة لا مَن خالف طريقهم.الشيخ ابن جبرين (فتاوى إسلامية،لأصحاب الفضيلة العلماء، ج ا ص ۱۶۸ ،محبة النبى صلى الله عليه وسلم لا تكون فى ليلة واحدة)

[1] ذكر فيه حديثى أبى موسى وأبى هريرة وهما ظاهران فيما ترجم له والمراد بالذكر هنا الإتيان بالألفاظ التى ورد الترغيب فى قولها والاكثار منها مثل الباقيات الصالحات وهى سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر وما يلتحق بها من الحوقلة والبسملة والحسبلة والاستغفار ونحو ذلك والدعاء بخيرى الدنيا والآخرة .ويطلق ذكر الله أيضا ويراد به المواظبة على العمل بما اوجبه أو ندب إليه كتلاوة القرآن وقراء ة الحديث ومدارسة العلم والتنفل بالصلاة .ثم الذكر يقع تارة باللسان ويؤجر عليه الناطق ولا يشترط استحضاره لمعناه ولكن يشترط ان لا يقصد به غير معناه وان انضاف إلى النطق الذكر بالقلب فهو أكمل فان انضاف إلى ذلك استحضار معنى الذكر وما اشتمل عليه من تعظيم الله تعالى ونفى النقائص عنه ازداد كمالا فان وقع ذلك فى عمل صالح مهما فرض من صلاة أو جهاد أو غيرهما ازداد كمالا فإن صحيح التوجه وأخلص لله تعالى فى ذلك فهو ابلغ الكمال وقال الفخر الرازى المراد بذكر اللسان الألفاظ الدالة على التسبيح والتحميد والتمجيد والذكر بالقلب التفكر فى أدلة الذات والصفات وفى أدلة التكاليف من الأمر والنهى حتى يطلع على احكامها وفى أسرار مخلوقات الله والذكر بالجوارح هو ان تصير مستغرقة فى الطاعات ومن ثم سمى الله الصلاة ذكرا فقال فاسعوا إلى ذكر الله ونقل عن بعض العارفين قال الذكر على سبعة انحاء فذكر العينين بالبكاء وذكر الأذنين بالاصغاء وذكر اللسان بالثناء وذكر اليدين بالعطاء وذكر البدن بالوفاء وذكر القلب بالخوف والرجاء وذكر الروح بالتسليم والرضاء (فتح البارى -لابن حجر، كتاب الدعوات،باب فضل ذكر الله عز و جل)

نظر آتے ہیں۔

زبانی ذکر اگر دعویٰ ہے تو عملی وفعلی ذکر اس دعوے کی دلیل ہے، اگر کسی کے پاس اپنے دعوے پر دلیل نہ ہو تو اس کا دعویٰ معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

پھر جو لوگ صرف جسمانی ولادت کے تذکرہ کو میلاد النبی کا نام دیتے ہیں اور باقی چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ولادت باسعادت تو ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی، اور ایک ولادت باسعادت اس کے چالیس سال بعد ہوئی۔

پہلی ولادت جسمانی تھی اور دوسری ولادت روحانی تھی، یہ دوسری ولادت وہ تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باضابطہ نبی اور پیغمبر قرار دیا گیا۔

چالیس سال پہلے ربیع الاول کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس سال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوا۔

تو ایک جمال کی حیثیت سے ولادت ہے اور ایک کمال کی حیثیت سے ولادت ہے۔

چالیس سال پہلے ربیع الاول کے مہینے میں آپ ''محمد بن عبداللہ'' کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور چالیس سال بعد ''محمد رسول اللہ'' کی حیثیت سے۔

تو پہلی مرتبہ ''ابن عبداللہ'' اور دوسری مرتبہ ''رسول اللہ'' کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

پہلی ولادت میں صورتِ مبارکہ کا ظہور ہوا، اور دوسری ولادت میں سیرتِ طیبہ کا۔

دونوں ولادتیں پورے عالم کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں۔

آپ جیسے حسین وجمیل کی نظیر بھی نہیں پائی جاتی اور آپ جیسے صاحبِ کمال کی نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

لیکن عام طور سے لوگ جسمانی ولادت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اسی ولادت کے ذکر کو ''ذکرِ میلاد وغیرہ'' کہتے ہیں۔

حالانکہ یہ تو میلاد کا ابتدائی درجہ ہے، حقیقی درجہ تو چالیس سال بعد کی روحانی ولادت کا ہے۔

اس لئے کہ پہلی ولادت میں ہمارے لئے عمل کا کوئی نمونہ نہیں یعنی آپ کی پہلی ولادت میں آپ

کے حسن و جمال وغیرہ کا بیان آتا ہے کہ مثلاً آپ کا چہرۂ انور ایسا تھا اور قد وقامت، انگلیاں، بال مبارک وغیرہ ایسے تھے وغیرہ وغیرہ۔

اس میں ہمارے لئے خوشی، شکر اور فخر کا تو موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو وہ حسن و جمال اور موزونیت عطاء فرمائی کہ کسی دوسرے کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر ہم یہ چاہیں کہ اپنے چہرے، قد وقامت وغیرہ کو اُس طرح کی خلقت والا بنالیں تو یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں۔

اور دوسری ولادت میں ہمارے لئے عملی نمونے موجود ہیں جن کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی پیروی کر کے ہم دنیا وآخرت کی کامیابی اور سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں مثلاً ایمان اور عقائد میں آپ کی تعلیمات کی اتباع کریں اور اعمال، نماز روزہ وغیرہ میں آپ کی سنت کو اپنائیں، آپ جیسے اخلاق اختیار کریں، لیکن کیونکہ پہلی ولادت کے ذکر میں عمل کی پابندی سامنے نہیں ہوتی اور کچھ کرنا کرانا نہیں پڑتا بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ خوش ہوکر مٹھائی وغیرہ بانٹ اور کھالی جاتی ہے اور دوسری ولادت میں ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور عملی چیزیں سامنے آتی ہیں اس لئے اس کے ذکر کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی، حالانکہ پہلی ولادت بھی دراصل دوسری ولادت ہی کے لئے ذریعہ تھی اور مقصود دوسری ولادت (یعنی نبوت) تھی (ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الاسلام'' ج ۱، وعظ مسمّٰی ''محمد ابن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک'' بتغیر وتلخص)

اور بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کا وجودِ مبارک پورے انسانوں بلکہ تمام عالَم کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت اور رحمت ہے، مگر وہ آپ کی بعثت کے مقاصد کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا، مگر دنیا جہان کے لوگوں پر (اپنی) مہربانی کرنے کے لئے (ترجمہ ختم)

وہ مہربانی اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں (بیان القرآن)

اور ارشاد ہے:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ط ہُوَخَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ (سورہ یونس آیت ۵۸)

’’کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں‘‘

اس آیت میں دو چیزوں کو فرحت ومسرت کا سامان قرار دیا گیا ہے۔

ایک فضل۔ دوسرے رحمت۔ ان دونوں سے کیا مراد ہے؟

اس بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے کتابُ اللہ اور اسلام، اور رحمت سے مراد اس پر مرتب ہونے والی فضیلتیں ونعمتیں ہیں، جن میں ہدایت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات اور جنت وغیرہ سب داخل ہیں۔ [1]

---

[1] قال الزمخشری عن أبیّ بن کعب :أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ :قل بفضل الله وبرحمته فقال :بکتاب الله والإسلام فضله الإسلام ، ورحمته ما وعد علیه انتهی .ولو صح هذا الحدیث لم یمکن خلافه .قال ابن عباس ، والحسن ، وقتادة ، وهلال بن یساف :فضل الله الإسلام ، ورحمته القرآن .وقال الضحاک وزید بن أسلم عکس هذا ، وقال أبو سعید الخدری : الفضل القرآن ، والرحمة أن جعلهم من أهله .وقال ابن عباس فیما روی الضحاک عنه :الفضل العلم والرحمة محمد صلی الله علیه وسلم .وقال ابن عمر :الفضل الإسلام ، والرحمة تزیینه فی القلوب .وقال مجاهد :الفضل والرحمة القرآن ، واختاره الزجاج .وقال خالد بن معدان : الفضل القرآن ، والرحمة السنة .وعنه أیضاً أنّ الفضل الإسلام ، والرحمة الستر .وقال عمرو بن عثمان :فضل الله کشف الغطاء ، ورحمته الرؤیة واللقاء .وقال الحسین بن فضل :الفضل الإیمان ، والرحمة الجنة .وقیل :الفضل التوفیق ، والرحمة العصمة .وقیل :الفضل نعمه الظاهرة ، والرحمة نعمه الباطنة .وقال الصادق :الفضل المغفرة ، والرحمة التوفیق .وقال ذون النون :الفضل الجنان ، ورحمته النجاة من النیران .وهذه تخصیصات تحتاج إلی دلائل ، وینبغی أن یعتقد أنها تمثیلات ، لأن الفضل والرحمة أرید بهما تعیین ما ذکر وحصرهما فیه .وقال ابن عطیة :وإنما الذی یقتضیه اللفظ ویلزم منه أنّ الفضل هو هدایة الله إلی دینه والتوفیق إلی اتباع الشرع ، والرحمة هی عفوه وسکنی جنته التی جعلها جزاء علی اتباع الإسلام والإیمان .ومعنی الآیة :قل یا محمد لجمیع الناس بفضل الله وبرحمته فلیقع الفرح منکم ، لا بأمور الدنیا وما یجمع من حطامها (تفسیر البحر المحیط ، تحت آیت ۵۸من سورة یونس)

اورقرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (سورہ قصص آیت ۷٦)

ترجمہ: خوشی میں مست نہ ہو، اللہ ایسے خوش ہونے والوں کو پسند نہیں فرماتے (ترجمہ ختم)

یہاں ایسے خوش ہونے سے منع کیا گیا ہے جس کا تعلق دنیوی ساز وسامان سے ہو، یا اس میں بدمست ہوجائے اور شرعی حدود سے تجاوز کرے (معارف القرآن ج۶ص۶۴۴،۶۴۵ بتغیر) [۱]

اورآج کل رسمی میلاد کے جلسے اورجلوسوں میں جوجشن کے طور وطریقے اختیار کیے جاتے ہیں اول تو وہ خود ہی شرعی حدود سے باہر ہیں، اوراس طرح کی خوشی سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے جس میں شرعی حدود سے تجاوز ہو۔

دوسرے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اورآپ کے حسن وجمال اورمعجزوں وغیرہ کے ذکر کو کافی سمجھا جاتا ہے، جبکہ صرف یہ چیزیں نبوت کے بعثت کے مقاصد میں سے نہیں۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مقاصد ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف (یعنی فرضِ منصبی) ہیں۔

---

[۱] وقوله :(إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ) أى :وعظه فيما هو فيه صالح قومه، فقالوا على سبيل النصح والإرشاد :لا تفرح بما أنت فيه، يعنون :لا تبطر بما أنت فيه من الأموال (إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ) قال ابن عباس :يعنى المرحين .وقال مجاهد :يعنى الأشرين البطرين، الذين لا يشكرون الله على ما أعطاهم(تفسير ابنِ كثير، تحت آيت ٧٦ من سورة القصص)

ولا تنافى بين الأمر بالفرح هنا وبين النهى عنه فى قوله :(لا تفرح إن الله لا يحب الفرحين) لاختلاف المتعلق ، فالمأمور به هنا الفرح بفضل الله وبرحمته ، والمنهى هناك الفرح بجمع الأموال لرئاسة الدنيا وإرادة العلو بها والفساد والأشر ، ولذلك جاء بعده :(وابتغ فيما آتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا) وقبله :(إن قارون كان من قوم موسى فبغى عليهم) وقوله :(لفرح فخور) جاء ذلك على سبيل الذم لفرحه بإذاقة النعماء بعد الضراء ، ويأسه وكفرانه للنعماء إذا نزعت منه ، وهذه صفة مذمومة ، وليس ذلك من أفعال الآخرة .وقول من قال :إنه إذا أطلق الفرح كان مذموماً ، وإذا قيد لم يكن مذموماً كما قال :(فرحين بما آتاهم الله من فضله) ليس بمطرد ، إذ جاء مقيداً فى الذم فى قوله تعالى :(حتى إذا فرحوا بما أوتوا أخذناهم بغتة) وإنما يمدح الفرح ويذم بحسب متعلقه ، فإذا كان بنيل ثواب الآخرة وإعمال البر كان محموداً ، وإذا كان بنيل لذات الدنيا وحطامها كان مذموماً (تفسير البحرالمحيط ، تحت آيت ٥٨من سورة يونس)

اور وہ یہ ہیں:

(۱)......قرآن مجید کی تلاوت **(۲)**......قرآن مجید کی تعلیم وتشریح **(۳)**......اپنی تعلیمات کو روبہ عمل لانے کے لئے لوگوں کی عملی تربیت **(۴)**......دینی رہنمائی پر مبنی حکمت ودانائی کی تعلیم دینا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۱)

ترجمہ: جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک کرتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے (ترجمہ ختم)

نیز ایک مقام پر ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ، آیت ۲)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) رسول بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں (ترجمہ ختم)

یہی وہ مقاصد ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپے جانے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح فرمائی تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب اور ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج دیجئے جو ان پر آپ کی آیتیں پڑھیں اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائیں اور انہیں پاک کریں بیشک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں (ترجمہ ختم)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد ہیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت پر خوش ہونے کی اصل وجوہات ہیں اور ان کا تعلق عملی زندگی سے ہے۔

پس ان مقاصد کو اپنی عملی زندگی کے ذریعہ سے بروئے کار لانا چاہئے، اور انہی مقاصد کے لئے جد وجہد کرنی چاہئے۔

لیکن آج کل حال یہ ہے کہ میلاد النبی کے نام پر جشن منانے والے لوگوں نے عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اصل مقاصد کو تو نظر انداز کر دیا ہے اور صرف آپ کی ولادت پر رسمی خوشی کے اظہار کو کافی سمجھ لیا، اور اس میں بھی کئی گناہوں کو شامل کر لیا ہے۔

اور اوپر سے یہ ظلم کیا کہ ان کو اگر اس رسمی و غیر شرعی میلاد سے منع کیا جاتا ہے، تو اس کو ذکرِ رسول کا منکر قرار دیتے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت دیوبند کے علمائے کرام (جن کو آج بعض لوگوں کی طرف سے میلاد النبی کا منکر قرار دیا جاتا ہے) اپنے متفقہ فیصلہ میں حقیقی و رسمی میلاد میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حاشا! کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادتِ شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح وبدعتِ سیئہ یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا

سا بھی علاقہ (تعلق) ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو یا آپ کے بول براز، نشست وبرخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو، جیسا کہ ہمارے رسالہ براہینِ قاطعہ میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتوے میں مسطور ہے، چنانچہ شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمہ اللہ دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ (کی تحریر) کا عربی میں ترجمہ کر کے ہم نقل کرتے ہیں تا کہ سب کی تحریرات کا نمونہ بن جائے۔ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مجلسِ میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور کس طریقے سے ناجائز؟ تو مولانا نے اس کا یہ جواب لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں جو عباداتِ واجبہ سے خالی ہوں۔ ان کیفیات سے جو صحابۂ کرام اور ان اہلِ قرونِ ثلاثہ کے طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی شہادت حضرت نے دی ہے، ان عقیدوں سے جو شرک و بدعت کے موہم (شبہ پیدا کرنے والے) نہ ہوں، ان آداب کے ساتھ جو صحابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں، جو حضرت کے ارشاد "مَاأَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ" کی مصداق ہے ان مجالس میں جو منکراتِ شرعیہ سے خالی ہوں سبب خیر و برکت ہے، بشرطیکہ صدقِ نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جاوے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکارِ حسنہ کے ذکرِ حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں۔

پس جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دیگا الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادتِ شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ (۱) واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں (۲) مَردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے (۳) چراغوں کے روشن کرنے (۴) اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے (۵) اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن وتکفیر ہوتی

ہے(٦) اس کے علاوہ اور منکراتِ شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلسِ میلاد خالی ہو، پس اگر مجلسِ مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قولِ شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہوسکتا ہے، پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افتراء ہے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور ملعون کرے خشکی وتری، نرم وسخت زمین میں (المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۶۴ تا ۶۷)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مثلاً ربیع الاول کہ کوئی حکم اس کے متعلق نہیں، بعض لوگوں نے مولود (میلاد) کو اس میں ضروری کرلیا ہے اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ ذکرِ رسول سے منع کرتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی نماز پڑھے نجس (ناپاک) کپڑوں سے، تو اسے منع کریں گے کہ نماز نہ ہوگی بلکہ گناہ ہوگا، نیکی برباد، گناہ لازم۔

نعوذ باللہ جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے کون منع کرتا ہے، یہ تو تہمت ہے، بلکہ بے طریقہ ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں، اس کا معیار ہمارے پاس صحابہ کا طریقہ ہے، چنانچہ اُس زمانہ میں ذکرِ شریف ہوتا تھا، نہ مٹھائی کی قید تھی، نہ اس طور پر فرش وفروش وروشنی وغیرہ کا اہتمام تھا، نہ کوئی خاص زمانہ مقرر تھا، نہ کوئی قیام کرتا تھا، بلکہ شوق ومحبت سے ذکر کرتے تھے (خطباتِ حکیم الامت ج۴ ص۴۱۳، وعظ ''الوقت'')

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر اگر ہر طرح کی بدعات ورسوم اور منکرات وخرافات سے بچ کر کیا جائے، تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، لیکن اس کا طریقہ خلافِ شریعت اختیار کیا جائے، اور اس میں منکرات شامل کرلئے جائیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کو یکسر نظر انداز کردیا جائے، تو وہ جائز نہیں، اور اہلِ حق انہی بے اعتدالیوں اور غلط چیزوں سے یا ان کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔

رسمی ''میلاد'' کے منکرات

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں حقیقی اور رسمی میلاد کا فرق اصولی طور پر خوب اچھی طرح واضح ہوگیا اب مروّجہ رسمی میلاد کے متعلق فرداً فرداً خرابیوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ آج کل رسمی میلاد النبی منانے والوں نے اس کا نام **''جشنِ عید میلاد النبی''** رکھا ہوا ہے۔

(۱)......عید میلادُ النبی کی مروّجہ رسم ایک نو ایجاد عمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد آپ کی دنیوی حیاتِ طیبہ میں تقریباً باسٹھ (62) مرتبہ اور نبوت عطا ہونے کے بعد ۲۳ مرتبہ اور مدنی زندگی میں دس مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ لوٹ لوٹ کر آیا، لیکن اس پورے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود اپنی اس میلاد کا اہتمام کیا اور نہ دوسروں کو حکم یا ترغیب دی۔

آپ کے بعد آپ کے لاکھوں جانثار صحابہ کا نمبر آتا ہے، ان میں سے بھی کسی ایک صحابی سے یہ عمل بلکہ اس کا نام تک ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ ان کی پوری زندگی سیرتِ طیبہ میں رچی ہوئی ہے، ان کا ہر دن سیرتِ طیبہ کا دن ہے۔ ان کا ہر لمحہ سیرتِ طیبہ کا لمحہ ہے، ان کا ہر کام سیرتِ طیبہ کا کام ہے۔

اور خلفائے راشدین کا دور تو وہ ہے جس میں عوامی اور حکومتی سطح پر بھی کوئی قانون بنانے اور اجتماعی عمل انجام دلوانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے، جس میں بڑے بڑے فقہائے کرام، محدثینِ عظام اور اولیاء اللہ موجود ہیں، ان کو بھی اس رسمی میلاد کے انجام دینے کی ضرورت پیش نہ آئی، اور اسی طرح سلفِ صالحین نے کبھی یہ میلاد کی محفلیں نہیں سجائیں، اس لئے کہ وہاں پوری عملی زندگی شریعت کے ڈھانچے اور سانچے میں ڈھلے ہونے کی وجہ سے ''ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برأت'' کا مصداق تھا۔

ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی ''سیرتُ النبی'' کے سانچے میں ڈھلی ہوتی تھی، جب ان کی ہر محفل ومجلس کا موضوع ہی سیرتِ طیبہ تھا اور جب ان کا ہر قول وعمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا تو ان کو اس طرح کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔

بہرحال خیر القرون اوراس کے بعد اس رسم کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ تھا، لیکن جوں جوں زمانہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے دوری اور بُعد ہوتا گیا، عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا۔

تو عملی زندگی کا سلسلہ کمزور ہو گیا، اوراس کے بجائے رسمی چیزوں کو ایجاد کر لیا گیا، انہیں رسمی چیزوں میں سے مروجہ میلاد النبی کی رسم بھی ہے۔

بعض اہلِ علم کی تحقیق کے مطابق میلاد النبی کی رسم کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں ہوئی۔ [1]

---

[1] اور بعض اہلِ علم نے اس کا موجِد صاحبِ اربل مظفر الدین کوکبری اور ابنِ دحیہ کو قرار دیا ہے۔ البتہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تعبیر مختلف بیان کی ہے، علاوہ ازیں ابنِ دحیہ کی محدثین نے توصیف بھی کی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ابنِ دحیہ کو اس رسم کا اصل موجِد قرار دینا نامناسب ہے۔

فيها مات الملك المعظم مظفر الدين كوكبرى بن زين الدين على كوجك، ملك إربل، فى تاسع عشرى شعبان عن أربع وثمانين سنة، وكان يهتم بعمل المولد النبوى فى كل سنة اهتماماً زائداً، فتسلم إربل من بعده نواب الخليفة، وصارت مضافة إلى مملكة بغداد(السلوك لمعرفة دول الملوك،للمقريزى،سنة ثلاثين وستمائة)

صَاحِبُ إِرْبِلَ، كُوْكُبُرِى بنُ عَلِيٍّ التُّرْكُمَانِيُّ السُّلْطَانُ الدَّيِّنُ، المَلِك المُعَظَّمُ، مُظَفَّر الدِّيْنِ، أَبُو سَعِيْدٍ كُوْكُبُرِى بن عَلِيِّ بن بكتكين بن مُحَمَّدٍ التُّرْكُمَانِيّ، صَاحِب إِرْبِل، وَابْن صَاحِبهَا وَمُمَصِّرِهَا المَلِكِ زَيْنِ الدِّيْنِ عَلِيٍّ كُوجَكَ......وَأَبَان مُظَفَّر الدِّيْنِ عَنْ شجَاعَة يَوْم حِطِّين، وَبَيَّنَ، فَوَفَدَ أَخُوْهُ صَاحِب إِرْبل عَلَى صَلاَح الدِّيْنِ نَجدَة، فتمرض، وَمَاتَ عَلَى عَكَّا، فَأَعْطَى السُّلْطَان مُظَفَّر الدِّيْنِ إِرْبل وَشهرزور، وَاسْترد مِنْهُ حَرَّان وَالرُّهَا .وَكَانَ مُحِبّاً لِلصَّدقَة، لَهُ كُلّ يَوْم قنَاطير خُبْز يُفرِّقهَا، وَيَكسو فِي العَامِ خلقاً وَيُعْطِيهُم دِيْنَاراً وَدِيْنَارَيْنِ، وَبَنَى أَرْبَع خَوَانك لِلزَّمْنَى وَالأَضرَّاء ، وَكَانَ يَأْتيهِم كُلّ اثْنَيْنِ وَخَمِيْس، وَيَسْأَل كُلّ وَاحِد عَنْ حَالِه، وَيتفقَّده، وَيُبَاسِطه، وَيَمزح مَعَهُ .وَبَنَى دَاراً لِلنِّسَاءِ، وَدَاراً لِلأَيتَامِ، وَدَاراً لِلُّقطَاءِ، وَرتَّبَ بِهَا المَرَاضِعَ .وَكَانَ يَدُور عَلَى مَرْضَى البيمَارستَان .وَلَهُ دَارٌ مضيف يَنْزِلهَا كُلّ وَارد، وَيُعْطَى كُلّ مَا يَنْبَغِي لَهُ .وَبَنَى مَدْرَسَةً لِلشَّافِعِيَّة وَالحَنَفِيَّة، وَكَانَ يَمدّ بِهَا السِّمَاط، وَيَحضر السَّمَاع كَثِيْراً، لَمْ يَكُنْ لَهُ لَذَّة فِي شَيْءٍ غَيْره .وَكَانَ يَمْنَع مِنْ دُخُولِ مُنْكَرٍ بَلَدَهُ، وَبَنَى لِلصُّوْفِيَة رِبَاطَينِ، وَكَانَ يَنْزِل إِلَيْهِم لأَجْل السَّمَاعَات .وَكَانَ فِي السَّنَةِ يَفْتَكُّ أَسرَى بِجُمْلَةٍ، وَيُخْرِجُ سَبِيلاً لِلْحَجِّ، وَيَبعث لِلْمُجَاوِرِيْنَ بِخَمْسَةِ آلاَف دِيْنَارٍ، وَأَجرَى المَاء إِلَى عرفَات .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال خواہ یہ رسم ساتویں صدی میں ایجاد ہوئی ہو، یا اس کے بعد، اور خواہ اس کا موجِد کوئی بھی ہو، اس میں شک نہیں کہ خیر القرون کے دور میں اس کا وجود نہیں ملتا، اور اس رسم کے بدعت و ناجائز ہونے میں شبہ نہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ اس رسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا أَحْدَثُوْهُ مِنَ الْبِدَعِ مَعَ اعْتِقَادِهِمْ أَنَّ ذٰلِکَ مِنْ أَکْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَإِظْهَارِ الشَّعَآئِرِ مَا يَفْعَلُوْنَهُ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ مَوْلِدٍ وَقَدْ احْتَوٰى عَلٰى بِدَعٍ وَّمُحَرَّمَاتٍ (المدخل، ج ۱، فصل فی مولد النبی والبدع المحدثة فيه)

ترجمہ: لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائرِ اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلسِ میلاد بھی ہے جس کو وہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وَأَمَّا احتفاله بالمَوْلِدِ، فَيَقْصُر التَّعْبِيْر عَنْهُ؛ كَانَ الخلق يَقصدُوْنَهُ مِنَ العِرَاقِ وَالجَزِيْرَة، وَتُنْصَب قِبَاب خَشَب لَهُ وَلِأُمَرَائِهِ وَتُزَيَّن، وَفِيْهَا جوق المغَانِي وَاللّعب، وَيَنْزِل كُلّ يَوْمِ العصرَ، فَيَقِف عَلَى كُلّ قُبَّة وَيَتفرج، وَيَعْمَل ذَلِکَ أَيَّاماً، وَيُخرِجُ مِنَ البَقَرِ وَالإِبلِ وَالغَنَم شَيْئاً كَثِيْراً، فَتُنْحَر، وَتُطْبَخ الأَلوَان، وَيَعْمَل عِدَّة خِلَع لِلصُّوْفِيَة، وَيَتكلَّم الوُعَّاظ فِي المَيْدَان، فَيُنفق أَمْوَالاً جَزِيْلَة .وَقَدْ جَمَعَ لَهُ ابْن دِحْيَة (كِتَاب المَوْلِد)، فَأَعْطَاهُ أَلْف دِيْنَار . وَكَانَ مُتَوَاضِعاً، خَيِّراً، سُنِّيّاً، يُحبّ الفُقَهَاء وَالمُحَدِّثِيْنَ، وَرُبَّمَا أَعْطَى الشُّعَرَاء ، وَمَا نُقِلَ أَنَّهُ انْهَزَم فِي حرب، وَقَدْ ذَكَرَ هَذَا وَأَمثَاله ابْنُ خَلِّكَان، وَاعْتَذَرَ مِنَ التَّقْصِير .مَوْلِدُهُ :فِي المُحَرَّم، سَنَةَ تِسْعٍ وَأَرْبَعِيْنَ وَخَمْسِ مائَةٍ، بِإِرْبِل .قَالَ ابْنُ السَّاعِي :طَالت عَلَيْهِ مُدَارَاة أَوْلاَد العَادل، فَأَخَذَ مَفَاتيح إِرْبِل وَقلاعهَا، وَسَلَّم ذَلِکَ إِلَى المُسْتَنْصِر، فِي أَوَّلِ سَنَةِ ثَمَانٍ وَعِشْرِيْنَ .قَالَ :فَاحتفلُوا لَهُ، وَاجتمَعَ بالخَلِيْفَة، وَأَكْرَمَهُ، وَقلَّده سَيْفَيْن وَرَايَاتٍ وَخِلَعاً وَسِتِّيْنَ أَلْفَ دِيْنَار .وَقَالَ سِبْطُ الجَوْزِيّ :كَانَ مُظَفَّر الدِّيْنِ يُنفق فِي السَّنَةِ عَلَى المَوْلِد ثَلاَث مائَة أَلْف دِيْنَار، وَعَلَى الخَانقَاه مائَتَيْ أَلْفِ دِيْنَار، وَعَلَى دَار المضيف مائَة أَلْف .وَعَدَّ مِنْ هَذَا الخسف أَشيَاء (سير أعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۲ ص ۳۳۴تا۳۳۷)

ابْنُ دِحْيَةَ أَبُو الخَطَّاب عُمَرُ بنُ حَسَنٍ الكَلْبِيُّ الشَّيْخُ، العَلاَّمَةُ، المُحَدِّثُ، الرَّحَّالُ المُتَفَنِّنُ، مَجْدُ الدِّيْنِ، أَبُو الخَطَّابِ عُمَرُ بنُ حَسَنِ بنِ عَلِيِّ بنِ الجُمَيِّلِ -وَاسْمُ الجُمَيِّلِ مُحَمَّدٌ -بنِ فَرَحِ بنِ خَلَفِ بنِ قُوْمِسَ بن مَزْلاَلِ بنِ مَلاَّلِ بنِ أَحْمَدَ بنِ بَدْرِ بنِ دِحْيَةَ بنِ خَلِيْفَةَ الكَلْبِيُّ، الدَّانِيُّ، ثُمَّ السَّبْتِيُّ.

هَكَذَا سَاق نَسبَه، وَمَا أَبعدَه مِنَ الصّحَّةِ وَالاتِّصَالِ !وَكَانَ يَكتب لِنَفْسِهِ :ذُو النِّسْبَتَيْنِ بَيْنَ دِحْيَةَ وَالحُسَيْنِ الخ (سير أعلام النبلاء،للذهبی، جزء ۲۲، صفحہ ۳۸۹)

ماہِ ربیع الاول میں کرتے ہیں جبکہ یہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے (ترجمہ ختم)

اس رسم کے تفصیلی مفاسد اور موسیقی وغنا وغیرہ منکرات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْمَفَاسِدُ مُرَكَّبَةٌ عَلٰى فَعْلِ الْمَوْلِدِ إِذَا عَمِلَ بِالسِّمَاعِ فَإِنْ خَلا مِنْهُ وَعَمِلَ طَعَامًا فَقَطْ وَنَوَى بِهِ الْمَوْلِدَ وَدَعَا إِلَيْهِ الْإِخْوَانَ وَسَلِمَ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهٖ فَقَطْ إِذْ أَنَّ ذٰلِكَ زِيَادَةٌ فِي الدِّيْنِ وَلَيْسَ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ الْمَاضِيْنَ وَاتِّبَاعُ السَّلَفِ أَوْلٰى بَلْ أَوْجَبُ مِنْ أَنْ يَّزِيْدَ نِيَّةً مُخَالِفَةً لِمَا كَانُوْا عَلَيْهِ لِأَنَّهُمْ أَشَدُّ النَّاسِ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمًا لَهٗ وَلِسُنَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُمْ قَدَمُ السَّبْقِ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّهٗ نَوَى الْمَوْلِدَ وَنَحْنُ لَهُمْ تَبَعٌ فَيَسَعُنَا مَا وَسِعَهُمْ (المدخل ج ۱،فصل فی مولد النبی والبدع المحدثة فیه)

ترجمہ: اور اس مجلسِ میلاد پر یہ مفاسد اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اس میں سماع ہو، سو اگر مجلسِ میلاد سماع سے پاک ہو اور صرف بہ نیتِ مولود کھانا تیار کرلیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو کھانے کے لئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو، تب بھی وہ صرف اس (میلاد) کی نیت کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید چیز کا اضافہ کرنا ہے، جو سلفِ صالحین کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر بلکہ واجب ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس میں کوئی ایسی نیت زیادہ کی جائے، جو اس طریقہ کے مخالف ہو، جس پر سلفِ صالحین تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے اور سنت کی تعظیم میں زیادہ مضبوط تھے، جس کی وجہ سے ان کو اس کی طرف سبقت ہونی چاہئے تھی، اور ان میں سے کسی سے یہ مولود ثابت نہیں، اور ہم ان کے بعد آنے والے ہیں، تو ہمارے لئے بھی اسی چیز کی گنجائش ہوگی، جس کو انہوں نے اختیار کیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب میلاد کی مجلس میں سماع اور موسیقی وغنا وغیرہ کے مفاسد ہوں، تب تو اس کے گناہ ہونے میں شک ہی نہیں، لیکن اگر ان گناہوں سے بچ کر صرف بنیتِ میلاد النبی مخصوص دن میں کھانا پکایا جائے، تب بھی یہ عمل بدعت کے زمرہ میں آتا ہے۔

اور شیخ امام ابوحفص تاج الدین فاکہانی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۳۴ھ) نے ''المورد فی حکم المولد'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ :فَقَدْ تَكَرَّرَ سُؤَالُ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُبارَكِيْنَ عَنِ الِاجْتِمَاعِ الَّذِيُ يَعْمَلُهُ بَعْضُ النَّاسِ فِيُ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ ، وَيُسَمُّوْنَهُ :اَلْمَوْلِدَ :هَلُ لَّهُ أَصْلٌ فِي الشَّرْعِ ؟ أَوْ هُوَ بِدْعَةٌ وَحَدْثٌ فِي الدِّيْنِ ؟وَقَصَدُوا الْجَوَابَ عَنْ ذٰلِكَ مُبَيَّنًا ، وَالْإِيْضَاحَ عَنْهُ مُعَيَّنًا .

فَقُلْتُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ :لَا أَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ أَصْلًا فِيُ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ ، وَلَا يُنْقَلُ عَمَلُهُ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ ، الَّذِيْنَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِي الدِّيْنِ ، اَلْمُتَمَسِّكُوْنَ بِآثَارِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ ، بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ أَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ ، وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اِغْتَنٰى بِهَا الْأَكَّالُوْنَ ، بِدَلِيْلِ أَنَّا إِذَا أَدَرْنَا عَلَيْهِ الْأَحْكَامَ الْخَمْسَةَ قُلْنَا :إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ وَاجِبًا ، أَوْ مَنْدُوْبًا ، أَوْ مُبَاحًا ، أَوْ مَكْرُوْهًا ، أَوْ مُحَرَّمًا .وَهُوَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ إِجْمَاعًا ، وَلَا مَنْدُوْبًا ؛ لِأَنَّ حَقِيْقَةَ الْمَنْدُوْبِ :مَا طَلَبَهُ الشَّرْعُ مِنْ غَيْرِ ذَمٍّ عَلٰى تَرْكِهٖ، وَهٰذَا لَمْ يَأْذَنْ فِيْهِ الشَّرْعُ ، وَلَا فَعَلَهُ الصَّحَابَةُ ، وَلَا التَّابِعُوْنَ وَلَا الْعُلَمَاءُ الْمُتَدَيِّنُوْنَ ۔ فِيْمَا عَلِمْتُ ۔ وَهٰذَا جَوَابِيُ عَنْهُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ إِنْ عَنْهُ سُئِلْتُ .

وَلَا جَائِزَ أَنْ يَّكُوْنَ مُبَاحًا ؛ لِأَنَّ الِابْتِدَاعَ فِي الدِّيْنِ لَيْسَ مُبَاحًا بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ .فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَكْرُوْهًا ، أَوْ حَرَامًا (المورد فی حکم المولد)

ترجمہ: امابعد: بہت سے مبارک لوگوں کی طرف سے اس محفل کے بارے میں بار بار

سوال کیا گیا ہے، جو بعض لوگ ربیع الاول کے مہینے میں انجام دیتے ہیں، اوراس کا نام میلا د رکھتے ہیں، کہ کیا اس کی شریعت میں کوئی بنیاد موجود ہے، یا یہ بدعت ہے، جو دنیا میں پیدا کی گئی ہے؟ اورلوگ اس کا واضح جواب اور وضاحت چاہتے ہیں۔

پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ اس مولود کی کوئی بنیاد، اللہ کی کتاب اور سنت میں مجھے نہیں معلوم ہوئی، اور نہ ہی یہ عمل ان علمائے امت سے منقول ہے، جن کی دین میں پیروی کی جاتی ہے، اور وہ متقدمین کی روایات سے دلیل پکڑتے ہیں، بلکہ یہ بدعت ہے، جس کو باطل لوگوں نے ایجاد کیا ہے، اور نفس کی پیروی ہے، جس کو دنیا پرست لوگوں نے گھڑا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم شریعت کے پانچ احکام کا اس عمل کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل واجب ہوگا، یا مستحب ہوگا، یا جائز ہوگا، یا مکروہ ہوگا، یا حرام ہوگا، اوراس پر تو اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں، اور نہ ہی مستحب ہے، کیونکہ مستحب عمل کی حقیقت یہ ہے کہ جس کا شریعت نے مطالبہ کیا ہو، لیکن اس کے ترک کرنے پر کوئی برائی مرتب نہ کی ہو، اور یہ عملِ مولود ایسا عمل ہے کہ جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی، اور نہ ہی صحابہ نے کیا، اور نہ ہی تابعین نے، اور نہ ہی میری معلومات کے مطابق دیندار اہلِ علم نے، اور یہ میرا جواب ہے اللہ کی طرف سے اگر مجھ سے اس کا سوال کیا جائے۔

اور یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ عمل جائز ہو، کیونکہ دین میں بدعت جائز نہیں ہوا کرتی، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ پس اب یہی صورت باقی رہی کہ یہ عمل مکروہ یا حرام ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ میلا د النبی کی رسم حرام اور کم از کم مکروہ ہے۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا اتِّخَاذُ مَوْسِمٍ غَيْرِ الْمَوَاسِمِ الشَّرْعِيَّةِ كَبَعْضِ لَيَالِي شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ الَّتِي يُقَالُ :إنَّهَا لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ أَوْ بَعْضِ لَيَالِي رَجَبٍ أَوْ ثَامِنَ عَشَرَ ذِي

الْحِجَّةِ أَوْ أَوَّلِ جُمُعَةٍ مِنْ رَجَبٍ أَوْ ثَامِنِ شَوَّالٍ الَّذِیْ یُسَمِّیْهِ الْجُهَّالُ عِیْدَ الْأَبْرَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الَّتِیْ لَمْ یَسْتَحِبَّهَا السَّلَفُ وَلَمْ یَفْعَلُوْهَا (مجموع الفتاوی، لابن تیمیة، کِتَابُ الصِّیَامِ)

ترجمہ: اور شریعت کے مقرر کردہ موسموں (تہواروں) کے علاوہ کوئی اور موسم (تہوار) بنانا، جیسا کہ ربیع الاول کی بعض راتوں میں مولود کا عمل کرنا، یا رجب کی بعض راتوں میں، اور یا ۱۸ ذی الحجہ میں، یا رجب کے پہلے جمعہ میں، یا آٹھویں شوال میں، جس کا نام جاہلوں نے عیدالابرار رکھا ہے، تو یہ سب بدعت ہیں، جن کو سلف نے نہ تو پسند کیا، اور نہ انجام دیا (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وَکَذٰلِکَ مَا یُحْدِثُهُ بَعْضُ النَّاسِ ، إِمَّا مُضَاهَاةً لِلنَّصَارٰی فِیْ مِیْلَادِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ، وَإِمَّا مَحَبَّةً لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، وَتَعْظِیْمًا . وَاللّٰهُ قَدْ یُثِیْبُهُمْ عَلٰی هٰذِهِ الْمُحَبَّةِ وَالْاِجْتِهَادِ ، لَا عَلَی الْبِدَعِ -مِنْ اِتِّخَاذِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِیْدًا .مَعَ اِخْتِلَافِ النَّاسِ فِیْ مَوْلِدِهٖ . فَإِنَّ هٰذَا لَمْ یَفْعَلْهُ السَّلَفُ ، مَعَ قِیَامِ الْمُقْتَضٰی لَهٗ وَعَدْمِ الْمَانِعِ مِنْهُ لَوْ کَانَ خَیْرًا .وَلَوْ کَانَ هٰذَا خَیْرًا مَحْضًا ، أَوْ رَاجِحًا لَکَانَ السَّلَفُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَحَقُّ بِهٖ مِنَّا ، فَإِنَّهُمْ کَانُوْا أَشَدَّ مُحَبَّةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِیْمًا لَّهٗ مِنَّا ، وَهُمْ عَلَی الْخَیْرِ أَحْرَصُ .

وَإِنَّمَا کَمَالُ مُحَبَّتِهٖ وَتَعْظِیْمِهٖ فِیْ مُتَابَعَتِهٖ وَطَاعَتِهٖ وَاِتِّبَاعِ أَمْرِهٖ ، وَإِحْیَاءِ سُنَّتِهٖ بَاطِنًا وَظَاهِرًا ، وَنَشْرِ مَا بُعِثَ بِهٖ ، وَالْجِهَادِ عَلٰی ذٰلِکَ بِالْقَلْبِ وَالْیَدِ وَاللِّسَانِ .فَإِنَّ هٰذِهٖ طَرِیْقَةُ السَّابِقِیْنَ الْأَوَّلِیْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ ، وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ .وَأَکْثَرُ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ تَجِدُهُمْ حَرَّاصًا عَلٰی أَمْثَالِ هٰذِهِ الْبِدَعِ ، مَعَ مَا لَهُمْ مِنْ حُسْنِ الْقَصْدِ ، وَالْاِجْتِهَادِ

الَّذِیْنَ یُرْجٰی لَھُمْ بِھِمَا الْمَثُوْبَۃُ ، تَجِدُھُمْ فَاتِرِیْنَ فِیْ أَمْرِ الرَّسُوْلِ ، عَمَّا أُمِرُوْا بِالنَّشَاطِ فِیْہِ (اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم، ج۲ص۱۲۳، ۱۲۴،دار عالم الکتب، بیروت، لبنان)

ترجمہ: اوراسی طریقہ سے وہ رسم جس کو بعض لوگوں نے ایجاد کیا ہے، یا تو نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ السلام کی میلاد کے مقابلہ میں، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ ان کو اس محبت اور کوشش پر ثواب عطا فرماتے، لیکن بدعت پر ثواب عطا نہیں فرمایا کرتے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد منانے کی صورت میں ہے، جبکہ لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش (کی تاریخ) میں اختلاف بھی ہے، کیونکہ اس کو سلف نے انجام نہیں دیا، باوجودیکہ اس وقت بھی اس کی ضرورت تھی، اور کوئی رکاوٹ نہیں تھی، اگر اس میں کوئی خیر ہوتی، اور اگر یہ عمل خالص خیر ہوتا، یا اس میں خیر راجح ہوتی، تو سلف ہمارے مقابلہ میں اس کو انجام دینے کے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ ہمارے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ رکھتے تھے، اور ہمارے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے، اور خیر کے کاموں پر زیادہ حریص تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم تو کامل طریقہ پر آپ کی اتباع اور اطاعت اور آپ کے احکام کی پیروی کرنے اور آپ کی سنتوں کو ظاہری اور باطنی طور پر زندہ کرنے اور آپ کے لائے ہوئے احکام کی تبلیغ کرنے میں، اور ان پر دل اور ہاتھ اور زبان سے کوشش کرنے میں ہے، پس یہی سابقین اولین، مہاجرین اور انصار اور ان کی اچھے طریقے پر اتباع کرنے والوں کا طریقہ ہے، اوپر سے یہ رسم انجام دینے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی، اور طریقۂ کار بھی ایسا نہیں ہوتا، جس پر ثواب کی امید کی جائے، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تو سستی کرتے ہیں، اور اس رسم کو خوب کوشش کے ساتھ انجام دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور سعودی عرب کے مشہور مفتی ابنِ باز صاحب اپنے ایک تفصیلی مضمون میں فرماتے ہیں:

لَا رَیْبَ أَنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی شَرَعَ لِلْمُسْلِمِیْنَ عِیْدَیْنِ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْھِمَا لِلذِّکْرِ وَالصَّلَاۃِ ، وَھُمَا :عِیْدُ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰی بَدَلًا مِنْ أَعْیَادِ الْجَاھِلِیَّۃِ، وَشَرَعَ أَعْیَادًا تَشْتَمِلُ عَلٰی أَنْوَاعٍ مِنَ الذِّکْرِ وَالْعِبَادَۃِ کَیَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَیَوْمِ عَرَفَۃَ وَأَیَّامِ التَّشْرِیْقِ ، وَلَمْ یَشْرَعْ لَنَا سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عِیْدًا لِلْمِیْلَادِ لَا مِیْلَادَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا غَیْرَہٗ ، بَلْ قَدْ دَلَّتِ الْأَدِلَّۃُ الشَّرْعِیَّۃُ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ عَلٰی أَنَّ الْاِحْتِفَالَ بِالْمَوَالِدِ مِنَ الْبِدَعِ الْمُحْدَثَۃِ فِی الدِّیْنِ وَمِنَ التَّشَبُّہِ بِأَعْدَاءِ اللّٰہِ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَغَیْرِھِمْ ، فَالْوَاجِبُ عَلٰی أَھْلِ الْإِسْلَامِ تَرْکُ ذٰلِکَ وَالْحَذْرُ مِنْہُ ، وَإِنْکَارُہٗ عَلٰی مَنْ فَعَلَہٗ (مجموع فتاوی و مقالات ابن باز، ج۲ ص ۲۸۰، حکم الاحتفال بالموالد)

ترجمہ: یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے جاہلیت کے تہواروں کے بدلے میں دوعیدیں مقرر فرمائی ہیں، جن میں مسلمان ذکر ودعا کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں، اور اس کے علاوہ چند خوشی کے دن بھی مقرر کئے گئے ہیں، جو مختلف قسم کے ذکر اور عبادت پر مشتمل ہیں، جیسے کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن، اور ایامِ تشریق، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے لئے میلاد کی عید کو مقرر نہیں کیا، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور نہ کسی اور کی میلاد کی عید کو، بلکہ کتاب وسنت کے شرعی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میلاد کی مجلسیں دین میں پیدا کردہ بدعتوں میں سے ہیں، اور یہود ونصاریٰ وغیرہ جو اللہ کے دشمن ہیں، ان کے ساتھ مشابہت میں داخل ہیں، پس مسلمانوں پر اس کا ترک کرنا اور اس سے بچنا، اور اس کے کرنے والے پر نکیر کرنا واجب ہے (ترجمہ ختم)

سعودی عرب کے مذکورہ مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں اس رسم کا مدلّل ومفصَّل انداز میں رد

فرمایا ہے۔ ۱؎

۱؎ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

وعدم نشر أو بث ما يشجع على ذلك أو يوهم إباحته فى الإذاعة أو الصحافة أو التلفاز لقول النبى صلى الله عليه وسلم فى الحديث الصحيح :من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد متفق عليه ، وقوله صلى الله عليه وسلم من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد أخرجه مسلم فى صحيحه وعلقه البخارى جازما به ، وفى صحيح مسلم عن جابر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول فى خطبة الجمعة : أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة والأحاديث فى هذا المعنى كثيرة ، وفى مسند أحمد بإسناد جيد عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من تشبه بقوم فهو منهم وفى الصحيحين عن أبى سعيد رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو القذة بالقذة وفى لفظ شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه قالوا يا رسول الله اليهود والنصارى؟ قال فمن وفى هذا المعنى أحاديث أخرى كلها تدل على وجوب الحذر من مشابهة أعداء الله فى أعيادهم وغيرها ، وأشرف الخلق وأفضلهم نبينا محمد صلى الله عليه وسلم لم يحتفل بمولده فى حياته ، ولم يحتفل به أصحابه بعده رضى الله عنهم ولا التابعون لهم بإحسان فى القرون الثلاثة المفضلة ، ولو كان الاحتفال بمولده صلى الله عليه وسلم أو مولد غيره خيرا لسبقنا إليه أولئك الأخيار ، ولعلمه النبى صلى الله عليه وسلم أمته وحثهم عليه أو فعله بنفسه ، فلما لم يقع شىء من ذلك علمنا أن الاحتفال بالموالد من البدع المحدثة فى الدين التى يجب تركها والحذر منها امتثالا لأمر الله سبحانه وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم .وذكر بعض أهل العلم أن أول من أحدث الاحتفال بالموالد هم الشيعة الفاطميون فى المائة الرابعة ، ثم تبعهم بعض المنتسبين إلى السنة فى هذه البدعة جهلا وتقليدا لهم ولليهود والنصارى ، ثم انتشرت هذه البدعة فى الناس ، والواجب على علماء المسلمين بيان حكم الله فى هذه البدع وإنكارها والتحذير منها ، لما يترتب على وجودها من الفساد الكبير وانتشار البدع واختفاء السنن ، ولما فى ذلك من التشبه بأعداء الله من اليهود والنصارى وغيرهم من أصناف الكفرة الذين يعتادون مثل هذه الاحتفالات ، وقد كتب أهل العلم فى ذلك قديما وحديثا ، وبينوا حكم الله فى هذه البدع فجزاهم الله خيرا ، وجعلنا من أتباعهم بإحسان .وهذه الكلمة الموجزة أردنا بها التنبيه للقراء على هذه البدعة ليكونوا على بينة ، وقد كتبت فى ذلك كتابة مطولة نشرت فى الصحف المحلية وغيرها غير مرة ، ولا ريب أن الواجب على المسئولين فى حكومتنا وفى وزارة الإعلام بوجه أخص وعلى جميع المسئولين فى الدول الإسلامية منع نشر هذه البدع والدعوة إليها أو نشر ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ محفل چونکہ زمانۂ فخرِ عالم علیہ السلام میں اور زمانۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانۂ تابعین اور تبع تابعین اور زمانۂ مجتہدین علیہم الرحمۃ میں نہیں ہوئی، اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا اس کو اکثر اہلِ تاریخ فاسق لکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ مجلس بدعتِ ضلالہ ہے، اس کے عدمِ جواز میں صاحبِ مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل، فتاویٰ طبع ہو چکے ہیں زیادہ دلیل کی حاجت نہیں۔ عدمِ جواز (یعنی ناجائز ہونے) کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کو نہیں کیا۔ زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطوّلات فتاویٰ کو دیکھ لیں (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ ۲۵۴، کتاب البدعات، دارالاشاعت کراچی)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

مجلس مولودِ مروّجہ بدعت ہے اور بسبب خلطِ امورِ مکروہہ کے (یعنی مکروہ چیزوں کے اس کے ساتھ پائے جانے کی وجہ سے) مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد (بے ریش) لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشۂ ہیجانِ فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروّجہ بھی بدعت ہے۔ معہٰذا مشابہ بفعلِ ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ ۲۵۵، کتاب البدعات، دارالاشاعت کراچی)

اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یوهم الناس إباحتها أداء لواجب النصح لله ولعباده، وقياما بما أوجب الله من إنكار المنكر، ومساهمة فى إصلاح أوضاع المسلمين وتطهيرها مما يخالف الشرع المطهر، والله المسئول بأسمائه الحسنى وصفاته العلى أن يصلح أحوال المسلمين، وأن يوفقهم للتمسك بكتابه وسنة نبيه عليه الصلاة والسلام، والحذر من كل ما يخالفهما، وأن يصلح قادتهم ويوفقهم لتحكيم شريعة الله فى عباده ومحاربة ما خالفها إنه ولى ذلک والقادر عليه .وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه (مجموع فتاوى و مقالات ابن باز، ج۲ ص ۲۸۰ تا ۲۸۲، حكم الاحتفال بالموالد)

''بنظر انصاف دیکھو کہ اگر بالفرض حضور اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے تو کیا اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے بلکہ انکار ہی فرماتے ،فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دہی ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی حرج نہیں اور جنگ کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع پر ثابت قدم رہنا چاہیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ نہیں فقط، زیادہ کیا تکلیف دی جائے'' (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ ۲۶۳، کتاب البدعات، دارالاشاعت کراچی)

(۲)......۱۲/ ربیع الاوّل کے دن کو عید قرار دینا

اس میلاد کی رسم میں ایک جونئی بات سامنے آئی ہے وہ ۱۲ ربیع الاول کے دن کو عید بلکہ عیدِ اکبر قرار دینے کی ہے شرعی اور اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے عید کے دنوں کی اسلام نے خود نہ صرف تعیین کر دی ہے، بلکہ اس سے متعلق تمام تر تفصیلی احکام بھی بتلا دیئے ہیں، جس کے بعد کسی مسلمان کو نہ تو اس تعیین کے اندر تغیر اور تبدیلی کا حق حاصل ہے اور نہ ہی اس کے احکام میں کمی زیادتی کرنے کی گنجائش باقی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَـقَـالَ مَاھٰذَانِ الْیَوْمَانِ؟ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ قَدْاَبْدَلَکُمْ بِھِمَا خَیْرًامِّنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو

[1] حدیث نمبر ۱۱۳۴، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، المکتبۃ العصریۃ، صیدا -بیروت، واللفظ لہٗ، نسائی، مسند احمد.

مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو تہوار منایا کرتے تھے اوران میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انھوں نے عرض کیا کہ: ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو تہواروں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن، دوسرا عید الفطر کا دن (ترجمہ ختم)

وہ دو دن جن میں مدینہ کے لوگ کھیل کود کیا کرتے تھے ان کے نام ''نیروز'' اور ''مہرجان'' تھے چنانچہ اسلام نے پورے سال میں اُمَّتِ مسلمہ کے لئے عید کے یہ دو دن مقرر کئے ہیں، ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرے عید الفطر کا دن۔

عید کا دن مسلمانوں کے لئے عیسائیوں، یہودیوں یا دوسری قوموں کے تہواروں کی طرح کا صرف ایک تہوار نہیں، بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا دن بھی ہے اور خوشی کا دن بھی، ان خوشیوں کا افتتاح ایک خاص شان کی عبادت عید کی نماز سے کیا جاتا ہے جسے تمام مسلمان مل کر اپنے رب کے سامنے ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

اپنے اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے اسلام میں عید کے یہی دو موقع ہیں، اور اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے اس میں کمی زیادتی کی اجازت نہیں۔

جو لوگ ۱۲/ ربیع الاول کو بھی عید قرار دیتے اور مناتے ہیں اور انہوں نے اس دن کا نام ہی عید میلاد النبی کے نام سے تجویز کرلیا ہے، بلکہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک غلو سے کام لیا ہے کہ اس دن کو اسلام کی پہلی اور بعض نے بڑی عید قرار دے دیا ہے اور اس میں مختلف رسمیں اور نئے نئے غیر اسلامی طور طریقے اختیار کرلئے ہیں۔

اس کی اسلامی مزاج سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں، کیونکہ یہ دو دن (عید الفطر و عید الاضحیٰ) باطل

طریقوں کے بدلے میں دیئے گئے ہیں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے اصل اسلامی وشرعی عید اور اس ''عید میلاد النبی ''میں کئی اعتبار سے واضح فرق نظر آتا ہے، چنانچہ:

(۱)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اللہ پاک کی مہمانی کے دن ہیں۔ اسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام اور کھانا پینا عبادت ہے۔ جبکہ ۱۲/ربیع الاول یا ربیع الاول کی کسی تاریخ میں بھی روزہ رکھنا منع نہیں۔

(۲)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں شریعت نے دو رکعت با جماعت خاص طریقے پر ادا کرنے کو نہ صرف واجب قرار دیا ہے، بلکہ اس کو دوسری عام نمازوں سے کئی چیزوں میں امتیازی حیثیت دی ہے، مثلاً: بغیر اذان واقامت کے با جماعت ادائیگی۔ چھ زائد تکبیرات کا اضافہ۔ آبادی اور مسجد کے بجائے آبادی سے باہر اور کھلی جگہ میں اس نماز کی ادائیگی کا افضل ہونا۔ جبکہ ۱۲/ربیع الاول کے حوالے سے اس طرح کی با جماعت نماز کا واجب بلکہ سنت ومستحب ہونا بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

---

[1] قد أبدلكم الله تعالى بهما خيرا منهما يوم الفطر والأضحى واستنبط منه كراهة الفرح في أعياد المشركين والتشبه بهم وبالغ الشيخ أبو حفص الكبير النسفي من الحنفية فقال من أهدى فيه بيضة إلى مشرك تعظيما لليوم فقد كفر بالله تعالى(فتح البارى -لابن حجر،،باب الحراب والدرق يوم العيد)

(قدمت المدينة ولأهل المدينة يومان يلعبون فيهما في الجاهلية) هما يوم النيروزوالمهرجان (وإن الله تعالى قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم النحر) قال الطيبي :وهذا نهي عن اللعب والسرور فيهما وفيه نهاية من اللطف وأمر بالعبادة وأن السرور الحقيقي فيهما *(قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا) * قال مخرجه البيهقي :زاد الحسن فيه أما يوم الفطر فصلاة وصدقة وأما يوم الأضحى فصلاة ونسك قال المظهر :وفيه دليل على أن تعظيم يوم النيروز والمهرجان ونحوهما منهي عنه وقال أبو حفص الحنفي :من أهدى فيه بيضة لمشرك تعظيما لليوم كفر وكان السلف يكثرون فيه الاعتكاف بالمسجد وكان علقمة يقول اللهم إن هؤلاء اعتكفوا على كفرهم ونحن على إيماننا فاغفر لنا وقال المجد ابن تيمية :الحديث يفيد حرمة التشبه بهم في أعيادهم لأنه لم يقرهما على العيدين الجاهليين ولا تركهم يلعبون فيهما على العادة وقال أبدلكم والإبدال يقتضي ترك المبدل منه إذ لا يجتمع بين البدل أو المبدل منه ولهذا لا تستعمل هذه العبارة إلا في ترك اجتماعهما(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت حديث رقم ٦٢٠١)

(۳)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مسنون اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سیرت سے ثابت ہیں جن کی روشنی میں فقہائے کرام اور محدثینِ عظام نے اپنے اپنے موقعوں پر تفصیل تحریر فرمادی ہے۔ جبکہ ۱۲/ربیع الاول کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سیرت کی روشنی میں مندرجہ بالا تفصیلات ثابت نہیں کی جاسکتیں۔

(۴)......اللہ تعالیٰ کی جانب سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا حکم آنے کے بعد زندگی میں ایک مرتبہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام بلکہ چودہ سو سال کے اسلافِ امت اور اکابر نے اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اور اس پر زندگی بھر مسلسل عمل کرتے رہے۔ جبکہ ۱۲/ربیع الاول کو اس تسلسل کے ساتھ عید ہونا ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> بات یہ ہے کہ لوگوں نے مولود شریف (یعنی میلاد) تو اپنی طرف سے مُختـرَع کیا (یعنی گھڑ لیا) اور غضب یہ کیا کہ اس کا نام ''عیدِ اکبر'' رکھا۔
>
> غضب کی بات ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو عیدیں دی ہیں اور انہوں نے تیسری اور ایجاد کر دی، اچھا خاصا معارضہ (مقابلہ) ہوگیا جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے (خطباتِ حکیم الامت ج۴ص۴۱۶، وعظ ''الوقت'')

(۳)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ یا جشنِ میلاد

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ربیع الاول کا مہینہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی کا مہینہ نہیں ہے بلکہ آپ کی وفات کا بھی مہینہ ہے اور ایک مسلمان کو آپ کی وفات کے مہینے میں اس طرح کا جشن منانا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا صحابہ پر کیا اثر ہوا؟ اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ الْيَوْمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَ يَوْمًا كَانَ أَقْبَحَ مِنْهُ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے اس دن کا مشاہدہ کیا ہے، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، میں نے کوئی دن اس سے زیادہ قبیح تر (غمگین) نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَظْلَمَ مِنَ الْمَدِينَةِ كُلُّ شَيْءٍ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: جب وہ دن تھا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو مدینے کی ہر چیز (غم کے) اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِيَ وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهٖ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا (ترمذی) [3]

---

[1] حدیث نمبر ۴۳۹۰، کتاب المغازی والسرایا، دار الکتب العلمیة -بیروت، واللفظ لہٗ، دلائل النبوة للبیهقی حدیث نمبر ۳۲۴۵.
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

[2] حدیث نمبر ۴۳۸۹، کتاب المغازی والسرایا، دار الکتب العلمیة -بیروت.
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

[3] حدیث نمبر ۳۶۱۸، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر، واللفظ لہٗ، سنن ابنِ ماجة، حدیث نمبر ۱۶۳۱، مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۸۳۰، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۶۶۳۴، دارمی حدیث نمبر ۸۹.
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.
إسناده قوی علی شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر جعفر ابن سلیمان -وهو الضُّبَعی- فمن رجال مسلم (حاشیة مسند احمد)

ترجمہ: جب وہ دن تھا جس دن کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، تو ہر چیز روشن ہوگئی تھی، پھر جب وہ دن آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہر چیز (غم کے) اندھیرے میں ڈوب گئی، اور جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ہاتھ جھاڑ لئے، جبکہ ہم ابھی دفن کے موقع پر ہی تھے، تو ہم نے اپنے دلوں کی کیفیات بدلی ہوئی پائیں (ترجمہ ختم)

انکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بدل گئی، اور غم کے اندھیرے ہم پر طاری ہوگئے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جانگداز حادثہ سے ایک لمبے عرصہ تک متاثر رہے۔

چنانچہ حضرت حسان بن مخارق فرماتے ہیں:

قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَبَكٰى حَتّٰى

---

[1] وفی رواية الدارمی أی عن أنس قال ما رأيت يوما قط كان أحسن أی أزهر فی الخاطر ولا أضوأ أی فی نور الظاهر من يوم دخل علينا فيه رسول الله أی فإنه كان يوم الوصال للمشتاقين إلى ذلك الجمال وما رأيت يوما أقبح أی أسوأ أو أحزن فی القلب ولا أظلم أی فی عين القالب من يوم مات فيه رسول الله لأنه كان يوم الفراق على العشاق وفی رواية الترمذی قال أی أنس لما كان اليوم الذی دخل فيه رسول الله المدينة أضاء منها أی أشرق من المدينة كل شیء بالرفع فإن أضاء لازم وقد يتعدى ومن بيان تقدمت قال الطيبی الضمير راجع إلى المدينة وهذا يدل على أن الإضاءة كانت محسوسة فلما كان اليوم الذی مات فيه أظلم منها كل شیء فإن نوره شمس العالم الصوری والمعنوی وتخصيص المدينة لكونها أقرب ولنسبة رؤية الراوی أنسب وما نفضنا أيدينا عن التراب من النفض وهو تحريك الشیء ليزول ما عليه من التراب والغبار ونحوهما وإنا لفی دفنه أی مشغولون بعد جملة حالية حتى أنكرنا قلوبنا أی تغيرت حالنا بوفاة رسول الله وظهور أنواع الظلمة علينا ولم نجد قلوبنا على ما كانت عليه من أنوار الصفا والرقة والألفة فيما بيننا لانقطاع مادة الوحی وفقدان بركة صحبته وأثر إكسير حضور حضرته قال التوربشتی يريد أنهم لم يجدوا قلوبهم على ما كانت عليه من الصفا والألفة لانقطاع مادة الوحی وفقدان ما كان يمدهم من رسول الله من التأييد والتعليم ولم يرد أنهم لم يجدوها على ما كانت من التصديق (مرقاة، كتاب الفضائل والشمائل، باب فی بيان هجرة أصحابه من مكة وبيان وفاته)

اِبْتَلَّتْ لِحْيَتَهُ (مسند أبي بكر الصديق لابی بکراحمد بن علی بن سعيد الأموی المروزی ،حديث نمبر ۱۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ اے لوگوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے، اور یہ فرما کر حضرت ابوبکر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک (آنسوؤں سے) تر ہوگئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَامَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ :قَدْ عَلِمْتُمْ مَا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ بَكٰى، ثُمَّ أَعَادَهَا، ثُمَّ بَكٰى، ثُمَّ أَعَادَهَا، ثُمَّ بَكٰى، قَالَ :إِنَّ النَّاسَ لَمْ يُعْطُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا شَيْئًا أَفْضَلَ مِنَ الْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ، فَسَلُوْهُمَا اللّٰهَ (مسند أبي يعلى الموصلی) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ کیا تمہیں اس جگہ کا علم ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سال کھڑے ہوئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر یہی الفاظ دہرائے، پھر رونے لگے، پھر یہی الفاظ دہرائے، پھر رونے لگے، پھر فرمایا کہ بے شک لوگوں کو اس دنیا میں کوئی چیز درگزر اور عافیت سے زیادہ بہتر عطا نہیں کی گئی، تو تم ان دونوں کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (ترجمہ ختم)

اور ابنِ سعد نے امام واقدی کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جو اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر نقل فرمائے ہیں، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَيْتَ الْقِيَامَةُ قَامَتْ بَعْدَ مَهْلَكِهٖ وَلَا نَرٰى بَعْدَهٗ مَالًا وَلَا وَلَدًا!

(الطبقات الكبرى، لابن سعد، ذكر من رثى النبی صلی الله عليه وسلم)

ترجمہ: کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قیامت قائم ہوگئی ہوتی، ہم

---

[1] ج ۱ ص ۷۵، حديث نمبر ۷۴، دار المأمون للتراث -دمشق.
قال المحشی حسين سليم أسد فی الحاشية :إسناده حسن.

نے آپ کے بعد نہ کسی مال کو خاطر میں لائے، نہ اولاد کو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنُوا عَلَيْهِ ، حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ ، قَالَ عُثْمَانُ :وَكُنْتُ مِنْهُمْ ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِيْ ظِلِّ أُطُمٍ مِنَ الْآطَامِ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ، فَلَمْ أَشْعُرْ أَنَّهُ مَرَّ وَلا سَلَّمَ ، فَانْطَلَقَ عُمَرُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَقَالَ لَهُ :مَا يُعْجِبُكَ أَنِّيْ مَرَرْتُ عَلٰى عُثْمَانَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلامَ ؟ وَأَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ فِيْ وِلايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، حَتّٰى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيْعًا ، ثُمَّ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ :جَاءَنِيْ أَخُوكَ عُمَرُ ، فَذَكَرَ أَنَّهُ مَرَّ عَلَيْكَ ، فَسَلَّمَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ ، فَمَا الَّذِيْ حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ ؟ قَالَ :قُلْتُ :مَا فَعَلْتُ ، فَقَالَ عُمَرُ :بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ ، وَلٰكِنَّهَا عُبِّيَّتُكُمْ يَا بَنِيْ أُمَيَّةَ ، قَالَ :قُلْتُ :وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ بِيْ ، وَلا سَلَّمْتَ (مسند أحمد)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بہت سے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بہت غمگین ہوئے، یہاں تک کہ بعضوں کو مختلف وسوسے آنے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی انہیں لوگوں میں سے تھا، میں ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا، میرے قریب سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے، انہوں نے مجھے سلام کیا، تو مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اوران سے جا کر کہا کہ آپ کو یہ بات تعجب خیز

---

[1] حديث نمبر ۲۰، مؤسسة الرسالة، بيروت.
المرفوع منه صحيح بشواهده ، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الرجل الذى روى عنه الزهرى ، ووصف الزهرى له بأنه من أهل الفقه (حاشية مسند احمد حديث نمبر ۲۰)

محسوس ہوگی، کہ میں عثمان کے قریب سے گزرا، اور میں نے انہیں سلام کیا، مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے، اور ان دونوں نے مجھ کو سلام کیا، پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ آپ کے بھائی عمر میرے پاس آئے ہیں، اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کے پاس سے گزرے، اور سلام کیا، اور آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمر نے فرمایا کہ اللہ کی قسم آپ نے ایسا کیا ہے، لیکن یہ تمہارا حصہ ہے اے بنو امیہ (یعنی تمہیں میرے آنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا) حضرت عثمان نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے آپ کے قریب سے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ خمیصہ بن ابان حدانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَنَّهُ قَدِمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى عَمَّانَ بِوَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنعَاهُ وَقَالَ لَهُمْ تَرَكْتُ النَّاسَ بِالْمَدِيْنَةِ يَغْلُوْنَ غِلْيَانَ الْقِدْرِ (الاصابة) [1]

ترجمہ: وہ مدینہ سے عمان آئے، تو لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کے سینے (غم کی وجہ سے) دیگچی کی طرح اُبال کھارہے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ابنِ سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے جو اشعار نقل فرمائے ہیں، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

مَا بَالُ عَيْنِكَ لَا تَنَامُ ! كَأَنَّمَا كُحِلَتْ مَآقِيْهَا بِكُحْلِ الْأَرْمَدِ؟
جَزَعًا عَلَى الْمَهْدِيِّ أَصْبَحَ ثَاوِيًا يَا خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَصٰى لَا تَبْعَدِ
يَا وَيْحَ أَنْصَارِ النَّبِيِّ وَرَهْطِهِ بَعْدَ الْمُغَيَّبِ فِيْ سَوَاءِ الْمَلْحَدِ

---

[1] باب الخاء بعدها الميم، تذكره خميصة بن أبان الحداني، رقم الترجمة ٢٢٩٤.

جَنْبِیْ یُقِیْکَ التُّرْبُ لَهَفِیْ لَیْتَنِیْ — کُنْتُ الْمُغِیْبَ فِی الضَّرِیْحِ الْمَلْحَدِ !
یَا بَکْرَ آمِنَةِ الْمُبَارَکِ ذِکْرُهٗ — وَلَدَتْهٗ مُحْصِنَةً بِسَعْدِ الْأَسْعَدِ
نُوْرًا أَضَاءَ عَلَی الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا — مَنْ یَّهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَکِ یَهْتَدِ !
اَاُقِیْمُ بَعْدَکَ بِالْمَدِیْنَةِ بَیْنَهُمْ — یَالَهْفَ نَفْسِیْ لَیْتَنِیْ لَمْ اُوْلَدِ
بِأَبِیْ وَأُمِّیْ مَنْ شَهِدْتُ وَفَاتَهٗ — فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ النَّبِیَّ الْمُهْتَدِی !
فَظَلَلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَلَدِّدًا — یَالَیْتَنِیْ صَبِحْتُ سِمَّ الْاَسْوَدِ
اَوْحَلَّ اَمْرُاللهِ فِیْنَا عَاجِلًا — فِیْ رَوْحَةٍ مِنْ یَوْمِنَا اَوْمِنْ غَدِ
فَتَقُوْمُ سَاعَتُنَا فَنَلْقَیْ سَیِّدًا — مَحْضًا ضَرَائِبُهٗ کَرِیْمَ الْمُحْتِدِ
یَا رَبِّ !فَاَجْمِعْنَا مَعًا وَنَبِیَّنَا — فِیْ جَنَّةٍ تُفْقِیْ عُیُوْنَ الْحُسَّدِ
فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَاکْتُبْهَا لَنَا — یَا ذَا الْجَلَالِ وَذَا الْعُلَا وَالسُّوْدَدِ !
وَاللّٰهُ أَسْمَعُ مَا حَیِیْتُ بِهَالِکٍ — إِلَّا بَکَیْتُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدِ
ضَاقَتْ بِالْأَنْصَارِ الْبِلَادُفَأَصْبَحُوْا — سُوْدًا وُجُوْهُهُمْ کَلَوْنِ الْإِثْمِدِ
وَلَقَدْ وَلَدْنَاهُ وَفِیْنَا قَبْرُهٗ — وَفُضُوْلُ نِعْمَتِهٖ بِنَا لَا تُجْحَدِ
وَاللّٰهُ أَهْدَاهُ لَنَا وَهَدٰی بِهٖ — أَنْصَارَهٗ فِیْ کُلِّ سَاعَةِ مَسْهَدِ
صَلَّی الْإِلٰهُ وَمَنْ یَحِفُّ بِعَرْشِهٖ — وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ أَحْمَدِ !

(الطبقات الکبری، لابن سعد ج۲ ص ۲۴۶، ذکر من رثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، دارالکتب العلمیة، بیروت) [1]

---

[1] اور ''دیوان حسان بن ثابت'' میں یہ اشعار تھوڑے بہت فرق کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں ہیں:

ما بَالُ عَینِکَ لا تَنَامُ کأنّمَا

ما بَالُ عَینِکَ لا تَنَامُ کأنّمَا — کُحِلَتْ مآقِیها بکُحْلِ الأرْمَدِ
جزعاً علی المهدیّ، أصبحَ ثاویاً، — یا خیرَ من وطیءَ الحصی لا تبعدِ
جنبی یقیکَ التربَ لهفی لیتنی — غُیّبْتُ قَبْلَکَ فی بَقِیعِ الغَرْقَدِ
بأبی وأمی منْ شهدتُ وفاتهُ — فی یومِ الاثنینِ النبیُّ المهتدی
فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفاتِهِ مُتَبَلِّداً، — یالهْفَ نفسی لَیْتَنی لم أُولَدِ
أأُقِیمُ بَعْدَکَ بالمَدینَةِ بَیْنَهُمْ؟ — یا لَیْتَنی صُبّحْتُ سَمَّ الأسْوَدِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: تیری آنکھ کا کیا حال ہو گیا کہ جو سوتی نہیں ہے، گویا کہ آشوبِ چشم کا سرمہ گوشۂ چشم میں لگایا ہے۔

فریاد کناں ہے اس ہادی پر جو کہ مدفون ہو گئے (زیرِ زمین چلے گئے) اے وہ ہستی جو سنگریزوں پر چلنے والوں میں افضل ترین ہے، اللہ کرے کہ آپ دور (وجُدا) نہ ہوں۔

ہائے ہلاکت نبی کے انصار اور جماعت کے لئے، ایک برابر کی قبر میں آپ کے غائب ہونے کے بعد۔

کاش، میں اس سے پہلے ہی قبر کے گڑھے میں غائب ہو جاتا، جبکہ مٹی آپ کو چھپا رہی تھی۔

اے آمنہ کے دلارے! جس کا تذکرہ اور یاد مبارک ہے، پاکباز عورت نے آپ کو جنا پوری سعادت ونیک بختی کے ساتھ۔

ایسی روشنی ونور کے حامل ہو کر جس نے ساری دنیا، سارے زمانے کو روشن ومنور کر دیا، جو اس بابرکت روشنی کی طرف ہدایت (راستہ) پائے گا، ہدایت یافتہ بنے گا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أوْ حلّ أمرُ اللهِ فينا عاجلاً ... في روحة ٍمنْ يومنا أوْ في غدِ
فتقومَ ساعتنا، فنلقى طيباً ... مَحْضاً ضَرَائِبُهُ كريمَ المَحْتِدِ
يَا بكْرَ آمِنَةَ المُبَارَكَ ذِكْرُهُ، ... وَلَدَتْكَ مُحْصَنةٌ بسعْدِ الأسعُدِ
نُوراً أضَاءَ على البَرِيّةِ كُلّها، ... مَنْ يُهْدَ للنّورِ المُبَارَكِ يَهْتَدِ
يَا رَبّ !فاجْمَعنا فمَاً ونَبِيَّنَا، ... في جَنّةٍ تَثْنِي عُيُونَ الحُسّدِ
في جَنّةِ الفِرْدَوْسِ واكتُبْها لَنَا ... يا ذا الجلالِ وذا العلا والسؤددِ
واللّهِ أسْمَعُ ما بَقِيتُ بهالِكٍ ... إلا بكيتُ على النبيّ محمدِ
يا ويحَ أنصارِ النبيِّ ورهطِهِ، ... بَعْدَ المغيَّبِ في سَوَاءِ المَلْحَدِ
ضاقتْ بالأنصارِ البلادُ فأصبحتْ ... سوداً وجوههمُ كلون الإثمدِ
وَلَقَدْ وَلَدْنَاهُ، وَفِينَا قَبْرُهُ، ... وفضولُ نعمتهِ بنا لمْ يجحدِ
وَاللّهُ أكْرَمَنا بِهِ وَهَدَى بِهِ ... أنْصَارَهُ في كُلّ سَاعَةِ مَشْهَدِ
صَلّى الإلهُ وَمَنْ يَحُفُّ بعَرْشِهِ ... والطيبونَ على المباركِ أحمدِ
فرِحتْ نصارى يَثربٍ ويهودُها ... لمّا تَوَارَى في الضَريحِ المُلْحَدِ

(ديوان حسان بن ثابت ص ٢٥ تا ٢٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

کیا میں آپ کے بعد (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں لوگوں کے درمیان اٹھوں گا بیٹھوں گا (زندہ رہوں گا) ہائے کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

میرے ماں باپ فدا ہوں اس ہستی پر کہ موت اس کے پاس حاضر ہوئی سوموار کے دن جو کہ پر ہدایت یافتہ نبی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں از ہوش رفتہ ہو گیا ہوں، کاش کوئی کالا سانپ مجھے ڈس جائے۔

اللہ کا فیصلہ موت کا آج کل ہی ہمارے درمیان اتر پڑے (نافذ ہو جائے تا کہ ہم فوت ہو کر اپنے محبوب نبی سے جا ملیں)

پس ہماری قیامت (یعنی موت) قائم ہو جائے، تو ہم سید پاک خصلتوں والے کریم النفس سے جا ملیں۔

اے میرے رب ہمیں اور ہمارے نبی کو جنت میں ملا دے جو حاسد کی آنکھوں کو پھوڑ دے۔

جنت الفردوس میں (ہمیں ملا دے) اور جنت الفردوس ہمارے لئے مقدر فرما، اے عظمت وجلال اور برتری والے رب۔

اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں، میں زندگی بھر (اپنے) نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر روتا رہوں گا (غمگین رہوں گا)

انصار پر زمین تنگ ہوگئی (نبی کی جدائی سے نڈھال ہیں) اس حال میں کہ ان کے چہرے اثمد سرمے کی طرح کالے پڑ گئے (صدمے کی شدت سے چہرے پژمردہ ہیں)

ہم میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، ہم میں ہی مدفون ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر بیش از بیش انعام واحسان نا قابلِ انکار و نا قابلِ فراموش ہیں۔

اور اللہ نے آپ کو ہمارے لئے ہادی بنایا اور آپ کے صحابہ نے آپ کے ذریعے ہدایت پائی ہر شہادت گہہِ الفت ہر معرکہ جنگ کے موقع پر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، حاملینِ عرش فرشتوں، اور سب پاک نفوس کا احمد مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پہنچے (ترجمہ ختم)

اور حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم کی سند سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں رات کو گشت کے لئے نکلے، آپ نے ایک عورت کی آواز سنی کہ وہ بڑے درد بھرے انداز میں یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکٰی بِالْاَسْحَارِ یَالَیْتَ شَعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعَنِیْ وَ حَبِیْبِیْ الدَّارِ

ترجمہ: محمد پر نیک ہستیوں کے درود، آپ پر پاکیزہ اور چنیدہ ہستیاں درود پڑھ رہی ہیں، آپ راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے، موت تو بہتری طرح آتی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور کی زیارت نصیب ہوگی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار سن کر وہیں بیٹھ گئے، اور روتے رہے (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج ۲ ص ۲۲، ۲۳، دار الفكر، بيروت)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنَّ اِمْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ رَحِمَهَا اللّٰهُ :اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَشَفَتْ لَهَا عَنْهُ فَبَكَتْ حَتّٰى مَاتَتْ (الزهد لأحمد بن حنبل) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آ کر عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں

---

[1] حديث نمبر ۲۱۵۷، ص ۲۹۹، دار الكتب العلمية، بيروت.

اور روتے روتے انتقال فرما گئیں (ترجمہ ختم)

اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں۔

ایک طرف تو ربیع الاول کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم ہے، اور دوسری طرف عیدمیلاد النبی کے عنوان سے یہ مروّجہ میلے ٹھیلے ہیں۔

کیا ان حالات میں ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں جوش وجذبہ کے ساتھ عیدمیلا دالنبی کے نام سے جشن منانا اوراس مہینے کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کونظر انداز کردینا عقلمندی کی نشانی ہے؟

ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

(۴)......۱۲/ ربیع الاول کی تخصیص

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکرِ خیر کرنے کے لئے ۱۲/ربیع الاول کی ایسی تخصیص کہ جوسال کے دوسرے دنوں سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے، یہ ایک عام چیز کو خاص کرنا ہے، شریعتِ مطہرہ نے جب اس غرض کے لئے ۱۲/ربیع الاول کی تخصیص نہیں کی، بلکہ اس کو عام چھوڑ دیا ہے کہ منکرات سے بچتے ہوئے جب کوئی چاہے اس پر عمل کرے تو اپنی طرف سے ۱۲/ربیع الاول کو خاص کر لینا شریعت پر زیادتی ہے جو کہ بدعت کے مفہوم میں داخل ہے۔

(۵)......نیتوں کا فاسد ہونا

دیکھنے میں آتا ہے کہ عموماً میلا دمنانے والوں کی نیت میں اخلاص نہیں ہوتا بلکہ اپنی شہرت، نام ونمود، مختلف انعامات اور ایوارڈ حاصل کرنا، اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، دوسروں پر کیچڑ اچھالنا وغیرہ وغیرہ پیشِ نظر ہوتا ہے (الا ماشاءاللہ)

یہی وجہ ہے کہ ان اجتماعات میں شریک ہوکر اور بار بار یہ عمل کرنے کے باوجود زندگی میں عملی طور پر تبدیلی اور ترقی محسوس نہیں ہوتی اور اپنے لباس، پوشاک، وضع قطع کسی چیز میں بھی سنت کی اتباع کی توفیق نہیں ہوتی۔

اوراسی وجہ سے میراثی، گانے بجانے والے اوراہل تشیع تک میلاد کے نام کی پارٹیاں نکالتے ہیں اوررات دن گناہوں میں مصروف رہنے والے مفت میں اپنے آپ کو عاشقانِ رسول، محبانِ رسول، دیوانانِ رسول، غلامانِ رسول وغیرہ جیسے القاب دے بیٹھتے ہیں، یہ بہت سستے نسخے ہیں کہ عمل کچھ نہ کرنا پڑے بلکہ ساری زندگی اللہ اوراس کے رسول کے احکامات کے خلاف گزر جائے اور مفت میں جنتی بن جائیں۔

بہرحال نیتوں کے فاسد ہونے کی خرابی بھی اس رسم کوانجام دینے میں شامل ہے۔

(۶)......غیروں کے ساتھ تشبہ

علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یومِ پیدائش منانے کا یہ تصور مسلمانوں میں عیسائیوں سے آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش کرسمس کے نام سے ۲۵/ دسمبر کومنایا جاتا ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، آپ کے حواریین اور صحابۂ کرام میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کردی، اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش منائیں گے۔

اس وقت بھی جو لوگ دینِ عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یومِ پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں ہے، بس ہم اس دن جمع ہوجائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے۔ ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے، اوراس کے ذریعہ سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کررہے ہیں۔ چنانچہ یہ کہہ کر یہ سلسلہ شروع کردیا۔

چنانچہ شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب ۲۵ ؍دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کردیتے۔

اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا۔ گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔
لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرادیتے ہیں، مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے لئے دل کش ہو۔
اور اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا ہے، اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناچ گانا بھی اس میں شامل ہو گیا، پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہو گئے۔
چنانچہ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناچ گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جوا اس میں، گویا کہ اب دنیا بھر کی ساری خرافات کرسمس میں شامل ہو گئیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔
اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے۔ تو اس میں کیا طوفان برپا ہوتا ہے (ماخوذ از ''اصلاحی خطبات'' ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴، ''عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟'' بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ کرسمس)

اس کے علاوہ اس عمل میں رافضیوں کے ساتھ بھی تشبہ پایا جاتا ہے، کہ وہ یومِ حسین کے نام سے جلسے جلوس نکالتے ہیں، اور غیروں کے ساتھ تشبہ منع ہے۔
حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم (ابوداؤد) [1]

[1] حديث نمبر ۴۰۳۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۵۱۱۵.
قلت أخرجه أبو داؤد بسند حسن (فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب لبس جبة الصوف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

اورحضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيُسَ مِنَّا مَنُ تَشَبَّهَ بِغَيُرِنَا (ترمذی) [۱]

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں (ترجمہ ختم)

(۷)......میلادُالنبی کا جلوس اور سڑکوں کا ناجائز استعمال

میلادُالنبی کے ان جلوسوں کا گزر عام طور پر سڑکوں اور شارعِ عام سے ہوتا ہے جگہ جگہ نعت خوانی اور مقابلہ آرائی کی وجہ سے یہ جلوس وقفہ وقفہ سے روانہ ہورہا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آنے جانے والی سواریوں اور مسافروں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بعض لوگوں کے نظام میں شدید خرابی اور گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے، مسافروں، مریضوں اور مختلف ضرورت مندوں کو اپنی منزل تک پہنچنا دشوار ہوجاتا ہے۔

سیرت النبی اور میلادالنبی کے نام پر سڑک میں رکاوٹ ڈال کر دور کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى المسند والسنن أنه قال " :من تشبه بقوم فهو منهم (جامع الرسائل لابنِ تيميه، الجزء الثانى، الفرق بين السفر الطويل والقصير، ومجموع الفتاوىٰ ج۲۵ ص ۳۳۱)

وأيضا مما هو صريح فى الدلالة ما روى أبو داود فى سننه حدثنا عثمان بن أبى شيبة حدثنا أبو النضر يعنى هاشم بن القاسم حدثنا عبد الرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطية عن أبى منيب الجرشى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم وهذا إسناد جيد فإن ابن أبى شيبة وأبا النضر وحسان بن عطية ثقات مشاهير أجلاء من رجال الصحيحين وهم أجل من أن يحتاجوا إلى أن يقال هم من رجال الصحيحين(اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم لابنِ تيميه، ج ۱ ص۲۶۸، ۲۶۹،دار عالم الكتب، بيروت، لبنان)

[۱] حديث نمبر ۲۶۹۵، كتاب الاستئذان والآداب،باب ما جاء فى كراهية إشارة اليد بالسلام، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

خاص طور پر آج کی مصروف زندگی میں اگر کسی شخص کو اپنے مطلوبہ مقصد تک پہنچنے میں چند منٹ کی بھی تاخیر ہوجائے تو بعض اوقات نا قابلِ تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے، کسی مریض کو ہسپتال پہنچانا ہو یا کسی بیمار کے لئے دوا لے جانی ہو، یا کوئی مسافر بس اڈے، ریلوے اسٹیشن یا ہوائی اڈے پہنچنا چاہتا ہو اور اس سیرت النبی کے مبارک عنوان والے جلسے جلوس کی وجہ سے اسے پانچ یا دس منٹ کی تاخیر ہوجائے تو کہنے کو یہ دس پانچ منٹ کی تاخیر ہے لیکن اس تھوڑی سی تاخیر کی وجہ سے بیمار دنیا سے رخصت ہوسکتا ہے، مسافر وقت مقررہ پر اپنی منزل تک پہنچنے سے بالکل محروم بھی ہوسکتا ہے، اور اسی طرح سے بہت سے اجتماعی یا انفرادی پروگراموں کا نظام درہم برہم ہوسکتا ہے، دنیوی نقصان کے علاوہ بہت سے دینی نقصان بھی پہنچ سکتے ہیں، ہمیں نہ ان کا نام معلوم ہے اور نہ پتہ معلوم ہے اور نہ ہی نقصان کی تفصیلات کا علم ہے لہٰذا اگر اس گناہ کی تلافی بھی کرنا چاہیں تو بظاہر اس کا راستہ اختیار میں نہیں۔

ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوں کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (مسلم) [۱]

کہ مسلمان تو دراصل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (پاؤں وغیرہ) سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔

اور دوسری طرف ہماری بے حسی کا یہ عالم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام ہی کے نام پر دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کیا ہوا ہو، خدارا اپنے اس فیصلہ پر نظرِ ثانی فرمایئے۔

(۸)......روضہ اور بیتُ اللہ کی شبیہ اور نازیبا حرکات

کچھ عرصہ سے بعض شہروں میں عید میلاد النبی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر

[۱] حدیث نمبر ۶۴، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الإسلام وأی أموره أفضل، دار إحیاء التراث العربی -بیروت، واللفظ لهٗ، بخاری حدیث نمبر ۹۔

اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں۔لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ''بیت اللہ'' کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔**فیااسفاہ !**

''جشنِ عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجئے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقع پر تعزیہ، عَــلَــمُ، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حسین رضی اللہ عنہ اور آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا، وہی ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا۔

انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟

افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی انہوں نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔

پھر اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے، جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوانگ میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آجاتا ہے تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضہ مُقدس اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی؟ اور پھر روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ دینا کیا ان کی توہین نہیں؟

آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی، نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے۔اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائقِ تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔اوراسے بادشاہ سے بغاوت پر محمول کیا جاتا ہے۔

لیکن آج روضۂ اطہراور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہورہے ہیں۔جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں۔

اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نوایجاد ''بدعت'' کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔روضۂ اطہر کی شبیہ پر درودوسلام پیش کیا جاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے، گویا مسلمانوں کو حج وعمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں، ان لوگوں نے گلی محلوں میں روضے اور بیت اللہ بنادیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اورطواف بھی ہوتا ہے۔ہمارے ائمہ اہلِ سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟

اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل کر جمع ہوتے اورحاجیوں کی طرح سارا دن دعاوتضرع، گریہ وزاری اورتوبہ واستغفار میں گزارتے۔

اس رسم کا نام ''تعریف''، یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہوجاتا تو کم ازکم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ واستغفار کی توفیق ہوجایا کرتی۔

مگر ہمارے علمائے اہلِ سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطافرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اورفرمایا:

وَالتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَيْئٍ.

یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

لِأَنَّ الْوُقُوْفَ لَمَّا كَانَ عِبَادَةً مَخْصُوْصَةً بِمَكَانٍ لَمْ يَجُزْ فِعْلُهُ إِلَّا فِيْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ كَالطَّوَافِ وَغَيْرِهٖ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الطَّوَافُ حَوْلَ سَائِرِ الْبُيُوْتِ تَشَبُّهًا بِالطَّوَافِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ اھ(البحر الرائق) [1]

ترجمہ: چونکہ وقوفِ عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طوافِ کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں (ترجمہ ختم)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

امسال ''عید میلاد النبی'' کے نام سے کراچی میں ظلم و جہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے گئے ہیں کہ ان کے اوران کے انجام کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا گیا اور وہاں کے تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلاد النبی اس طرح منائی گئی کہ لاؤڈ اسپیکر لگا کر بلند آواز سے شب و روز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہا۔ بہت سے سنیماؤں نے ''عید میلاد النبی کی خوشی میں'' سینکڑوں بلب لگا کر ان اخلاق سوز اور برہنہ تصویروں کو اور نمایاں کر دیا جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی برملا دعوت دیتی ہیں اور ان ہی مقامات پر انسانیت کش تصویروں کے سائے میں شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضۂ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کر دی گئیں۔ قدم قدم پر روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کی شبیہیں بنا کر کھڑی کی گئیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے تھے اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر ''خیر و برکت'' حاصل کر رہی

---

[1] ج ۲ ص ۱۷۶، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، دار الکتاب الاسلامی، بیروت.

تھیں اور ظاہر ہے کہ جب پورے محلّہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی، چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع رہا جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی (عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ ص ۳۶۶، ۳۶۷)

(۹)......فضول خرچی اور اسراف

میلا د النبی کی اس رسم کو انجام دینے کی خاطر فضول خرچی اور اسراف کا بھی بہت مظاہرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ بجلی کا بے دریغ استعمال کر کے اپنے گھروں اور دوسرے مقامات پر ضرورت سے زیادہ روشنی اور لائٹنگ کا انتظام کرتے ہیں، جبکہ بجلی ایک ضرورت کی چیز ہے جس کو بوقتِ ضرورت استعمال کرنا چاہئے، بلاضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف اور فضول خرچی میں داخل ہے، اور بے جا سجاوٹ اور نمائش میں بھی رقم کا بے جا استعمال کیا جاتا ہے، راستوں اور گذرگاہوں پر مختلف اشتہار اور بینرز آویزاں کئے جاتے ہیں اور عید میلا د النبی کا جلوس گزرنے کے لئے بڑے بڑے دروازے اور گیٹ بنائے جاتے ہیں اور عید میلا د النبی کے جلوس اور نعت خوانی کی تقریبات انجام دینے کے لئے جگہ جگہ اسٹیج تیار کرائے جاتے ہیں اور ان پر لاؤڈ اسپیکر اور بڑے بڑے ڈیک لگا کر صبح سویرے سے ہی مختلف قسم کی نعتیں، قوالیاں اور موسیقی پر مشتمل مختلف قسم کے نغمے سنائے جاتے ہیں، ملک بھر میں ہر سال ان چیزوں پر لاکھوں، کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے، جبکہ مال کو اس طرح کے بے جا کاموں میں اڑانا اور خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ قرآن وسنت کی رُو سے حرام ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا (سورہ

بنی اسرائیل آیت ۲۷ پ ۱۵)

ترجمہ: بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَلَاتُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورہ انعام آیت ۱۴۱ پ ۸)

ترجمہ: اور بے جا خرچ نہ کرو، بلاشبہ وہ (اللہ تعالیٰ) پسند نہیں کرتا بے جا خرچ کرنے والوں کو (ترجمہ ختم)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورہ اعراف آیت ۳۱ پ ۸)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) پسند نہیں کرتا بے جا خرچ کرنے والوں کو (ترجمہ ختم)

نیز ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (سورہ فرقان آیت ۶۷ پ ۱۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ (رحمٰن کے خاص بندے) جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا اس (کمی زیادتی) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں) (ترجمہ ختم)

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ تبذیر اس طرح کے خرچ کو کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنا بالکل بھی جائز نہیں، اور اسراف اتنی زیادہ مقدار میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں، جو کہ جائز نہیں۔ [1]

---

[1] قوله الإسراف هو صرف الشيء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي بخلاف التبذير فإنه صرف الشيء فيما لا ينبغي (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الوضوء ،باب ما جاء فى الوضوء) والسرف صرف الشء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي. والتبذير صرفه فيما لا ينبغي. ذكره جمع (فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، تحت حديث رقم ۱۰، حرف الهمزة، المكتبة التجارية الكبرى -مصر)

معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمت کو بے جا خرچ کرنا اللہ کی ناشکری ہے جو شیطان کے بہکانے سے واقع ہوتی ہے۔

فضول خرچی کرنے والوں کو جو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، مفسرینِ کرام نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فضول خرچی کا گناہ کرنے والے شیاطین کی طرح صفات میں ان کے مشابہ اور ہم مثل ہیں، اوران کی بُری صفات میں فضول خرچی بھی داخل ہے۔

یا یہ کہ فضول خرچی کا گناہ کرنے والے ان گناہوں میں شیاطین کے دوست اور تابعدار ہیں۔

یا یہ کہ فضول خرچی کرنے والے جہنم میں شیاطین کے ہمراہ اوران کے ساتھی ہوں گے (العیاذ باللہ) [1]

بہرحال جو مطلب بھی لیں اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا غلط اور بے موقع و بے محل استعمال بلاشبہ گناہ اور شیطانی فعل ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے اور جو گناہ ہو چکا اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ أَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ (ترمذی) [2]

ترجمہ: قیامت کے دن بندہ کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے، جب تک اس سے عمر کے بارے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ اور

---

[1] إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين تعليل للنهي عن التبذير ببيان أنه يجعل صاحبه ملزوزا في قرن الشياطين والإخوان جمع أخ والمراد به المماثل مجازا أي أنهم مماثلون لهم في صفات السوء التي من جملتها التبذير أو الصديق والتابع مجازا أيضا أي أنهم أصدقاؤهم وأتباعهم فيما ذكر من التبذير والصرف في المعاصي فإنهم كانوا ينحرون الإبل ويتياسرون عليها ويبذرون أموالهم في السمعة وسائر ما لا خير فيه من المناهي والملاهي أو القرين كما سبق أيضا أي أنهم قرناؤهم في النار على سبيل الوعيد (تفسيرروح المعاني،سوره بني اسرائيل آيت ۲۷)

[2] حديث نمبر ۲۴۱۷، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، باب في القيامة،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي -مصر.

قال الترمذي:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ وَأَبُو بَرْزَةَ اسْمُهُ نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْدٍ.

علم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے علم کا کیا کیا؟ اوراس کے مال کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اوراس کے جسم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس کو کس چیز میں کھپایا (ترجمہ ختم)

فضول مال اڑانے والے سوچ لیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ اگر یہی رقم غریبوں، مسکینوں، ناداروں، دینی مدرسوں اور دوسرے دین کے کاموں پر خرچ کی جائے تو کتنے تنگدست گھرانے خوشحال ہوجائیں، بیمار تندرست ہوجائیں، روزی کے محتاج برسرروزگار ہوجائیں، جاہل علم کی دولت سے بہرہ ور ہوجائیں، دین کی خدمت کرنے والوں کے سامان کا انتظام ہوجائے، جس کے نتیجہ میں مظلوم مسلمان ظلم وستم، جہالت وبددینی سے نجات حاصل کرلیں۔

فضول خرچی کے علاوہ اس میں مزید درجِ ذیل خرابیاں بھی ہیں۔ مثلاً:

(۱)......اس رسم میں ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ اپنے مخصوص اوقات میں (مثلاً دیوالی اور اپنے مذہبی پیشواؤں وغیرہ کے دن منانے کے موقعہ پر) ضرورت سے زیادہ روشنیوں اور اس طرح کی چیزوں کا انتظام کرتے ہیں اور غیر مسلموں کی مشابہت ناجائز ہے۔

(۲)......بعض جگہ سرکاری یا غیر سرکاری چوری کی بجلی سے یہ رسم پوری کی جاتی ہے اور یہ مستقل گناہ ہے۔

(۳)...... عام طور پر اس سے مقصد اپنا نام اونچا کرنا اور شہرت ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں پر اپنے آپ کو اونچا دکھانا مقصد ہوتا ہے اور اس غرض کے لئے کوئی کام کرنا گناہ ہے۔

(۴)......سب سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ سیرتُ النبی اور دین کے نام پر ہوتا ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور دین کی طرف نسبت کر کے گناہ کرنا کتنی بڑی جراءت کی بات ہے۔

(۵)......بعض جگہ اس غرض کے لئے باقاعدہ چندہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس غرض کے لئے چندہ کرنا اور لوگوں سے پیسے مانگنا جائز نہیں۔ اور بطورِ خود اس رسم میں تعاون کرنا بھی جائز نہیں پھر

چندہ میں بھی خوشدلی کا لحاظ نہیں ہوتا (تفصیل پیچھے گزر چکی)

(۹)......ایک گناہ یہ ہے کہ اس عمل کو ثواب سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ گناہ ہے اس کو ثواب سمجھنا دھرا جرم ہے۔

(۱۰)......میلا دالنبی اور نمازوں کا ضیاع

پہلے بات صرف جلسوں کی حد تک محدود تھی کہ سیرتِ طیبہ کا جلسہ ہورہا ہے، اس میں شریعت کی چاہے جتنی خلاف ورزی ہورہی ہو، کسی کو پرواہ نہیں۔

لیکن اب تو بات اور آگے بڑھ گئی ہے چنانچہ دیکھنے میں اور سننے میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے جلسے کے انتظامات ہورہے ہیں۔ اوران انتظامات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں، کسی شخص کو نماز کا ہوش نہیں، پھر رات گئے تک تقریریں اور نعت خوانیاں ہورہی ہیں۔ اور صبح فجر کی نماز جارہی ہے۔ بلکہ دن بھر کی نمازوں کا ہوش نہیں۔

جب کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ تھا کہ جس شخص کی ایک عصر کی نماز فوت ہوجائے تو وہ شخص ایسا ہے جیسے اس کے تمام مال اور تمام اہل وعیال کو کوئی شخص لوٹ کرلے گیا۔ اتنا عظیم نقصان ہے، لیکن سیرتِ طیبہ کے جلسے اوراس کے انتظامات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں اور کوئی فکر نہیں، اس لئے کہ ہم تو ایک مقدس کام میں لگے ہوئے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی جو تاکید بیان فرمائی تھی وہ نگاہوں سے اوجھل ہے (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۱۸۴ بتغیر)

(۱۱)......میلا دُالنبی اور بے پردگی وبدنظری

آج کل میلا دالنبی کے جلسے اور جلوسوں میں مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی بہت سی جگہ شریک ہوتی ہیں یا چھتوں وغیرہ سے جلسے جلوسوں کا معائنہ کرتی ہیں اور بعض اوقات مردوں کے ساتھ اختلاط کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں پردہ کی سخت تاکید کی گئی ہے اوراجنبی مردوں اور عورتوں کوایک دوسرے سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لہٰذا اس رسم میں بے پردگی اور بے حیائی وبدنظری کا گناہ بھی لازم آتا ہے۔

(۱۲)......میلا دُ النبی کے نام کا چندہ

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی میلا دالنبی کے نام پر مختلف چندے جمع کرنے کا اہتمام شروع ہوجاتا ہے، گلی گلی، گھر گھر اور دوکانوں میں جا کر دستک دی جاتی ہے کہ میلا دالنبی کے نام کا چندہ دیا جائے، راہ گیروں اور چلتی گاڑیوں کو روک کر بادلِ نخواستہ چندہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے، بلکہ علاقہ کے بااثر لوگوں (مثلاً کونسلروں، چوہدریوں وغیرہ) کو ساتھ رکھا جاتا ہے تاکہ ان کی شخصیت سے متأثر ہوکر خواہی نخواہی چندہ کی رقم زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاسکے۔

اوراس چندہ کی رقم کا نہ کوئی حساب ہوتا ہے نہ کتاب اور نہ ہی کسی اصول کا کوئی پابند ہوتا ہے کہ یہ چندہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں، یا تو چندہ جمع کرنے والے ہی اپنی جیبوں میں بھر لیتے ہیں۔ یا پھر فضول خرچیوں اور گناہوں میں خرچ کر کے نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں۔

غرضیکہ یہ چندہ شرعاً اور عقلاً غلط ہے۔

اولاً تو بلاضرورت کسی سے مانگنا اور سوال کرنا شرعاً جائز نہیں احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور بلاضرورتِ شدیدہ سوال کرنے کو سخت ناپسند اور عزت وحرمت کے خلاف قرار دیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مروّجہ عید میلا دالنبی کے نام پر ہونے والے جلسے جلوسوں کا منعقد کرنا ضروری تو درکنار الٹا گناہوں کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا اس کے لئے چندہ مانگنا بھی گناہ ہے۔

دوسرے مسلمان کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال حاصل کرنا حلال نہیں۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهِ وَذٰلِكَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ (مسند أحمد) [۱]

---

[۱] حديث نمبر ۲۳۶۰۵، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال الهيثمي:

رواه أحمد والبزار ورجال الجميع رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ج۴ ص ۱۷۱، باب الغصب وحرمة مال المسلم، مكتبة القدسي، قاهرة)

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی بھی بغیر اس کی خوشدلی کے لے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال کے احترام کو سختی کے ساتھ لازم کردیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهِ (دارقطنی) [1]

ترجمہ: کسی مسلمان کا مال اس کی خوشدلی کے بغیر حلال نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو خطبہ دیا، اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِنْ مَالِ أَخِيْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ مِنْ طِيْبِ نَفْسٍ (السنن الکبری للبیهقی) [2]

ترجمہ: کسی شخص کے لئے اس کے مسلمان بھائی کا کوئی بھی مال حلال نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے خوشدلی سے دیا ہو (ترجمہ ختم)

(۱۳)...... میلادُ النبی اور موسیقی

عید میلادُ النبی یا جشن میلادُ النبی کے نام سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں لوگ اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے ساز باجے اور موسیقی کے ناپاک اور شیطانی عمل کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے، فحش گانوں کے لہجہ اور انداز میں نعت خوانی کے ساتھ قوالی وغیرہ کے عنوان سے موسیقی کے آلات بھی استعمال ہونا شروع ہوگئے ہیں، ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو گانے اور موسیقی سے سختی کے ساتھ منع فرمائیں، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر منعقد ہونے والی مجلسوں میں موسیقی کو جگہ دے کر آپ کے حکم کی کھلی مخالفت کی

---

[1] حدیث نمبر ۲۸۸۵، کتاب البیوع، مؤسسة الرسالة، بیروت -لبنان.

[2] حدیث نمبر ۱۱۵۲۴، کتاب الغصب، باب لا یملک أحد بالجنایة شیئا جنی علیه إلا أن یشاء هو والمالک، دار الکتب العلمیة، بیروت -لبنان.

جائے، بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ موسیقی کو روح کی غذا قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورة لقمان آيت ۶)

ترجمہ: اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس کا مذاق بنائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں ''لہو الحدیث'' (یعنی کھیل کی باتوں) سے مراد گانے بجانے کے آلات ہیں، کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام اور مفسرینِ کرام سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِی تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِی مِثْلِ هَذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِی لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ)إِلَى آخِرِ الْآيَةِ(ترمذی) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۳۱۹۵، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة لقمان،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٔ،المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۷۶۵۰،وحديث نمبر ۷۷۶۳،مسند احمد حديث نمبر ۲۲۲۸۰.

قَالَ الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيثِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ وَالْقَاسِمُ ثِقَةٌ وَعَلِیُّ بْنُ يَزِيدَ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيثِ قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ.

وقال الالبانی بعد البحث الطويل:

و بقی الحديث على ضعفه ، إلا ما يتعلق منه بنزول الآية فی الغناء ، للشواهد الصحيحة المذكورة عن ابن مسعود و غيره ، فإنها فی حكم المرفوع عند الحاكم و غيره ، لاسيما و قد حلف ابن مسعود ثلاث مرات على نزولها فی الغناء ، و قد صححه ابن القيم فی "إغاثة اللهفان(۱/۲۴۰)عن ابن عباس و ابن مسعود ، ثم تتابعت الآثار بذلک عن التابعين وغيرهم ، و منهم الحسن البصری ، فقد جزم بأنها نزلت فی الغناء و المزامير .كماأخرجه ابن أبی حاتم عنه كما فی "الدر المنثور "(۱۵۹/۵)(السلسلة الصحيحة ، تحت حديث رقم ۲۹۲۲)

ترجمہ: تم گانے والی (عورتوں اور چیزوں) کی خرید وفروخت نہ کرو، اور ان کو گانا بھی نہ سکھاؤ، اور ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی جیسی چیزوں کے بارے میں سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ)إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

(ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْقَيْنَةَ , وَبَيْعَهَا ,وَثَمَنَهَا وَتَعْلِيمَهَا ,وَالِاسْتِمَاعَ إِلَيْهَا ثُمَّ قَرَأَ ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيثِ''(ذم الملاهی لابنِ ابی الدنیا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گانے والی (عورت اور آلات) کو حرام کیا ہے، اس کے بیچنے کو بھی، اور اس کی قیمت کو بھی، اور اس کو گانا سکھانے کو بھی، اور اس کا گانا سننے کو بھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ (ترجمہ ختم)

پہلے زمانے میں گانا صرف انسان کی زبان سے ہوتا تھا، اور آج گانے کو مختلف چیزوں (مثلاً کیسٹ، سی ڈی وغیرہ تمام الیکٹرونک آلات) میں ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، جن چیزوں میں گانا ریکارڈ کرلیا جائے، وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں، اور ان کی خرید وفروخت اور ان سے گانا سننا گناہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ لقمان کی مذکورہ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] حديث نمبر ۲۵،ص ۳۹،مكتبة ابن تيمية، القاهرة -مصر.

[2] حديث نمبر ۳۵۴۲،كتاب التفسير،دار الكتب العلمية -بيروت، واللفظ لهٗ، شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۴۷۴۳، مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۲۱۵۳۷.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

وقال الذهبى فى التلخيص :صحيح

ترجمہ: قسم اللہ کی وہ (یعنی لہوالحدیث) گانا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس، اور حضرت مجاہد، اور حضرت عکرمہ وغیرہ سے بھی مذکورہ آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ [1]

اور حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ

(بخاری) [2]

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی کو (خوشنما تعبیروں سے، جیسے آرٹ، کلچر، ثقافت وغیرہ) حلال کرلیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

---

[1] حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ مِقْسَمٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : الْغِنَاءُ وَشِرَاءُ الْمُغَنِّيَةِ.
حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، قَالَ :هُوَ الْغِنَاءُ ، وَالْغِنَاءُ مِنْهُ ، وَالِاسْتِمَاعُ إِلَيْهِ.
حَدَّثنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ إسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ شُعَيْبٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، قَالَ هُوَ الْغِنَاءُ.
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، قَالَ :سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ :هُوَ الْغِنَاءُ.
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، قَالَ :هُوَ الْغِنَاءُ.
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ حَبِيبٍ ، قَالَ :هُوَ الْغِنَاءُ.
حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :هُوَ الْغِنَاءُ وَنَحْوُهُ.
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ ، قَالَ إبْرَاهِيمُ :الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ ، قَالَ :وَقَالَ مُجَاهِدٌ :(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ) هو الْغِنَاءُ(مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب البیوع والاقضیة، باب فِی هذِهِ الآيةِ ومِن النّاسِ من يشترِی لهو الحدِيثِ)

[2] حدیث نمبر ۵۵۹۰، کتاب الأشربة، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه، دارطوق النجاة، بیروت.

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَیَبِیْتَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِیْ عَلٰی أَشَرٍ وَبَطَرٍ وَلَعِبٍ وَلَھْوٍ، فَیُصْبِحُوْا قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ بِاسْتِحْلَالِھِمُ الْمَحَارِمَ، وَاتِّخَاذِھِمُ الْقَیْنَاتِ، وَشُرْبِھِمُ الْخَمْرَ، وَأَکْلِھِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِھِمُ الْحَرِیْرَ(مسند أحمد)[1]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، میری امت میں سے کچھ لوگ تکبر اور اتراہٹ اور لہو ولعب کے ساتھ رات گزاریں گے، پس صبح ہونے تک وہ بندر وخنزیر بنا دیئے جائیں گے، حرام چیزوں کو حلال سمجھنے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتوں اور چیزوں) کو اختیار کرنے کی وجہ سے، اور شراب کے پینے کی وجہ سے، اور سود کے کھانے کی وجہ سے، اور ریشم کے پہننے کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

جو لوگ نعوذ باللہ تعالیٰ موسیقی کو روح کی غذا قرار دے رہے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے نام پر اس کو کارِ خیر سمجھ کر اختیار کر رہے ہیں، وہ بھی اس حدیث کی مذکورہ وعید میں داخل ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یُمْسَخُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ ، قِیْلَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَیَشْھَدُوْنَ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ، وَیَصُوْمُوْنَ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قِیْلَ :فَمَا بَالُھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ :یَتَّخِذُوْنَ الْمَعَازِفَ وَالْقَیْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ، وَیَشْرَبُوْنَ الْأَشْرِبَۃَ، فَبَاتُوْا عَلٰی شُرْبِھِمْ وَلَھْوِھِمْ، فَأَصْبَحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ(حلیۃ الأولیاء لأبی نُعیم الأصبھانی)[2]

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل سے مسخ کر دیا جائے گا، کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ لوگ اللہ کی توحید اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں گے، اور روزے رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] حدیث نمبر ۲۲۷۹۰،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

حسن لغیرہ(صحیح الترغیب والترھیب للالبانی، کتاب الحدود وغیرھا، الترغیب فی الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر والترھیب من ترکھما والمداھنۃ فیھما)

[2] ج۳ص۱۱۹، ۱۲۰،دارالکتاب العربی، بیروت،واللفظ لہٗ؛ ذم الملاھی، حدیث نمبر ۸.

قال ابونعیم: کذا رواہ حسان عن أبی ھریرۃ مرسلاً .ورواہ غیرہ عن الحسن، عن أبی ھریرۃ متصلاً

کہ جی ہاں۔

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اُن کے کیا اعمال ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اختیار کریں گے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) رکھیں گے، اور ڈھول، اور دَف رکھیں گے، اور شرابیں پییں گے، تو وہ شراب پی کر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے، پھر اس حال میں صبح کریں گے کہ ان کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کر دیا گیا ہوگا (ترجمہ ختم)

موسیقی کو جائز بلکہ ثواب سمجھنے والے سوچ لیں کہ وہ اللہ کی پکڑ میں نہ آ جائیں، اور بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ نہ کر دیے جائیں۔ [1]

اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيَشُرَبَنَّ نَاسٌ مِنُ أُمَّتِيُ الُخَمُرَ يُسَمُّوُنَهَا بِغَيُرِ اسُمِهَا يُضُرَبُ عَلٰى رُءُ وُسِهِمُ بِالُمَعَازِفِ وَالُقَيُنَاتِ يَخُسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الُأَرُضَ وَيَجُعَلُ مِنُهُمُ الُقِرَدَةَ وَالُخَنَازِيُرَ (التاريخ الكبير للبخارى) [2]

---

[1] (ليشرين أناس من أمتى الخمر يسمونها بغير اسمها ويضرب على رؤوسهم بالمعازف) أى الدفوف ونحوها (والقينات) أى الإماء المغنيات (يخسف الله بهم الأرض ويجعل منهم القردة والخنازير) وفيه وعيد شديد على من يتحيل فى تحليل ما يحرم بتغيير اسمه وأن الحكم يدور مع العلة فى تحريم الخمر وهى الإسكار فمهما وجد الإسكار وجد التحريم ولولم يستمر الاسم قال ابن العربى :هو أصل فى أن الأحكام إنما تتعلق بمعانى الأسماء لا بإلقائها ردا على من جمد على اللفظ قال ابن القيم :فيه تحريم آلة اللهو فإنه قد توعد مستحل المعازف بأنه يخسف به الأرض ويمسخهم قردة وخنازير وإن كان الوعيد على جميع الأفعال ولكل واحد قسط من الذم والوعيد -. (ه حب طب هب عنه) أى عن أبى مالك الأشعرى قال ابن القيم :إسناده صحيح(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ٧٧٠٦)

[2] ج ا ص ٣٠٥،دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد -الدكن،واللفظ لهٗ،ابنِ ماجة حديث نمبر ٤٠١٠، كتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الايمان حديث نمبر ٥٢٢٧، مصنف ابنِ ابى شيبة حديث نمبر ٢٤٢٢٧، المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ٣٣٤٢، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ٦٧٥٨.

قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات غير مالك هذا فإنه لا يعرف إلا برواية حاتم عنه فهو مجهول ولذلك قال الحافظ فيه " :مقبول "أى عند المتابعة (تحريم آلات الطرب للألبانى ،ص٤٥)

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پیئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے، اور گانے والی گانے گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے، اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ بندر اور خنزیر بنا دیں گے (ترجمہ ختم)

معازف عربی زبان میں گانے بجانے کے تمام آلات کو کہا جاتا ہے، جس میں ڈھول، بانسری وغیرہ سب داخل ہیں۔

اس حدیث سے تمام آلاتِ موسیقی کا حرام ہونا ظاہر ہوا۔ ؎۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يُمْسَخُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ قِرَدَةً ,وَطَائِفَةٌ خَنَازِيْرَ ,وَيُخْسَفُ بِطَائِفَةٍ وَيُرْسَلُ عَلٰى طَائِفَةٍ الرِّيْحُ الْعَقِيْمُ بِأَنَّهُمْ شَرِبُوا الْخَمْرَ ,وَلَبِسُوا الْحَرِيْرَ ,وَاتَّخَذُوا الْقِيَانَ ,وَضَرَبُوْا بِالدُّفُوْفِ (ذم الملاهی لابن ابی الدنیا) ؎۲

؎۱ والمعازف وقوله يستحلون قال بن العربي يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلك حلالا ويحتمل أن يكون ذلك مجازا على الاسترسال أي يسترسلون في شربها كالاسترسال في الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلك قوله والمعازف بالعين المهملة والزاي بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزاي وهي آلات الملاهي ونقل القرطبي عن الجوهري أن المعازف الغناء والذي في صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهي وفي حواشي الدمياطي المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع في رواية مالك بن أبي مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح الباری -لابن حجر،باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

المعازف ، هي الدفوف وغيرها مما يضرب (به) كما في "النهاية "

وفي "القاموس : "هي الملاهي كالعود والطنبور الواحد (عزف) أو (معزف) كمنبر ومكنسة و (العازف) : اللاعب بها والمغني ولذلك قال ابن القيم في "الإغاثة : "وهي آلات اللهو كلها لا خلاف بين أهل اللغة في ذلك وأوضح منه قول الذهبي في "السير "(۲۱/۱۵۸) (المعازف) : اسم لكل آلات الملاهي التي يعزف بها كالمزمار والطنبور والشبابة والصنوج ونحوه في كتابه "تكرة الحفاظ "(۲/۱۳۳۷)(تحريم آلات الطرب،للألبانی، صفحة ۷۹)

؎۲ حديث نمبر ۶ ،ص۲۸ ، مكتبة ابن تيمية، القاهرة -مصر.

كنز العمال جلد۱۵ ، صفحه ۲۲۳ ، عن ابن ابی الدنيا فی ذم الملاهی وابو الشيخ فی الفتن.

ترجمہ: میری امت کے ایک گروہ کو بندر بنا دیا جائے گا اور ایک گروہ کو خنزیر، اور ایک گروہ کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور ایک گروہ پر نامبارک آندھی بھیجی جائے گی، اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوگا کہ وہ لوگ شرابیں پئیں گے، اور ریشم پہنیں گے، اور گانے بجانے والی عورتیں رکھیں گے، اور طبلے ڈھول بجائیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَکُوْنُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قِیْلَ وَمَتٰی ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَ الْقَیَّانِ وَالْمَعَازِفُ وَاسْتَحَلَّتِ الْخُمُوْرَ (مسند عبد بن حمید) [1]

ترجمہ: اس امت میں دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ کیے جانے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ فرمایا: جب گانے بجانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلات (موسیقی) کی کثرت ہو جائے گی، اور شرابوں کو حلال سمجھا جانے لگے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

یَبِیْتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰی طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَیُصْبِحُوْنَ قَدْ مُسِخُوْا خَنَازِیْرَ، وَلَیُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِیْهَا وَفِیْ دُوْرٍ فِیْهَا، حَتّٰی یُصْبِحُوْا فَیَقُوْلُوْا خُسِفَ اللَّیْلَةَ بِبَنِیْ فُلَانٍ خُسِفَ اللَّیْلَةَ بِدَارِ بَنِیْ فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَیْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلٰی قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَیْهِمُ الرِّیْحُ الْعَقِیْمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسَفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِیْرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَیْنَاتِ، وَقَطِیْعَتِهِمُ الرَّحِمَ قَالَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرٰی فَنَسِیْتُهَا (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] جلد ۲ صفحہ ۳۸، حدیث نمبر ۴۵۴.

[2] حدیث نمبر ۸۵۷۲ کتاب الفتن والملاحم، دار الکتب العلمیة -بیروت؛ مسند ابوداؤد الطیالسی، حدیث نمبر ۱۲۲۰.

قال الحاکم: "هَذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ لِجَعْفَرٍ، فَأَمَّا فَرْقَدٌ فَإِنَّهُمَا لَمْ یُخْرِجَاهُ

تعلیق الذهبی فی التخلیص: صحیح.

ترجمہ: میری امت میں سے کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو (گانے بجانے کے مشغلہ) پر رات گزاریں گے، پھر صبح ہونے پر مسخ کر کے خنزیر بنا دیے جائیں گے، اور کچھ قبیلوں اور گھرانوں کو ان کے گھروں سمیت زمین میں دھنسا دیا جائے گا، جب لوگ صبح کریں گے، تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو فلاں قبیلہ کو، فلاں گھرانے کو، گھروں سمیت دھنسا دیا، اور ان پر تیز آندھی اور پتھر پھینکے جائیں گے، جیسا کہ قومِ لوط پر پھینکے گئے، اور ان پر تیز وتند طوفان بھیجا جائے گا، جو ان کو تہس نہس کر دے گا، جس طرح پہلے لوگوں کو کیا گیا تھا، ان کے شراب پینے کی وجہ سے اور سود کھانے کی وجہ سے اور رشوت لینے کی وجہ سے اور ریشم پہننے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اختیار کرنے کی وجہ سے، اور ان کے قطع رحمی کرنے کی وجہ سے، اور اس کے علاوہ بھی بعض خصلتیں ذکر کیں، جو مجھے یاد نہیں رہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ :مِزْمَارٌ عِنْدَ نَعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ(مسند البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آوازیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، ایک خوشی کے وقت بانسری کی آواز، اور دوسرے مصیبت کے وقت نوحے کی آواز (ترجمہ ختم)

ملعون ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ باعثِ لعنت ہیں، جس سے بانسری اور باجے کا حرام وناجائز ہونا معلوم ہوا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ لَهْوٍ وَلَعِبٍ

---

[1] حديث نمبر ۷۵۱۳، مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة.

قال الهيثمي:

رواه البزار ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج۳ص۱۳، باب في النوح، مكتبة القدسي، قاهرة)

وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ لَطْمِ وُجُوهٍ وَشَقِّ جُيُوبٍ

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے دو احمق اور فاجر (گناہ والی) آوازوں سے منع کیا ہے، ایک نغمہ کے وقت لہو ولعب کی اور شیطانی بانسریوں سے، اور مصیبت کے وقت کی آواز سے اپنے چہرے کو پیٹنے سے، اور اپنے کپڑے پھاڑنے سے (ترجمہ ختم)

اور حضرت نافع سے روایت ہے:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ، فَسَمِعَ صَوْتَ مِزْمَارٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ، وَتَنَحّٰى حَيْثُ لَا يَسْمَعُ، وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصْنَعُ إِذَا سَمِعَ مِثْلَ هٰذَا (شعب الإيمان للبيهقي) [2]

ترجمہ: میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی، تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لئے اور اس وقت تک جھکے رہے، جب تک اس کی آواز نہ سنائی دیتی رہی، اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، جبکہ اس جیسی آواز سنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۶۸۲۵، كتاب معرفة الصحابة، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابى شيبة حديث نمبر ۱۲۲۵۱، كتاب الجنائز، من رخص فى البكاء على الميت، شرح معانى الآثار حديث نمبر ۶۹۷۵، سنن البيهقي حديث نمبر ۷۴۰۲، مسند عبدبن حميد حديث نمبر ۱۰۰۸، شرح السنة للبغوى، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت وما رخص فيه من إرسال الدمع.

قال الالباني:

سكت عليه الحاكم و الذهبى، و رجال إسناده ثقات، إلا أن ابن أبى ليلى سيىء الحفظ، فمثله يستشهد به و يعتضد. و فى الحديث تحريم آلات الطرب لأن المزمار هو الآلة التى يزمر بها (السلسلة الصحيحة تحت حديث رقم ۴۲۷)

[2] حديث نمبر ۴۷۶۰، فَصْلٌ وَمَا يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَحْفَظَ لِسَانَهٗ، عَنِ الْغِنَاءِ، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

قال البيهقي:

"تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، فَرُوِّينَا مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، وَالْمُطْعِمِ بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ نافِعٍ (حواله بالا)

اورایک روایت میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ، وَعَدَلَ رَاحِلَتَهُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَهُوَ يَقُوْلُ :يَا نَافِعُ أَتَسْمَعُ ؟، فَأَقُوْلُ :نَعَمْ، فَيَمْضِيْ حَتّٰى، قُلْتُ :لَا فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَأَعَادَ رَاحِلَتَهُ إِلَى الطَّرِيْقِ، وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی، تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھ لیا، اور اپنی سواری کو راستے سے ہٹا لیا (آواز سے دور ہونے کی غرض سے راستے سے ہٹ کر چلتے رہے) اور یہ کہتے رہے کہ اے نافع کیا آپ کو آواز آ رہی ہے، میں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے یہ عمل برابر جاری رکھا، یہاں تک کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی، تو آپ نے اپنے ہاتھ ہٹائے، اور اپنی سواری کو راستے پر واپس لے آئے، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سننے کے وقت اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا (ترجمہ ختم)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں صحابۂ کرام تو ایک بانسری کی آواز آنے پر بھی کان بند فرما لیا کرتے تھے، اور آج آپ کے نام لیوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی کتنے موسیقی کے آلات استعمال کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوْبَةَ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند أحمد) [2]

---

[1] حديث نمبر ۴۵۳۵، مؤسسة الرسالة، بيروت .
حديث، حسن (حاشية مسند احمد)

[2] حديث نمبر ۲۶۲۵ ،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، ابوداؤد حديث نمبر ۳۶۹۸.
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر شراب کو، اور جوے کو، اور طبلے کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : إِنَّ رَبِّيْ حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ . وَالْكُوْبَةُ اَلطَّبْلُ (السنن الكبرى للبيهقى) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ لوگ اس وقت مسجد میں تھے، اور فرمایا کہ بے شک میرے رب نے میرے اوپر شراب کو اور جوئے کو اور کوبہ کو حرام کیا ہے، اور کوبہ سے مراد طبلہ ہے (ترجمہ ختم)

طبلہ گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، جب یہ بھی حرام ہے تو دوسرے گانے بجانے کے آلات کیونکر جائز ہوں گے؟ [۲]

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبْعٍ، وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ، أَلَا إِنَّ مِنْهُنَّ : اَلنَّوْحَ، وَالْغِنَاءَ، وَالتَّصَاوِيْرَ، وَالشِّعْرَ، وَالذَّهَبَ، وَجُلُوْدَ السِّبَاعِ، وَالتَّبَرُّجَ ,وَالْحَرِيْرَ (مسند أبي يعلى الموصلي) [۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، خبردار ہو جاؤ، ان میں سے ایک چیز نوحہ ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک شعر ہے، اور ایک (مرد کو) سونا (پہننا) ہے، اور ایک

---

[۱] حديث نمبر ۲۰۹۹۴، باب :ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمزامير ونحوها، دار الكتب العلمية، بيروت.

[۲] وأما الطنبور فهو بضم الطاء والموحدة بينهما نون ساكنة آلة من آلات الملاهي معروفة وقد تفتح طاؤه (فتح الباري -لابن حجر، باب هل تكسر الدنان التي فيها خمر أو تخرق الزقاق)

[۳] حديث نمبر ۷۳۷۴، ج۱۳ ص ۳۶۴، دار المأمون للتراث -دمشق، واللفظ لهٗ، مسند الشاميين للطبراني حديث نمبر ۱۳۹۲.

درندے کی کھال ہے، اور ایک (زمانۂ جاہلیت کی طرح) عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے، اور ایک (مرد کو) ریشم (کا پہننا) ہے (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۱]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ (صحيح مسلم) [۲]

ترجمہ: گھنٹی شیطان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ واقعہ مروی ہے:

إِذْ دُخِلَ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوْا جَلاجِلَهَا وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُوْلُ لا تَدْخُلُ الْمَلائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ (سنن أبی داوٗد) [۳]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بچی لائی گئی، جس نے آواز والے گھنگھرو پہنے ہوئے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ اسے میرے پاس نہ لاؤ، جب تک کہ

---

[۱] عَنْ كَيْسَانَ، مَوْلَى مُعَاوِيَةَ، قَالَ :خَطَبَ مُعَاوِيَةُ النَّاسَ، فَقَالَ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ تِسْعٍ، وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ :النَّوْحُ، وَالشِّعْرُ، وَالتَّبَرُّجُ، وَالتَّصَاوِيرُ، وَجُلُودُ السِّبَاعِ، وَالْغِنَاءُ، وَالذَّهَبُ، وَالْخَزُّ، وَالْحَرِيرُ ."(المعجم الكبير، حديث نمبر ١٦٢٤١)

عَنْ كَيْسَانَ، مَوْلَى مُعَاوِيَةَ، قَالَ :خَطَبَنَا مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ تِسْعٍ، وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ، أَلا إِنَّ مِنْهُنَّ:النَّوْحُ، وَالْغِنَاءُ، وَالتَّصَاوِيرُ، وَالشِّعْرُ، وَالذَّهَبُ، وَالْخَزُّ، وَالسُّرُوجُ، وَالْحَرِيرُ ."(المعجم الكبير حديث نمبر ٨٧٨، مكتبة ابن تيمية ، القاهرة)

قال الهيثمی:

قلت رواه النسائی باختصار رواه الطبرانی باسنادين رجال أحدهما ثقات(مجمع الزوائد، ج٨ص١٢٠، مكتبة القدسی، قاهرة)

[۲] حديث نمبر ٢١١٤، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة الكلب والجرس فی السفر، دار إحياء التراث العربی -بيروت.

[۳] حديث نمبر ٤٢٣١، كتاب الخاتم، باب ما جاء فی الجلاجل، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت.

اس کے گھنگھرو نہ کاٹ دو، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں گھنٹی ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

اَلْغِنَاء ُ یُنبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ (ابوداؤد مرفوعاً) [۱]

ترجمہ: گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اگر اس حدیث کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد قرار دیا جائے، تب بھی یہ مرفوع حدیث (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد) کا درجہ رکھتا ہے۔ [۲]

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بسندِ ضعیف اسی طرح کی حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مروی ہے۔ [۳]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ (السنن الکبری للبیہقی) [۴]

ترجمہ: دَف حرام ہے، اور گانے بجانے کے آلات (موسیقی) حرام ہیں، اور طبلہ حرام

---

[۱] حدیث نمبر ۴۹۲۷، کتاب الادب، باب کراھیة الغناء والزمر، المکتبة العصریة، صیدا - بیروت، شعب الایمان، حدیث نمبر ۴۷۴۴؛ تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، حدیث نمبر ۵۸۷، موقوفاً.

[۲] وقال العراقی :رفعه غیر صحیح لأن فی إسناده من لم یسم وفیه إشارة إلی أن وقفه علی ابن مسعود صحیح وهو فی حکم المرفوع إذ مثله لا یقال من قبل الرای (روح المعانی، سورة الحج، جزء۲، صفحه ۶۸)

[۳] عَنْ أَبِی الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " : الْغِنَاء ُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ، كَمَا یُنْبِتُ الْمَاء ُ الزَّرْعَ "(شعب الإیمان، حدیث نمبر ۴۷۴۶)

[۴] حدیث نمبر ۲۱۰۰۰، باب :ما جاء فی ذم الملاهی من المعازف والمزامیر ونحوها، دار الکتب العلمیة، بیروت.

قلت :و هذا إسناد صحیح إن کان (أبو هاشم الکوفی) هو (أبو هاشم السنجاری) المسمی (سعدا) فإنه جزری کعبد الکریم وذکروا أنه روی عنه لکن لم أر من ذکر أنه کوفی وفی "ثقات ابن حبان "(۴/۲۹۶) أنه سکن دمشق والله أعلم(تحریم آلات الطرب، للألبانی، صفحه ۹۲)

ہے، اور بانسری حرام ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک تقریب کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے:

فَمَرَّتْ عَائِشَةُ فِي الْبَيْتِ فَرَأَتْهُ يَتَغَنّٰى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهُ طَرَبًا وَكَانَ ذَا شَعْرٍ كَثِيرٍ .فَقَالَتْ :أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوْهُ أَخْرِجُوْ (الادب المفرد للبخاری) [1]

ترجمہ: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں گزریں، تو اس آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا ہے، اور اپنے سر کو مستی کے ساتھ حرکت دے رہا ہے، اور اس کے بڑے بڑے بال تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُف، یہ شیطان ہے، اسے باہر نکالو، باہر نکالو (ترجمہ ختم)

آج بھی قوال اور گویئے بڑے بال رکھتے ہیں، اور اپنے سر کو مستی سے ہلاتے ہیں، جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق شیطان ہیں۔

حضرت شریح فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لاَ يَدْخُلُونَ بَيْتًا فِيهِ دُفٌّ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں دَف ہو (ترجمہ ختم)

حضرت سوید سے بھی یہی مروی ہے۔ [3]

اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يَسْتَقْبِلُونَ الْجَوَارِيَ فِي الْأَزِقَّةِ مَعَهُنَّ الدُّفُوفُ

---

[1] حدیث نمبر ۱۲۴۷ ص ۴۰۸، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الریاض.

قال الالبانی:

قلت :و إسناده محتمل للتحسین ، رجاله ثقات ، غیر أم علقمة هذه و اسمها مرجانة وثقها العجلی و ابن حبان ، و روی عنها ثقتان (السلسلة الصحیحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۷۲۲)

[2] حدیث نمبر ۲۶۹۹۳، باب من کرہ الدّفّ.

[3] عَن سُفْيَانَ ، عَن عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ :قَالَ لِي خَيْثَمَةُ :أَمَّا سَمِعْتَ سُوَيْدًا يَقُولُ : لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيهِ دُفٌّ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۲۶۹۹۴، باب من کرہ الدّفّ)

فَيَشُقُّوْنَهَا (مُصنف ابن أبى شيبة) ؎۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو (آتے جاتے ہوئے) راستوں میں (چھوٹی) بچیوں کا سامنا ہوتا تھا، جن کے ساتھ دَفیں (طبلے وڈھولکیاں) ہوا کرتی تھیں، تو وہ اُن کو پھاڑ دیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک مکتوب میں یہ تحریر کیا کہ:

فَكَيْفَ يَنْجُوْ مَنْ كَثُرَتْ خُصَمَاؤُهٗ وَإِظْهَارُكَ الْمَعَازِفَ وَالْمِزْمَارَ بِدْعَةٌ فِي الْإِسْلَامِ (سنن النسائى) ؎۲

ترجمہ: پس اس شخص کی کیسے نجات ہوگی، جس کے ساتھ جھگڑا کرنے والوں کی کثرت ہو، اور تمہارا گانے بجانے اور بانسریوں کا اظہار کرنا بھی اسلام میں بدعت ہے، (ترجمہ ختم)

ملحوظ رہنا چاہئے کہ مندرجہ بالا احادیث میں واضح طور پر گانے بجانے کے آلات کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر خالی گانے بجانے کے آلات کو بھی استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ گانے والے کسی انسان کی آواز شامل نہ ہوتب بھی یہ ناجائز وحرام ہے۔

نیز گانے بجانے کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔ ؎۳

البتہ بعض روایات سے نکاح کے موقع پر دف کے ذریعے سے اعلان کی اجازت ملتی ہے۔ ؎۴

؎۱ حديث نمبر ۲۶۹۹۵، باب من كرِه الدّف، واللفظ لهٗ؛ تهذيب الآثار للطبرى، حديث نمبر ۱۶۳۷، وحديث نمبر ۱۶۳۸.

؎۲ حديث نمبر ۴۱۳۵، كتاب قسم الفيئ، مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب.

؎۳ وفى شرح السنة اتفقوا على تحريم المزامير والملاهى والمعازف وكان الذى سمع ابن عمر صفارة الرعاة (مرقاة، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

فذهب أبو حنيفة ومالك وأحمد وعكرمة والشعبى والنخعى وحماد والثورى وجماعة من أهل الكوفة إلى تحريم الغناء وذهب آخرون إلى كراهته نقل ذلك عن ابن عباس ونص عليه الشافعى وجماعة من أصحابه وحكى ذلك عن مالك وأحمد (عمدة القارى، كتاب فضائل المدينة، باب بعد باب كراهية النبى أن تعرى المدينة)

؎۴ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَرَامِ وَالْحَلَالِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ (ترمذى، بَاب مَا جَاءَ فِي إِعْلَانِ النِّكَاحِ، حديث نمبر ۱۰۸۸)

لیکن اوّل تو گانے بجانے کے آلات کے ناجائز اور ڈھول اور دَف کے گانے بجانے کے آلات میں داخل ہونے اور خود دَف کے ناجائز ہونے پر احادیث وروایات موجود ہیں، اور جائز وناجائز میں تعارض ہونے کی صورت میں ناجائز کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے۔ [1]

دوسرے دَف کے جائز ہونے کے سلسلہ میں بعض روایات ضعیف بھی ہیں۔

اور آخری درجے میں اگر دَف کا جائز ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے تو وہ بھی کئی شرائط کے ساتھ مقید تھا، مثلاً: ایک شرط یہ تھی کہ دفّ سادی ہو، اس کے ساتھ گھنگھرو اور گانے بجانے کا کوئی دوسرا آلہ استعمال نہ ہو (جیسا کہ پہلے زمانے میں سادہ دَفیں ہوا کرتی تھیں، اور آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے)

اور دوسری شرط یہ تھی کہ دفّ بجانے کا انداز سادہ ہو یعنی اس میں کوئی خاص طرز اور دھن نہ لگائی جائے (جیسا کہ مشّاق لوگ خاص طرز اور دھن کے ساتھ بجاتے ہیں) بلکہ بغیر کسی طرز کے اس کو چند مرتبہ بجالیا جائے، جس کو پیٹنا اور مارنا کہا جاتا ہے۔

اور اس کا نکاح وغیرہ کے موقع پر جائز ہونا بھی خواتین کے ساتھ مخصوص تھا، اور اس سے مقصود بھی (نکاح وغیرہ کا) اعلان تھا، نہ کہ بذاتِ خود اس کی آواز کا سننا سنانا یا لطف اندوز ہونا۔

اور آج کل پہلے زمانے کے مقابلے میں اعلان وشہرت کے دوسرے بے شمار جائز ذرائع موجود ہیں۔

اور جب اس سے مقصود اعلان تھا تو یہ بھی ضروری تھا کہ جتنی مقدار سے اعلان ہو جائے، اُس پر اکتفاء کیا جائے، نہ یہ کہ نکاح وغیرہ کے اعلان وعنوان سے گھنٹوں تک دَف اور ڈھول بجایا جائے۔

اور چوتھی شرط یہ تھی کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر (حمد ونعت وغیرہ) شامل نہ ہو۔

اور ایک اہم شرط یہ بھی تھی کہ یہ کسی ناجائز چیز کا ذریعہ نہ بنے۔

اور آج کل چونکہ گانے بجانے کا استعمال اور جہالت عام ہے اور مذکورہ بالا شرائط کی رعایت بھی

---

[1] ملحوظ رہے کہ دَف اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کے صرف ایک طرف بجانے کی جگہ ہوتی ہے، اور ڈھول اُسے کہا جاتا ہے جو دونوں طرف سے بجایا جاتا ہے۔

عام طور پر نہیں ہے، اس لئے موجودہ حالات میں محققین نے اس کو مطلقاً ممنوع قرار دیدیا ہے، کیونکہ جب کسی مباح وجائز بلکہ مستحب عمل میں بھی مفاسد پیدا ہوجائیں، تو وہ عمل جائز ومستحب سے نکل کر ناجائز زمرے میں داخل ہوجاتا ہے (ملاحظہ ہو ''امداد الفتاویٰ'' ج ۲ ص ۲۷۹، ''اسلام اور موسیقی'' ص ۲۱۵ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) ۱؎

۱؎ گویا کہ بعض حضرات کے نزدیک مندرجہ بالا شرائط کے پائے جانے کی صورت میں دَف کا بقدرِ ضرورت استعمال آلاتِ موسیقی سے خارج تھا، اور شرائط کی خلاف ورزی کی صورت میں آلاتِ موسیقی میں شامل تھا۔

قال الفقيه أبو الليث رحمه الله :الدف الذى يضرب فى زماننا هذا مع الصنجات والخلاخلات ينبغى أن يكون مكروهاً، وإنما الخلاف فى الذى كان يضرب فى الزمن المتقدم (المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثانى والثلاثون فى المتفرقات)

فَإِنْ قِيْلَ :الدف فى النكاح جائز بالحديث المعروف .فنقول :ذكر الفقيه أبو الليث السمرقندى فى "بستانه "هى كناية عن إعلان النكاح ولم يرو ضرب الدف نفسها (نصاب الاحتساب، الْبَابُ الستون فى الاحتساب على البدع فى الأنكحة، جزء ١، ص ٣٨٩)

المراد به الدف الذى كان فى زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغى أن يكون مكروها بالاتفاق (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح)

وَعَنْ الْحَسَنِ لَا بَأْسَ بِالدُّفِّ فِي الْعُرُسِ لِيَشْتَهِرَ .وَفِي السِّرَاجِيَّةِ هَذَا إذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَلَاجِلُ وَلَمْ يُضْرَبْ عَلَى هَيْئَةِ التَّطَرُّبِ اهـ. (رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة)

(قوله ضرب الدف فيه) جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما فى البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح فى النكاح وما فى معناه من حادث سرور .قال :وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء (رد المحتار، كتاب الشهادات)

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُونَ لَيْلَةَ الْعُرُسِ دُفٌّ يُضْرَبُ بِهِ لِيُعْلَنَ بِهِ النِّكَاحَ (رد المحتار، كتاب الاجارة، باب مَطْلَبٌ فِي الِاسْتِئْجَارِ عَلَى الطَّاعَاتِ)

وَيحل ضرب الدُّف فِي الْعرس لإعلان النِّكَاح وَضرب الطبل فِي الْحَج والغزاة للإعلام لَا للهو (تحفة الملوك لزين الدين أبو عبد الله محمد بن أبى بكر بن عبد القادر الحنفى الرازى، جزء ١، صفحه ٢٣٨)

(قوله وكره كل لهو) أى كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زى الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وإن سمع بغتة يكون معذورا ويجب أن يجتهد أن لا يسمع قهستانى (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع)ضرب الدف حال الذكر فمن أقبح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال موسیقی اور گانے بجانے کے آلات کا استعمال ویسے ہی گناہ ہے، اور ذکر ونعت کے وقت اس طرح کے آلات کو استعمال کرنا اور بھی سنگین گناہ ہے۔

(۱۴)......نعتِ رسول اور اس کی شرائط کی خلاف ورزی

میلادُ النبی کے موقع پر نعت شریف کے خوبصورت عنوان سے اس قسم کے اشعار پڑھے جاتے ہیں کہ جو شرعی حدود میں نہیں آتے، اور اسی وجہ سے نعوذ باللہ تعالیٰ ان کو گانوں کے طرز پر پڑھا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

القبيح والله ولى دينه وناصر نبيه(مرقاة، كتاب المناقب، باب مناقب عمر رضى اللهٔعنه)

كَرِهَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ التَّغْبِيرَ وَنَهَى عَنْ اسْتِمَاعِهِ وَقَالَ بِدْعَةٌ وَمُحْدَثٌ .وَنَقَلَ أَبُو دَاوُد لَا يُعْجِبُنِى .وَنَقَلَ يُوسُفُ لَا يَسْتَمِعُهُ ، قِيلَ هُوَ بِدْعَةٌ ؟ قَالَ حَسْبُك .وَفِى الْمُسْتَوْعِبِ مَنَعَ إطْلَاقَ اسْمِ الْبِدْعَةِ عَلَيْهِ وَمِنْ تَحْرِيمِهِ لِأَنَّهُ شِعْرٌ مُلَحَّنٌ كَالْحُدَاءِ وَالْحَدْوِ لِلْإِبِلِ وَنَحْوِهِ . الْحَدْوُ سَوْقُ الْإِبِلِ وَالْغِنَاءُ لَهَا .وَقَدْ حَدَوْت الْإِبِلَ حَدْوًا وَاحِدًا بِمَعْنًى وَاحِدٍ إذَا سَاقَهَا وَزَجَرَهَا كَمَا فِى الْقَامُوسِ وَفِيهِ أَيْضًا الْمُغَبِّرُونَ قَوْمٌ يُغَبِّرُونَ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى أَيْ يُهَلِّلُونَ وَيُرَدِّدُونَ الصَّوْتَ بِالْقِرَاءَةِ وَغَيْرِهَا ، سُمُّوا بِهَا لِأَنَّهُمْ يُرَغِّبُونَ النَّاسَ فِى الْغَابِرَةِ أَيْ الْبَاقِيَةِ .انْتَهَى .وَقَالَ الصَّغَانِيُّ فِى كِتَابِ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ :الْمُغَبِّرَةُ قَوْمٌ يُغَبِّرُونَ وَيَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِدُعَاءٍ وَتَضَرُّعٍ كَمَا قَالَ :عِبَادُك الْمُغَبِّرَةُ رُشَّ عَلَيْنَا الْمَغْفِرَةُ .وَقَدْ سَمَّوْا مَا يُطْرِبُونَ فِيهِ مِنْ الشِّعْرِ تَغْبِيرًا لِأَنَّهُمْ إذَا تَنَاشَدُوهُ بِالْأَلْحَانِ طَرِبُوا فَرَقَصُوا وَأَهْزَجُوا فَسُمُّوا الْمُغَبِّرَةَ لِهَذَا الْمَعْنَى .وَقَالَ ابْنُ دُرَيْدٍ :التَّغْبِيرُ تَهْلِيلٌ أَوْ تَرْدِيدُ صَوْتٍ يُرَدَّدُ بِقِرَاءَةٍ أَوْ غَيْرِهَا .قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :أَرَى الزَّنَادِقَةَ وَضَعُوا هَذَا التَّغْبِيرَ لِيَصُدُّوا النَّاسَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ .وَقَالَ الزَّجَّاجُ :مُغَبِّرِينَ لِتَزْهِيدِهِمْ النَّاسَ فِى الْفَانِيَةِ وَهِيَ الدُّنْيَا وَتَرْغِيبِهِمْ إيَّاهُمْ فِى الْآخِرَةِ وَهِيَ الْغَابِرَةُ الْبَاقِيَةُ .انْتَهَى .(غذاء الألباب فى شرح منظومة الآداب مَطْلَبٌ :فِى حُكْمِ الْمُطْرِبِ كَالطُّنْبُورِ وَالْعُودِ)

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْحَرَّانِي :سَمِعْت الشَّافِعِيَّ يَقُولُ :خَلَّفْت بِبَغْدَادَ شَيْئًا أَحْدَثَتْهُ الزَّنَادِقَةُ يُسَمُّونَهُ التَّغْبِيرَ يَصُدُّونَ بِهِ النَّاسَ عَنْ الْقُرْآنِ وَهَذَا مِنْ كَمَالِ مَعْرِفَةِ الشَّافِعِيِّ وَعِلْمِهِ بِالدِّينِ فَإِنَّ الْقَلْبَ إذَا تَعَوَّدَ سَمَاعَ الْقَصَائِدِ وَالْأَبْيَاتِ وَالْتَذَّ بِهَا حَصَلَ لَهُ نُفُورٌ عَنْ سَمَاعِ الْقُرْآنِ وَالْآيَاتِ فَيَسْتَغْنِى بِسَمَاعِ الشَّيْطَانِ عَنْ سَمَاعِ الرَّحْمَنِ (مجموع الفتاوى لأ بن تيمية، ج ١١ ص ٥٣٢)

وأما السماع المحدث، سماع الكف والدف والقصب، فلم تكن الصحابة والتابعون لهم بإحسان وسائر الأكابر من أئمة الدين يجعلون هذا طريقًا إلى الله تبارك وتعالى، ولا يعدونه من القرب والطاعات، / بل يعدونه من البدع المذمومة(المفصل فى شرح آية الولاء والبراء لابن نايف الشحود، ج ا ص ١٩٦)

جاتا ہے۔

اولاً تو نعت کی نسبت ایسی ہستی اور شخصیت کی طرف ہے کہ جن کے ساتھ ہمیں صرف محبت ہی کا تعلق نہیں ہے، بلکہ عظمت واحترام کا بھی تعلق ہے، اس لئے نعت میں کوئی ایسا طرز اختیار کرنا کہ جس کی وجہ سے خدانخواستہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی بے احترامی یا دنیوی عشق ومعاشقے کا عنصر شامل ہو جائے، یہ سخت خطرناک ہے۔

دوسرے شعروشاعری میں اس قسم کے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے شریعت نے شعروشاعری کو پسند نہیں کیا، اور اس کے لئے حدود قائم کر دی ہیں، اور اسی لئے جب اشعار ان شرعی حدود میں ہوں، تو نہ صرف یہ کہ وہ جائز ہیں، بلکہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ بھی ہیں۔

جس کی کچھ تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الشعراء آیت ۲۲۴ تا ۲۲۷)

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شعروشاعری کے نتیجہ میں انسان کے بھٹکنے کا خدشہ رہتا ہے، مگر ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے اس سے حفاظت رہتی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

---

[1] (والشعراء يَتَّبِعُهُمُ الغاوون) فى شعرهم فيقولون به ويروونه عنهم فهم مذمومون . (أَلَمْ تَرَ) تعلم (أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ) من أودية الكلام وفنونه (يَهِيمُونَ) يمضون فيجاوزون الحدّ مدحا وهجاءً . (وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ) فعلنا (مَا لا يَفْعَلُونَ) أى يكذبون . (إِلَّا الذين ءامَنُواْ وَعَمِلُواْ الصالحات) من الشعراء (وَذَكَرُواْ الله كَثِيراً) أى لم يشغلهم الشعر عن الذكر (تفسير الجلالين، تحت سورة الشعراء آيت ۲۲۴ تا ۲۲۷)

لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّـهٗ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری) [1]

ترجمہ: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ (پَس) سے بھر جائے، یہ بہتر ہے، اس سے کہ شعر سے بھر جائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، جس کو وہ دیکھ رہا ہو، اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پیٹ بھرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [3]

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّـهٗ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (مسلم) [4]

ترجمہ: اس درمیان کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرج وادی میں چل رہے تھے، کہ ایک شاعر سامنے آیا، جو شعر پڑھ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو پکڑو، یا شیطان کو روکو، آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ بہتر ہے

---

[1] حديث نمبر ۶۱۵۴، كتاب الادب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر، دارطوق النجاة، بيروت.

[2] حديث نمبر ۶۱۵۵، كتاب الادب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِءَ شِعْرًا .(مسلم، حديث نمبر ۲۲۵۸)

[4] حديث نمبر ۵۹۲۲، كتاب الشعر، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

اس سے کہ شعر سے پیٹ بھرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابونوفل بن ابی عقرب فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ، هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتَسَامَعُ عِنْدَهُ الشِّعْرُ ؟ قَالَتْ كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيثِ إِلَيْهِ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر سنے سنائے جاتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شعر سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھے (ترجمہ ختم)

دوسری طرف بعض شعروں کو حکمت پر بھی مبنی اور اچھا قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شعر حکمت پر مبنی ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ (دارقطنی) [3]

---

[1] حديث نمبر ۲۵۰۲۰، مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح ، رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

[2] حديث نمبر ۶۱۴۵، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] حديث نمبر ۴۳۰۶، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسند ابى يعلىٰ حديث نمبر ۴۷۶۳، سنن البيهقى حديث نمبر ۲۱۶۴۳، الكامل لابنِ عدى ج۴ص ۲۷۸.

قال البيهقى:

وَصَلَهُ جَمَاعَةٌ وَالصَّحِيحُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- مُرْسَلٌ (حواله بالا)

وقال الهيثمى:

رواه أبو يعلى وفيه عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وثقه دحيم وجماعة وضعفه ابن معين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہو تو اچھا ہے، اور برا ہو تو برا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ بِمَنْزِلَۃِ الْکَلَامِ حَسَنُہٗ کَحَسَنِ الْکَلَامِ وَقَبِیْحُہٗ کَقَبِیْحِ الْکَلَامِ (دارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو تو برے کلام کی طرح ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شعر اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مضمون اور مفہوم بغیر نظم (نعت) کے نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغیرہ ، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج٨ص ١٢٢ ،باب الشعر فى الكلام، مكتبة القدسى، قاهرة)

وقال الالبانى:

قلت :إذا لم يكن له علة غير ابن ثوبان هذا فهو حسن الإسناد(السلسلة الصحيحة للالبانى، تحت حديث رقم ٤٤٦)

[1] حديث نمبر ٤٣٠٨،كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ،الأدب المفرد للبخارى، حديث نمبر ٨٩٥، المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ١٤٨٨ ، المعجم الاوسط للطبرانى حديث نمبر ٧٦٩٦.

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الاوسط وقال لا يروى عن النبى صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن .(مجمع الزوائد ج٨ص ١٢٢ ،باب الشعر فى الكلام، مكتبة القدسى، قاهرة)

وقال الالبانى:

له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة (السلسلة الصحيحة للالبانى، تحت حديث رقم ٤٤٦)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب چلے ہم رات میں جارہے تھے کہ ایک شخص نے عامر سے کہا کہ اے عامر تم ہمیں اپنے اشعار کیوں نہیں سناتے، اور عامر ایک شاعر آدمی تھے، یہ سن کر وہ نیچے اترے اور اس طرح شعر پڑھنے لگے کہ:

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: اے اللہ اگر آپ کا فضل نہ ہوتا، تو ہم ہدایت پر نہ ہوتے۔

اور نہ صدقہ دینے کی توفیق ہوتی اور نہ نماز پڑھنے کی۔

ہماری مغفرت فرما، ہم تادمِ حیات آپ پر قربان۔

اور ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ۔

اور ہمارے اوپر سکینہ نازل فرما۔

جب ہمیں کفر کی طرف بلایا جائے گا تو ہم انکار کردیں گے۔

اور کافر غل مچا کر ہمارے خلاف اتر آئے ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شعر خوان کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ عامر بن اکوع۔ آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے (ترجمہ ختم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ اشعار علم وحکمت پر مبنی تھے، اور ان میں جہاد کا شوق دلانا پایا جاتا تھا، جس کے لئے یہ سفر ہو رہا تھا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] حدیث نمبر ۴۱۹۶، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، دارطوق النجاۃ، بیروت۔

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ (بخاری) [1]

ترجمہ: سب سے زیادہ سچا کلمہ جو شاعر نے کہا ہے، لبید کا یہ کلمہ ہے:

خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (ترجمہ ختم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید پر مشتمل شعر کو سچا قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ جس شعر میں سچائی اور صداقت ہو، اور وہ توحید ورسالت اور شریعت کے اصولوں پر ہو، وہ جائز ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عقیدت وعظمت، محبت اور حسن وجمال کی وہ لطیف کیفیات جو انسان کے دل ودماغ کے اندر ہوتی ہیں، اور ان کا اصل تعلق احساس وادراک اور کیفیات سے ہوتا ہے، بعض اوقات ان کی تعبیر صحیح طرح الفاظ میں کرنا مشکل ہوتا ہے۔

شعر اس تعبیر کو مؤثر بنانے اور کیفیات واحساسات کے قریب کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

پھر عقیدت وعظمت، محبت اور حسن وجمال کی ایک قسم تو وہ ہے، جس کا تعلق دنیا سے ہے، اور ایک وہ ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عقیدت وعظمت اور محبت کا تعلق آخرت سے ہے اور عبادت ہے۔

لہٰذا اس کا اظہار بھی اسی شان کے مطابق ہونا چاہئے۔

اور ''حمد ونعت'' چونکہ اسی عقیدت وعظمت اور محبت وجمال کے اظہار واعتراف کا ذریعہ ہے۔

اس لئے ہر دور میں یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔

لیکن ''نعت'' جتنی مقدس، جتنی پاکیزہ اور جتنی شیریں چیز ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ اتنی ہی نازک بھی ہے۔ یہ محبوبِ مجازی کی تعریف والی غزل نہیں ہے جس میں رہروِ خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے۔ یہ اس ذات گرامی کا تذکرہ ہے جس کی عظمت وتقدس کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہیں۔

لہٰذا ایک طرف تو ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے، دوسری طرف اس ذاتِ

---

[1] حدیث نمبر ۶۱۴۷، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ، دارطوق النجاۃ، بیروت۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وکمالات کا تصور الفاظ کی تنگ دامنی کا احساس دلاتا ہے اور انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہتا کہ اظہار وبیان کے جتنے اسلوب انسان کے تصرف میں ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعریف وتوصیف کے لئے کافی نہیں ہوسکتا، پس اس اعتراف عجز کے بغیر چارہ نہیں۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم — کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

اس لئے نعت کے بہت سے مضامین میں افراط وتفریط ہوجاتی ہے، اور حدود وقیود کا لحاظ نہیں رہ پاتا، اور آج کل کے کم علم وکم فہم نعت بنانے والے اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باعث ان حدود کا لحاظ نہیں کرپاتے۔

چنانچہ عام طور پر نعتوں میں اس قسم کے مضامین اور انداز اور طور وطریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو دنیوی عشق اور معاشقہ میں تو استعمال ہوتے ہیں اور قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے شایانِ شان نہیں ہوتے۔ [۱]

بہت سے نعت خوان اپنی نعت کو گانوں کی طرز پر پڑھتے ہیں اور گانوں کے انداز میں اس کی مشق کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے تو مشق کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ اپنے سامنے میوزک یا گانے کی ریکارڈنگ چلالی جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ آواز ملاکر نعت خوانی کی مشق کی جاتی ہے۔

بلکہ نعت خوانی کے ساتھ موسیقی اور میوزک کا استعمال بھی شروع ہوگیا ہے۔ حالانکہ نعت کو گانوں کے ساتھ مشابہ کرنا یا اس کے ساتھ موسیقی کا استعمال سخت بے ہودہ حرکت ہے۔

لہٰذا نعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا اور دنیوی غزل خوانی کے انداز اور دنیوی عشق ومحبت والے طور وطریقوں کو اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی کا احترام وعظمت اس

---

[۱] عام طور پر دنیا میں عشق کا لفظ نفسانی تعلق میں استعمال ہوتا ہے اس لئے بعض بزرگوں نے اللہ ورسول کے لئے اسی نقطۂ نظر سے اس لفظ کے استعمال کو پسند نہیں کیا۔

وَلا يُحفَظُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ لَفظُ الْعِشْقِ فِى حَدِيثٍ صَحِيحٍ أَلْبَتّة
(زادالمعاد ،بُطْلَانُ حَدِيثِ "مَنْ عَشِقَ فَعَفّ ج ۲ ص ۹۶)

کے بنیادی حقوق میں شامل ہے، اور دینوی عشق ومحبت کا انداز اس کے خلاف ہے۔

احادیث میں قرآن مجید کو بھی گانے کی طرز پر پڑھنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبس غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا :إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: چھ کاموں سے پہلے موت کی طرف سبقت کرو، ایک بچوں کی امارت (وحکمرانی) سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں میں رشوت سے، چوتھے خون (یعنی قتل) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں (رشتہ داروں سے) قطع رحمی سے، چھٹے ایسے لوگوں کے پیدا ہوجانے سے، جو قرآن کو موسیقی کا ذریعہ بنالیں گے، اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو آگے کریں گے جو ان میں دین کی سمجھ رکھنے والا اور افضل شخص نہیں ہوگا، وہ ان کے سامنے (قرآن مجید کو) گانے کے طور پر گائے گا (یعنی گانوں کی طرز پر قرآن مجید کی تلاوت کرے گا) (ترجمہ ختم)

جب قرآن مجید کو گانے کے طرز پر پڑھنے اور اس کو گانے کی طرح لطف اندوزی کا ذریعہ بنانے کو ناپسند کیا گیا ہے، بلکہ قیامت کی علامات میں سے قرار دیا گیا ہے، اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کو دین کی سمجھ میں کم تر قرار دیا گیا ہے، تو حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول میں بھی ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا یقیناً ناپسند اور برا ہوگا۔ [۲]

---

[۱] حدیث نمبر ۱۶۰۴۰ ،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۱۴۴۹۱، مستدرک حاکم حديث نمبر ۵۹۰۵، شرح مشكل الآثار للطحاوی، حديث نمبر ۱۳۸۹، معرفة الصحابة لابی نعيم حديث نمبر ۵۵۵۰.

حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[۲] (بادروا بالأعمال ستا) من أشراط الساعة قالوا :ما هی يا رسول الله ؟ قال :(إمارة السفهاء) بكسر الهمزة أی ولايتهم على الرقاب لما يحدث منهم من العنف والطيش والخفة جمع سفيه وهو ناقص العقل والسفه كما فی المصباح وغيره نقص العقل (وكثرة الشرط) بضم فسكون أو فتح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک نعت کا اصل موضوع ہے، اسی نے ہمیں ہمارے ہر ہر قول وفعل کے کچھ آداب بتائے ہیں، ان تمام آداب کی کما حقہٗ رعایت کے بغیر کوئی نعت نہ شریعت کے مطابق ہوسکتی ہے اور نہ یہ کوئی حقیقی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے ارشادات کی خلاف ورزی کر کے اس کی تعریف وتوصیف کی جائے۔

(۱۵)......نعت گوئی سے شہرت اور نام آوری کا مقصود ہونا

یہ بھی مدت سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ عموماً نعت خوان حضرات کے پیشِ نظر اپنی شہرت، اپنا نام اونچا کرنا اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، یا کوئی دنیوی ایوارڈ (شیلڈ، کپ یا ٹرافی وغیرہ) حاصل کرنا ہوتا ہے، اور نعت خوانی میں جس سچے جذبے اور محبت کا ہونا ضروری ہے، اس سے عموماً اس قسم کے نعت خوان خالی اور محروم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں عموماً ان کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أعوان الولاة والمراد كثرتهم بأبواب الأمراء والولاة وبكثرتهم يكثر الظلم والواحد منهم شرطي كترکي أو شرطي كجهني سمي به لأنهم أعلموا أنفسهم بعلامات يعرفون بها والشرط العلامة (وبيع الحكم) بأخذ الرشوة عليه فالمراد به هنا معناه اللغوى وهو مقابلة شيء بشيء (واستخفافا بالدم) أي بحقه بأن لا يقتص من القاتل (وقطيعة الرحم) أي القرابة بإيذائه أو عدم إحسان أو هجر وإبعاد (ونشئا يتخذون القرآن) أي قراء ته (مزامير) جمع مزمار وهو بكسر الميم آلة الزمر يتغنون به ويتمشدقون ويأتون به بنغمات مطربة وقد كثر ذلك في هذا الزمان وانتهى الأمر إلى التباهي بإخراج ألفاظ القرآن عن وضعها (يقدمون) يعني الناس الذين هم أهل ذلك الزمان (أحدهم ليغنيهم) بالقرآن بحيث يخرجون الحروف عن أوضاعها ويزيدون وينقصون لأجل موافاة الألحان وتوفر النغمات (وإن كان) أي المقدم (أقلهم فقها) إذ ليس غرضهم إلا الالتذاذ والإسماع بتلك الألحان والأوضاع.(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت حديث رقم ۳۱۲۰)

وعن حذيفة قال قال رسول الله اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها عطف تفسيرى أي بلا تكلف النغمات من المدات والسكنات في الحركات والسكنات بحكم الطبيعة الساذجة عن التكلفات وإياكم ولحون أهل العشق أي أصحاب الفسق ولحون أهل الكتابين أي أرباب الكفر من اليهود والنصارى فإن من تشبه بقوم فهو منهم قال الطيبي اللحون جمع لحن وهو التطريب وترجيع الصوت قال صاحب جامع الأصول ويشبه أن يكون ما يفعله القراء في زماننا بين يدى الوعاظ من اللحون العجمية في القرآن ما نهى عنه رسول الله وسيجيء أي سيأتي كما في نسخة بعدى قوم يرجعون بالتشديد أي يرددون بالقرآن أي يحرفونه ترجيع الغناء بالكسر والمد بمعنى النغمة(مرقاة، كتاب فضائل القرآن،باب في توابع الفضائل)

طرف سے کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔ جبکہ محبت کے سچا ہونے کی نشانی اطاعت اور فرماں برداری ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی نعت خوانی کی تیاریاں تو شروع کر دی جاتی ہیں، اور بہت سی جگہ اس غرض کے لئے اپنے اپنے علاقہ کی سطح پر باقاعدہ کئی افراد خاص کر نوعمر و نوجوان مل کر ٹولیاں اور پارٹیاں بنا لیتے ہیں اور نعت خوانی کی مشق شروع کر دیتے ہیں، روزمرہ رات گئے تک مشق جاری رہتی ہے اور اس دوران نماز روزہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

اور انتہاء یہ ہے کہ عین میلاد النبی کے موقع پر جو لوگ نعت خوانی میں مصروف ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جذبات کے عالم میں تعریف کر رہے ہوتے ہیں، عین اس وقت بھی ان لوگوں کو فرض نماز تک پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اللہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے ان کے پاس زندگی بھر میں ایک رات بھی مشکل سے دستیاب نہیں ہوتی؟ اور میلاد کے نام پر کئی کئی راتیں قربان کر دی جاتی ہیں، کیا کسی ایک صحابی کے بارے میں اس قسم کا طرزِ عمل ثابت کیا جا سکتا ہے؟

حالانکہ وہ عمل جو دنیوی اغراض اور نام ونمود کے لئے کیا جائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں اور اس بارے میں سینکڑوں قرآن وحدیث کے حوالے موجود ہیں۔

لہٰذا نعت خوانی میں سچے جذبۂ محبت کے بجائے دنیا طلبی وشہرت وغیرہ جیسی فاسد اغراض کا شامل کرنا سخت گناہ ہے۔

(۱۶)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کی صفات منسوب کرنا

آج کل عموماً میلاد خوان اپنے بیان اور اشعار ونعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے توحید کے اصولوں کی خلاف ورزی کر دیتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی صفات منسوب کر جاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ توحید ایمان کی اصل بنیاد ہے۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ ، فَقُوْلُوْا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا، بس میں تو (اللہ کا) بندہ ہوں، تو تم (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (ترجمہ ختم)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محبت کا دعویٰ کیا، لیکن چونکہ یہ محبت درحقیقت ''اطاعت'' کے عنصر سے خالی تھی، اس لئے انہوں نے مبالغہ کر کے نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''خدا کا بیٹا'' بنادیا اور ''حبِ رسول'' جو مدارِ نجات تھی، وہ اس جاہلانہ مبالغے کے نتیجے میں شرک کا ذریعہ بن گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک انجام سے پہلے ہی قدم پر آگاہ فرمادیا۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں جابجا اس طرح کی مبالغہ آمیزی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗۤ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا . لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا (سورہ نساء آیت ۱۷۱، ۱۷۲)

---

[1] حدیث نمبر ۱۶۴، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ، وحدیث نمبر ۱۵۴، وحدیث نمبر ۳۹۱، بخاری، حدیث نمبر ۶۳۲۸.

إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: اے اہل کتاب ! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسٰی ابن مریم (علیہما السلام) اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس (کی طرف) سے ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں (اس عقیدہ سے) باز آجاؤ (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو (سب کچھ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔ مسیح (علیہ السلام) اس (بات) سے ہرگز عار نہیں رکھتے کہ وہ اللہ کے بندہ ہوں اور نہ ہی مقرّب فرشتوں کو (اس سے کوئی عار ہے) اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا (ترجمہ ختم)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (سورہ مائدہ آیت ۷۷)

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ اے اہل کتاب، اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرو جو (تم سے) پہلے (خود بھی) گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (سورہ مائدہ آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اے عیسیٰ ابنِ مریم ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو، وہ عرض کریں گے : آپ پاک ہیں، میرے لئے یہ (روا) نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً آپ اسے جانتے، آپ ہر اس (بات) کو جانتے ہیں جو میرے دل میں ہے اور میں ان (باتوں) کو نہیں جانتا جو آپ کے علم میں ہیں۔ بیشک آپ ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والے ہیں (ترجمہ ختم)

لہٰذا ایسا جملہ یا شعر جس میں ''شرک'' کی آمیزش ہو، یا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کی صفات منسوب کی گئی ہوں، وہ درحقیقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی مخالفت بلکہ (معاذ اللہ) بغاوت ہے۔ [1]

لہٰذا اس قسم کے اشعار (نقل کفر کفر نہ باشد) کہ:

---

[1] لا تطرونى بضم أوله وأصله لا تطريون من الإطراء وهو المبالغة فى المدح والغلو فى الثناء كما أطرت النصارى ابن مريم أى مثل إطرائهم أياه مفهومه إن إطراء ه من غير جنس إطرائهم جائز ولله در صاحب البردة حيث قال دع ما أدعته النصارى فى نبيهم واحكم بما شئت مدحا فيه واحتكم وفى شرح السنة وذلك أن النصارى أفرطوا فى مدح عيسى عليه السلام وإطرائه بالباطل وجعلوه ولد الله تعالى فمنعهم النبى أن يطروه بالباطل قال الطيبى وفى العدول عن عيسى والمسيح إلى ابن مريم تبعيدا له عن الألوهية يعنى بالغوا فى المدح والإطراء والكذب بأن جعلوا من جنس النساء الطوامث إلاها أو ابن إله اه ولكون اليهود بالغوا فى قدح المسيح والنصارى فى مدحه قال تعالى يا أهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم غير الحق المائدة فالحق هو الوسط العدل كما بينه سبحانه بقول إنما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله النساء والمعنى أنه عبد الله ورسوله لأن كونه ابن مريم يدل على أنه عبده وابن أمته كما أشار إليه بقوله كانا يأكلان الطعام المائدة أى يبولان ويغوطان ويحتاجان إلى الأكل والشرب فلا يصلحان للألوهية ولا مناسبة لهما بالربوبية وإنما شأنهما العبودية فإنما أنا عبده أى الخاص فى مقام الاختصاص وهو فى الحقيقة أفضل مدح عند الفاضل الكامل كما قال القائل لا تدعنى إلا بيا عبدها فإنه أفضل أسمائيا ولذا ذكره الله سبحانه فى مواضع من كتابه بهذا الوصف المنيع والفضل البديع منها فى مقام الإسراء سبحان الذى أسرى بعبده الإسراء ومنها فى مقام إنزال الكتاب تبارك الذى نزل الفرقان على عبده الفرقان و الحمد لله الذى أنزل على عبده الكتاب الكهف وفيه إشارة لطيفة وبشارة شريفة أن العناية الربوبية باعتبار غاية العبودية فقولوا عبد الله ورسوله أى ليتميز به عن بقية عبيده(مرقاة، كتاب الآداب، باب المفاخرة والعصبية)

(۱) اللہ کے قبضے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟ جو کچھ ہمیں لینا ہے، لے لیں گے محمد سے

(۲) مختارِ کل ہو، مالک روز جزا ہو تم رحمت کا ہے مقام کہ خاص خدا ہو تم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا کھلم کھلا انکار ہے، اس قسم کے مشرکانہ خیالات کو محبت اور شاعرانہ خیال آفرینی کے پردے میں گوارا کر لینا درحقیقت ''نعت'' جیسی پاکیزہ ومقدس چیز کی توہین ہے جو کسی بھی صاحبِ ایمان کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہونی چاہئے۔

''مالکِ روزِ جزا'' مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ترجمہ ہے جو سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص صفت بیان کی گئی ہے، اس لفظ کا استعمال غیر اللہ کے لئے خواہ مجازی معنی میں ہو انتہائی خطرناک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسی باتوں کو بھی برداشت نہیں فرمایا جن میں شرک کا ادنیٰ شائبہ پیدا ہونے کا ذرا بھی احتمال ہو۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ایک انصاری صحابیہ ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ جس روز میرا نکاح ہوا اس سے اگلے دن آنحضرت میرے گھر تشریف لائے۔ اس وقت گھر کی کچھ بچیاں ترنم سے کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں، ان اشعار میں کچھ شہداءِ بدر کا ذکر تھا، اور کچھ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ومنقبت تھی، اشعار پڑھتے ہوئے ان بچیوں نے ایک مصرعہ یہ پڑھا:

''وَفِيْنَانَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ''

ترجمہ: اور ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو کل کے حالات سے باخبر ہیں۔

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے، اور ان سے وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کی طرف وہ علمِ غیب منسوب کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اس لئے آپ نے اس مصرعے کو بھی گوارا نہ کیا، اور ان بچیوں کو ٹوکتے ہوئے فرمایا:

لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ (بخاری) [1]

ترجمہ: تم اس طرح نہ پڑھو، اور اس سے پہلے جو پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۵۱۴۷، كتاب النكاح، دارطوق النجاة، بيروت.

اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نعت میں بھی اس قسم کی چیزیں گوارا نہیں تھیں۔ ۱؎

۱؎ یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجہ بالا واقعہ میں اولاً تو ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے والی یہ نابالغ بچیاں تھیں۔ دوسرے وہ بچیاں گانے بجانے کے فن سے واقف نہ تھیں، اوران کی حالت ایسی تھی جیسے گھروں میں چھوٹی چھوٹی بچیاں آپس میں مل کر کچھ اشعار پڑھ لیتی ہیں۔ تیسرے ان اشعار کا مضمون شہوت ابھارنے والا نہیں تھا بلکہ شجاعت اور بہادری کا جذبہ پیدا کرنے والا تھا، اور جونہی بے موقع مضمون شروع کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا (ماخوذ از ''السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ'' ص ۱۰۷، باب سوم، تالیف: حکیم الامت رحمہ اللہ، مطبوعہ: کتب خانہ اشرفیہ، دریبہ کلاں دہلی)

لہٰذا اس قسم کے واقعات سے موسیقی اور گانے بجانے کے دلدادہ لوگوں کو بطور دلیل سہارا پکڑ کر اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرنا سراسر جہالت اور گمراہی ہے۔ محمد رضوان۔

جويريات لنا بالتصغير قيل المراد بهن بنات الأنصار لا المملوكات يضربن بالدف قيل تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل قال أكمل الدين الدف بضم الدال أشهر وأفصح ويروى بالفتح أيضا وفيه دليل على جواز ضرب الدف عند النكاح والزفاف للإعلان وألحق بعضهم الختان والعيدين والقدوم من السفر ومجتمع الأحباب للسرور وقال المراد به الدف الذى كان فى زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغى أن يكون مكروها بالاتفاق ويندبن بضم الدال من الندب وهو عد خصال الميت ومحاسنه أى يقلن مرثية من قتل من آبائى وشجاعتهم فإن معوذا وأخاه قتلا يوم بدر إذ قالت إحداهن أى إحدى الجويريات وفينا نبى يعلم ما فى غد بالتنوين وقيل بإشباع الدال أى فينا نبى يخبر عن المستقبل ويقع على وفقه فقال دعى هذه أى اتركى هذه الحكاية أو القصة أو المقالة وقولى بالذى كنت تقولين وفى رواية وقولى ما كنت تقولين أى من ذكر المقتولين ونحوه وهذا دليل على جواز إنشاد شعر ليس فيه فحش وكذب وإنما منع القائلة مقولها وفينا نبى الخ لكراهة نسبة علم الغيب إليه لا يعلم الغيب إلا الله وإنما يعلم الرسول من الغيب ما أخبره أو لكراهة أن يذكر فى أثناء ضرب الدف وأثناء مرثية القتلى لعلو منصبه عن ذلك (مرقاة، كتاب النكاح ،باب إعلان النكاح)

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبِمِزْمَارِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْرِضًا بِوَجْهِهِ عَنْهُمَا مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ إلَى الْحَائِطِ .فَقَالَ : دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ) فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ بَيَانُ :أَنَّ هَذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ عَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ الِاجْتِمَاعُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا سَمَّاهُ الصِّدِّيقُ مِزْمَارَ الشَّيْطَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ الْجَوَارِيَ عَلَيْهِ مُعَلِّلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُ يَوْمُ عِيدٍ وَالصِّغَارُ يُرَخَّصُ لَهُمْ فِي اللَّعِبِ فِي الْأَعْيَادِ كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ (لِيَعْلَمَ الْمُشْرِكُونَ أَنَّ فِي دِينِنَا فُسْحَةً) " وَكَانَ لِعَائِشَةَ لُعَبٌ تَلْعَبُ بِهِنَّ وَيَجِئْنَ صَوَاحِبَاتُهَا مِنْ صِغَارِ النِّسْوَةِ يَلْعَبْنَ مَعَهَا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ الْجَارِيَتَيْنِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَمَعَ إلَى ذَلِكَ .وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ إنَّمَا يَتَعَلَّقُ بِالِاسْتِمَاعِ ؛ لَا بِمُجَرَّدِ السَّمَاعِ .كَمَا فِي الرُّؤْيَةِ فَإِنَّهُ إنَّمَا يَتَعَلَّقُ بِقَصْدِ الرُّؤْيَةِ لَا بِمَا يَحْصُلُ مِنْهَا بِغَيْرِ الِاخْتِيَارِ .وَكَذَلِكَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۷)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور دوسرے نبی کی تنقیص

میلاد خوان بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور شان بیان کرتے ہوئے اور آپ کا مبارک تذکرہ کرتے ہوئے (دوسرے نبی کے مقابلہ میں) ایسا انداز اختیار کرتے ہیں، جس سے دوسرے کسی نبی کی شان میں بے ادبی، گستاخی یا ان کی شان میں نقص لازم آجاتا ہے، جو کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بھی خلاف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فِی اسْتِمَامِ الطِّیِّبِ إِنَّمَا یُنْهَی الْمُحْرِمُ عَنْ قَصْدِ الشَّمِّ فَأَمَّا إِذَا شَمَّ مَا لَمْ یَقْصِدْهُ فَإِنَّهُ لَا شَیْءَ عَلَیْهِ . وَکَذَلِکَ فِی مُبَاشَرَةِ الْمُحَرَّمَاتِ کَالْحَوَاسِّ الْخَمْسِ :مِنْ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالشَّمِّ وَالذَّوْقِ وَاللَّمْسِ .إِنَّمَا یَتَعَلَّقُ الْأَمْرُ وَالنَّهْیُ مِنْ ذَلِکَ بِمَا لِلْعَبْدِ فِیهِ قَصْدٌ وَعَمَلٌ وَأَمَّا مَا یَحْصُلُ بِغَیْرِ اخْتِیَارِهِ فَلَا أَمْرَ فِیهِ وَلَا نَهْیَ(مجموع الفتاوی،لابن تیمیة ، ج ۱۱ ص ۵۶۴،۵۶۵)

فلم ینکر رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم علی أبی بکر تسمیته الغناء مزمار الشیطان، وأقرهما، لأنهما جاریتان غیر مکلفتین تغنیان بغناء الأعراب، الذی قیل فی یوم حرب بعاث من الشجاعة، والحرب، وکان الیوم یوم عید،وکان الیوم یوم عید، فتوسع حزب الشیطان فی ذلک إلی صوت امرأة جمیلة أجنبیة، أو صبی أمرد صوته فتنة، وصورته فتنة، یغنی بما یدعو إلی الزنی والفجور، وشرب الخمور، مع آلات اللهو التی حرمها رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم فی عدة أحادیث، کما سیأتی .مع التصفیق والرقص وتلک الهیئة المنکرة التی لا یستحلها أحد من أهل الأوثان، فضلاً عن أهل العلم والإیمان، ویحتجون بغناء جویریتین غیر مکلفتین بنشید الأعراب ونحوها فی الشجاعة ونحوها وفی یوم عید، بغیر شبابة ولا دف، ولا رقص ولا تصفیق، ویدعون المحکم الصریح، لهذا المتشابه وهذا شأن کل مبطل .نعم، نحن لا نحرم ولا نکره مثل ما کان فی بیت رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم علی ذلک الوجه، وإنما نحرم وسائر أهل العلم والإیمان السماع المخالف لذلک، وبالله التوفیق .(إغاثة اللهفان من مصاید الشیطان،الباب الثالث عشر :فی مکاید الشیطان التی یکید بها ابن آدم)

[1] چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بعض لوگ اس قسم کا مضمون بیان کرتے ہیں کہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے اور بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا مگر بیہوش نہیں ہوئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی عالَمِ دنیا میں ہوئی تھی اور عالَمِ دنیا کے قویٰ ضعیف ہیں جو تجلی الٰہی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو وہاں کے حالات دکھانے کے لئے اس عالَم کے مناسب قویٰ عنایت کردیئے گئے تھے۔ لہٰذا ایک عالَم کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کو دنیا میں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دیکھ کر بیہوش ہوگئے تھے۔ اب غور کیجئے کہ اگر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس طرح کی ترجیح اور فضیلت کو بیان کر رہا ہو اور کوئی یہودی اس کے جواب میں یہ کہے کہ ہمارا نبی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر بیہوش ہوا اور تمہارا نبی ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر بیہوش ہوگیا تو اس مسلمان کے پاس سوائے ندامت اور شرمندگی کے اس کا کیا جواب ہوگا؟

(۲) بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جارہے تھے کہ فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ سامنے دریائے نیل ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے تو گھبرائے، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ''

کہتے ہیں کہ اس کلام میں ایک نقص تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو لفظ رب پر مقدم کیا اور دوسرا یہ کہ رب کی معیت صرف اپنے ساتھ بیان کی اور قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' اس میں اللہ کے لفظ کو مقدم فرمایا اور ''مَعَنَا'' کہہ کر معیتِ الٰہیہ کو عام رکھا صرف اپنے ساتھ مختص نہیں کیا۔ یہ ایسی غلطی ہے کہ اس میں بعض مصنفین بھی مبتلاء ہوگئے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں کا کلام اپنی اپنی جگہ بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، اور اپنے اپنے موقع اور محل کے عین مناسب ہے۔

(۳) بعض لوگ بیان کیا کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کرکے ساری قوم کو غرق کرا دیا، اس کے برعکس طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ اگر حکم ہو تو میں ان لوگوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، آپ نے فرمایا کہ میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حالانکہ یہ تقابل قرآن مجید سے بے خبری کا نتیجہ ہے، قرآن مجید سے واضح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے بڑی شفقت تھی اور کسی صورت بھی انہیں ان کا ہلاک ہونا پسند نہ تھا، اسی لئے ساڑھے نو سو سال تک قوم کی بدعملی اور ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے جو کہ ایک معجزہ تھا۔ لیکن جب صبر کی انتہاء ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر تھا وہ آن پہنچا تو پھر اللہ کے حکم سے نوح علیہ السلام نے یہ بددعا کی اور یہ بددعا بھی اللہ کی رضاء کے لئے تھی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سے مواقع پر کئی قبیلوں پر بددعا کرنا ثابت ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا والا موقع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بددعاء ہی فرماتے، کیونکہ یہ قوم کی سرکشی کا انتہائی درجہ تھا اور اگر نوح علیہ السلام کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف والا موقع ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام بھی بددعا نہ فرماتے، کیونکہ یہ قوم کو تبلیغ کا ابتدائی موقع تھا، انتہاء نہ تھی (ماخذہ ''تنبیہ المغفلین فی بیان التفاضل بین المرسلین'' مشمولہ ''احسن الفتاویٰ ج ا ص ۴۷۷ تا ۴۸۲)

(۴) بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن بیان کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام کے حسن کی تنقیص کرتے ہیں، حالانکہ حسن کی دو قسمیں ہیں، ایک حسنِ صباحت، اور دوسرے حسنِ ملاحت، حضرت یوسف علیہ السلام کو حسنِ صباحت دیا گیا۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ (بخاری) [1]

ترجمہ: تم مجھے نبیوں کے درمیان (بے جا) فضیلت نہ دو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوْسٰى آخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِيْ أَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّوْرِ أَمْ بُعِثَ قَبْلِيْ وَلَا أَقُوْلُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى (بخاری) [2]

ترجمہ: تم مجھے نبیوں کے درمیان (بے جا) فضیلت نہ دو، کیونکہ صور پھونکے جانے کے وقت، زمین اور آسمان کی ہر مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا، تو میں ہوش میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، تو میں حضرت موسیٰ کو عرشِ الٰہی کو پکڑے ہوئے پاؤں گا، پس مجھے معلوم نہیں کہ کیا انہیں کوہِ طور پر بے ہوش ہونے کی وجہ سے بدلہ دیا گیا (کہ ان کو بے ہوش ہی نہیں کیا گیا) یا وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آئے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن متیٰ سے افضل ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھے پیرائے میں دوسرے نبیوں کے ساتھ تقابل کر کے اپنی (بے جا) فضیلت بیان کرنے سے منع فرما دیا۔

لہٰذا فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کا دوسرے نبی سے اس طرح تقابل کرنا کہ کسی نبی کی تنقیص

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ ملاحت۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق تھے، اور یوسف علیہ السلام حسنِ صباحت میں (ماخوذ از مقالاتِ حکمت ومجادلتِ معدلۃ صفحہ ۸، ملفوظ نمبر ۱۱، دعواتِ عبدیت ح ۱)

[1] حدیث نمبر ۲۴۱۲، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الإشخاص والخصومة بین المسلم والیہود، دارطوق النجاة، بیروت.

[2] حدیث نمبر ۳۴۱۴، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی وإن یونس لمن المرسلین، دارطوق النجاة، بیروت.

یا توہین لازم آجائے، یہ جائز نہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى (بخاری) ؎۱

ترجمہ: کسی بندہ بشر کے لئے روا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں (یعنی محمد) یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے بہتر ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ (بخاری) ؎۲

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ میں (یعنی محمد) یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں، تو اس نے جھوٹ بولا (ترجمہ ختم)

آپ کے اس قسم کے ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر فضیلت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی واقعہ میں دوسرے نبی کا تقابل کرتے ہوئے) اس طرح دوسرے نبی پر فضیلت دینا جس سے دوسرے نبی کی تنقیص ہوتی ہو، یہ جائز نہیں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا خود شرعی اصولوں سے ثابت ہے۔ ؎۳

(۱۸)......من گھڑت اور جھوٹی یا غیر مستند باتوں کا سہارا لینا

میلاد کے عنوان سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں بعض اوقات نعت وحکایت میں ایسے

؎۱ حدیث نمبر ۳۴۱۶، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی وإن یونس لمن المرسلین، دارطوق النجاۃ، بیروت.

؎۲ حدیث نمبر ۴۶۰۴، کتاب تفسیر القرآن،باب قوله إنا أوحينا إليک كما أوحينا إلى نوح، دارطوق النجاۃ، بیروت.

؎۳ لا تخیرونی بضم التاء وتشدید الیاء من التخییر بمعنی الاصطفاء والمعنی لا تجعلونی خیرا بمعنی لا تفضلونی علی موسی أی ونحوه من أصحاب النبوة تفضیلا یؤدی إلی إیهام المنقصة أو إلی تسبب الخصومة فإن أمر التفضیل لیس بقطعی علی وجه التفصیل فإن الناس أی جمیعهم یصعقون بفتح العین یوم القیامة أی عند النفخة الأولی فأصعق معهم من صعق الرجل إذا أصابه فزع فأغمی علیه وربما مات(مرقاۃ المفاتیح،کتاب صفة القیامة والجنة والنار ،باب بدء الخلق وذکر الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام)

مضامین کا انتخاب کیا جاتا ہے جو غیر مستند اور غلط روایات اور فرضی افسانوں پر مبنی ہوتی ہیں، آج کل اس سلسلہ میں بھی بہت کوتاہی ہو رہی ہے اور نعت وحکایت میں ایسے مضامین ملتے ہیں کہ جن کو شرعی بنیادوں پر درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی تراشیدہ بات یا تراشیدہ مفہوم کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری) [۱]

ترجمہ: جو شخص میرے اوپر عمداً جھوٹی بات کہہ دے اس کو چاہئے کہ آگ میں اپنا ٹھکانہ بنالے (ترجمہ ختم)

پس کوئی منگھڑت اور جھوٹی بات بیان کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود ومنشا کے خلاف بیان کرنا جائز نہیں۔ [۲]

---

[۱] حدیث نمبر ۱۱۰، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت.

[۲] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول کی اتنی مدح (تعریف) کرنا کہ جس سے حق تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو یہ رسول کی تو ظاہراً مدح ہوگی لیکن واقع میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہوگی۔ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی اتنی مدح کرے کہ اس کے باپ کی اہانت ہو جاوے پس ایسی مدح کو وہ بیٹا بھی پسند نہ کرے گا بلکہ اس سے ناراض ہوگا.....مدح کے اندر حدِ شرعی سے بڑھنا یہ خدا تعالیٰ کی تنقیص ہے.....مدحِ نبوی کے اندر دو چیزوں کی رعایت رکھو۔ ایک تو یہ کہ حضور کو خدا کے درجہ میں مت پہنچاؤ۔ دوسرے یہ کہ وہ امر ثابت کرو کہ روایاتِ ثابتہ اس کی مساعد (ومعین) ہوں.....مختصر یہ ہے کہ اس باب میں نسبتِ الوہیت اور کذب سے احتراز رکھو لیکن چونکہ ابنائے زماں ان دونوں باتوں سے اجتناب نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ایسا بڑھاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور حکایات وواقعات وہ بیان کرتے ہیں کہ روایاتِ صحیحہ میں اُن کا پتہ بھی نہیں (وعظ الظہور ملخصاً، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت ج ۵ ص ۱۴، ۱۵، تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

(۱۹)......اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی

بہت سے ایسے کام بھی عین میلاد النبی کی تقریب کے موقع پر دیکھنے میں آتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے صریح خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً:

(۱)......بعض لوگ اس موقع پر تصویر کشی کرتے ہیں۔

(۲)......بعض لوگ نعوذ باللہ جعلی داڑھی لگا کر اور لمبے چوغے پہن کر اس کے ساتھ مذاق بناتے ہیں، جس میں ایمان کا بھی خطرہ ہے، اگر حقیقت میں ان چیزوں سے کسی کو محبت ہو تو اسے چاہئے کہ ان چیزوں کو دل سے قبول کرے اور مذاق نہ بنائے۔

(۳)......بعض اوقات بالغ یا قریب البلوغ لڑکیاں بغیر شرعی پردہ کے نامحرم لوگوں کے سامنے آکر نعت خوانی کرتی ہیں اس موقع پر بے پردگی، بدنظری کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ [۱]

اور بھی اس قسم کی کئی حرکات عید میلاد النبی کے نام سے جاری ہیں اور اندیشہ ہے کہ اگر سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو خدانخواستہ مزید کئی اور خرابیاں اور مفاسد پیدا نہ ہوجائیں، جو نہ جانے مسلمانوں کی دنیا وآخرت کے لئے کس قدر تباہ کن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان سب فتنوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

---

[۱] وانظر رحمنا اللّٰہ تعالیٰ وایاک الیٰ ھٰذا الفعل القبیح الذی یفعلونه فی ھٰذا الیوم المذکور من أنھم یأخذون انسانا منھم فیخالفون فیه السنة اعنی فی تغییر ظاھر صورته وخلقته فیدخلون بذلک فی عموم قوله علیه الصلاة والسلام (لعن اللّٰہ المغیرات والمغیرین لخلق اللّٰہ) أو کما قال علیه الصلاة والسلام فیغیرون وجھه یجیر أو دقیق ثم یجعلون له لحیة من فروة أو غیرھا ویلبسونه ثوبا أحمر أو أصفر لیشھروه بذلک. وقد ورد فی الحدیث (من لبس ثوب شھرة کساه اللّٰہ یوم القیامة ثوب ذل وصغار ثم أشعله علیه نارا) (المدخل لابن الحاج الجزء الثانی صفحه ۵۲)

چند شبہات کا ازالہ اور مغالطوں کا جواب

بے شمار مفاسد ومنکرات پر مشتمل مروّجہ اور رسمی میلاد النبی کے قائلین سے جب ان کے اس عمل کے جواز پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو ان کی طرف سے مختلف تاویلیں اور ایسی باتیں پیش کی جاتی ہیں جن کا حقیقت میں مروّجہ میلاد النبی کی رسم سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں ہوتا، لیکن کیونکہ عوام الناس کو اس قسم کی باتوں سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، لہٰذا یہاں مختصر انداز میں ان پر بھی تبصرہ کردینا مفید معلوم ہوتا ہے۔

(۱)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے لئے آسمان سے مائدہ نازل ہونے کو عید قرار دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا'' (سورہ مائدہ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لئے (وہ دن) عید قرار پائے یعنی ہمارے اگلوں اور پچھلوں (سب) کے لئے (ترجمہ ختم)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مروّجہ میلاد النبی کا کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، محدثینِ عظام، فقہائے کرام اور بڑے بڑے مفسرین نے جو کہ قرآن وحدیث کو آج کے لوگوں سے زیادہ سمجھنے اور سمجھانے والے تھے، اس آیت کی تفسیر میں مروّجہ میلاد النبی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور اگر کوئی اس کے باوجود بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو اس سے مراد آسمان سے مائدہ کے نازل ہونے کی نعمت ہے، نہ کہ عید میلاد النبی، دوسرے اس واقعہ کا تعلق عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے اور شریعت سے ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی شریعت میں سال میں دو عیدوں کی خود تعیین فرمادی ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا کوئی مسئلہ شریعتِ محمدیہ کے مقابلہ میں پیش کرنا ایسا ہی ہے

جیسا کہ کوئی شراب کے حلال ہونے کو عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے شریعتِ محمدیہ کے مقابلہ میں پیش کرے۔اور یہی آیت اگر کوئی عیسائی ''کرسمس ڈے'' کے متعلق پیش کرنے لگے تو پھر اس کا کیا جواب ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اگر اس سے عید میلا دالنبی ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی جائے تو اس سے پہلے تو عیسائیوں کی ''عید میلادِ عیسیٰ'' ثابت ہوتی ہے جس کو شمار کر کے سال میں چار عیدیں ماننی پڑیں گی۔

اور نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن مجید کی اس آیت کا بے جا سہارا پکڑ کر عیسائیوں کے کرسمس ڈے میں بھی شرکت کرنی پڑے گی، چہ جائیکہ اس کا انکار کیا جائے۔

(۲)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کی پیدائش کے دن پر سلامتی کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا(سورہ مریم آیت ۳۳)

ترجمہ: اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (ترجمہ ختم)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ مروّجہ میلا دالنبی کا اس آیت سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال کے عرصہ میں بڑے بڑے مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں مروّجہ میلا دالنبی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اور اگر کوئی اپنی طرف سے مضمون گھڑ کر اس آیت سے میلاد ثابت کرنے لگے، تب بھی اس سے عیسائیت کو تقویت پہنچے گی، اس لئے کہ عیسائی لوگ ہر سال ''کرسمس ڈے'' کے نام سے عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں، اور یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے، اس سے تو لازم آتا ہے کہ عیسائیوں کی طرح کرسمس ڈے منانا بھی (نعوذ باللہ) قرآن کے عین مطابق ہے۔

(۳)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے رحمت ہونے اور اس پر خوش ہونے کا حکم ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَخَيْرٌمِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورہ یونس آیت ۵۸)

ترجمہ: کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اوراس کی رحمت سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس آیت میں رحمت کے لفظ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی قول ہیں، اوراگر رحمت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہی مراد لیا جائے، تو بھی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ اصل گفتگو مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خوش ہونے کے بارے میں۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں چودہ سو سال کے بڑے بڑے مفسرین نے میلاد النبی کا جواز پیش نہیں فرمایا۔ اوراپنی طرف سے قرآن مجید کی کوئی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ دعویٰ تو خاص مروجہ میلاد کا ہے، اور خاص دعوے پر عام دلیل پیش کی گئی ہے، جس کا مروجہ میلاد سے تعلق نہیں، یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کو بغیر وضو کے نماز پڑھنے سے منع کیا جائے اوروہ اس پر نماز کی فرضیت اور فضیلت کے دلائل قائم کرنے لگے۔

(۴)...... ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں خاص دنوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ'' (سورہ ابراھیم آیت ۵)

ترجمہ: اورانہیں اللہ کے دن یاد دلایئے (ترجمہ ختم)

مگر یہاں بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق تو عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے بھی بہت پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ہے اوراس آیت کا بھی میلاد النبی سے کوئی تعلق نہیں، نہ ہی کسی صحابی، تابعی وغیرہ نے اس کی تفسیر میلاد النبی سے کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ تھا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات سنا کر جو نافرمان قوموں کو پیش آئے نافرمانی سے

روکا جائے اوراطاعت پر آمادہ کیا جائے ۔ یادگاری دن اور مروجہ میلادمنانے کا کوئی ثبوت اس آیت میں موجود نہیں ۔

(۵)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ابولہب کوخواب میں عباس ابن عبدالمطلب نے دیکھا تھا کہ اس کو ہر سوموار کے دن عذاب میں کمی کی جاتی ہے کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر اپنی باندی کوآزاد کر دیا تھا،اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی سے ایک کافر کی بھی عذاب میں کمی ہوسکتی ہے تو اگر مسلمان کوخوشی ہوتو اس کو یقیناً فائدہ ہوگا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شریعت کا کوئی مسئلہ صرف خواب کی بنیاد پر ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ شریعت سے اس کی تائید نہ ہواور شریعت سے مروّجہ میلادالنبی ثابت بلکہ جائز بھی نہیں، لہٰذا اس کے مقابلہ میں اس خواب کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

دوسرے یہ خواب بھی ایک کافر کے متعلق ہے اور شریعت کا یہ اصول ہے کہ کافر کوکفر کی حالت میں مرنے کے بعد دنیا میں کیے ہوئے اچھے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا اس پہلو سے یہ خواب شریعت سے ٹکرار ہا ہے۔ اور یہ خواب اس کافر کے بارے میں ہے جس کے نام کے ساتھ قرآن مجید میں پوری سورت موجود ہے جس کی ابتداء ہی اس شخص (ابولہب) کے متعلق بددعاء سے ہوتی ہے۔

''تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ''

ترجمہ: ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوجائے ، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (ترجمہ ختم)

پس یہ خواب قرآن کے بھی خلاف ہوا۔

تیسرے ایک مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر جو خوشی ہوتی ہے وہ آپ کی نبوت اور رسالت کی وجہ سے ہے اور یہی باعثِ خیر وبرکت ہے، جبکہ ابولہب کی خوشی بوجہ آپ کے نبی اور رسول ہونے کے متعلق نہیں تھی۔

اوراس خواب کوکسی درجہ میں تسلیم کر لینے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ جائز خوشی کا ہونا ثابت ہوتا ہے ، نہ کہ مروّجہ طریقہ پرعید میلا دالنبی کا جائز ہونا۔

(۶)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ وجہ بیان فرمائی تھی کہ اس دن میری ولادت ہوئی (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۵۵۰)

پس ہمیں بھی چاہئے کہ بطورشکر ۱۲/ربیع الاول کو نبی علیہ السلام کی ولادت پرخوشی منائیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس روایت میں پیر کے دن کا ذکر ہے، نہ کہ ۱۲/ربیع الاول کی تاریخ کا، اور پیر کا دن تو ہر آٹھویں دن آتا ہے نہ کہ ایک سال بعد، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ہفتہ میلا دالنبی کا جشن منایا جائے اوراس بات کے وہ حضرات بھی قائل وعامل نہیں جو سال میں صرف ایک مرتبہ مروّجہ میلا دالنبی مناتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی ولادت کے شکرانے میں روزہ رکھیں اورنفس سے مشقت ومجاہدہ کرائیں، اوراس بات کو دلیل میں پیش کرنے والے اس دن میں کھائیں پئیں اورموج اڑائیں، بلکہ روزہ تو دور کی بات نماز تک غائب کردیں۔ پس اگر آپ کی اتباع کرنی ہے تو اسی طرح سے کی جائے جس طرح آپ نے عمل کیا ہے، اورآپ نے تو خاموشی کے ساتھ صرف روزہ رکھ لیا، اس کے علاوہ اورکوئی آج کل کی طرح ہنگامہ آرائی نہیں کی، پس اگرکوئی آپ کی اتباع میں خاموشی کے ساتھ صرف روزہ رکھنے پر اکتفاء کرلے تو اس کو میلا دالنبی کے مدعی حضرات بھی میلا دالنبی پرعمل کرنے والا شمارنہیں کریں گے۔ پھرمیلا دالنبی کے قائلین تو ۱۲/ربیع الاول کوعید قرار دیتے ہیں اورعید کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خودروزہ رکھنے سے منع فرمایا، لیکن یہاں روزہ رکھ کرظاہرفرمادیا کہ یہ دن حقیقت میں شرعی عید کا دن نہیں ورنہ آپ ہرگز روزہ نہ رکھتے۔

تیسرے اس حدیث کے مذکورہ مفہوم پرعلمی کلام بھی ہے، کیونکہ دوسری احادیث میں پیراورجمعرات کے دن روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں، اس لئے میرادل چاہتا ہے کہ میرا نامۂ عمل روزہ کی حالت میں پیش ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے کی علت اور وجہ تو اعمال نامہ پیش ہونا ہے اورایک

روایت میں آپ نے جو ولادت کا ذکر فرمایا وہ بطورِ حکمت کے تھا اور شریعت کا اصول یہ ہے کہ حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر (والحکمۃ لاتتعدی بل العلۃتتعدی للحکم) اور اگر اس کو علت بھی تسلیم کرلیا جائے تو بعض علتیں اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوتی ہیں ان کو کسی دوسری چیز کے لئے متعدی نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس سے خاص ۱۲/ ربیع الاول کو روزہ کا زیادہ ثواب ہونا یا عید میلاد النبی منانا جائز ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

(۷)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے عاشورہ (دس محرم) کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے نجات کی خوشی میں روزہ رکھا اور اس کو مبارک دن قرار دیا اور فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو، اور جب موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں آپ نے شرکت فرمائی تو آپ کی ذات تو سب نبیوں سے اعلیٰ ہے، ہمیں آپ کی ذات کی خوشی میں ضرور میلاد منانا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس سے روزہ کو چھوڑ کر مروّجہ میلاد منانے کا ثبوت ہی نہیں، ورنہ تو دس محرم کے دن کوئی جشن مناکر بھی یہ دلیل پیش کرسکتا ہے۔

دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خوش ہونے سے کون منع کرتا ہے اور یہ بات بار بار ذکر کی جاچکی ہے کہ اصل کلام مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، نہ کہ آپ کی ولادت پر جائز خوشی کے بارے میں، جو نہ میلاد کے ساتھ خاص ہے اور نہ ربیع الاول کے ساتھ۔

(۸)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ (سورۃ انشراح)

کہ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند مقام عطا کیا ہے۔

تو ہمیں بھی چاہئے کہ ۱۲/ربیع الاول کو آپ کا ذکر کریں۔

اس کا اصولی جواب بھی وہی ہے جو بار بار ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی مفسر نے مروّجہ میلاد النبی کا ذکر نہیں کیا، دوسرے آپ کے ذکرِ مبارک سے ہرگز منع نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں

---

[1] اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ اس لیے رکھا ہو کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وِلادت کے لیے بھی یہ دن پہلے سے فضیلت والا ہونے کے لئے تجویز کیا گیا (کذا فی خطباتِ حکیم الامت ج ۴ص ۱۴۷ بعنوان حقوق وفرائض)

جو منکرات اور خرابیاں شامل ہیں، جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے ان سے منع کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں آپ کے نام اور ذکر کو اونچا مقام عطا فرمایا، اذان اور اقامت میں اور نماز کے قعدہ میں آپ کا ذکر موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کلمہ میں آپ کا ذکر ہے، اور دنیا کے چپے چپے پر ہر وقت آپ کا ذکرِ خیر انتہائی احترام اور عظمت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۹)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے بیان کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' (سورہ ضحیٰ)

''اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کیا کرو''

اور میلاد میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرنے سے کب انکار کیا جاتا ہے، اصل بحث تو مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، اور مروّجہ میلاد کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

(۱۰)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جب قرآن مجید کی آخری آیت ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' نازل ہوئی تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت عید کے ہی دن نازل ہوئی ہے، یعنی جمعہ اور عرفہ کو نازل ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عطاءِ نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے تو حضرت عمر کے جواب سے خود معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود عید نہیں بنائی تھی بلکہ یہ آیت ہی خود عید کے دن نازل ہوئی تھی، یعنی جمعہ اور عرفہ کو، جو دونوں اللہ کے دین میں پہلے ہی بزرگی اور رحمت والے دن ہیں۔

(۱۱)......ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا پرجوش طریقہ پر استقبال کیا اور آپ کی شان

میں انصار کی چھوٹی بچیوں نے دف بجا کر اشعار پڑھے، اس سے مروّجہ میلاد کے جلوس اور اس موقعہ پر نعت خوانی کا جواز ثابت ہوا۔

حالانکہ اولاً تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر اشعار پڑھنے کی حدیث ہی سند کے لحاظ سے کمزور ہے۔ [1]

چہ جائیکہ اس موقع پر دف بجانا کسی مستند حدیث سے ثابت ہو۔

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر صحابۂ کرام کو خوشی کا ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ [2]

---

[1] " لما قدم المدينة جعل النساء و الصبيان و الولائد يقلن :طلع البدر علينا من ثنيات الودا ع وجب الشكر علينا ما دعا لله دا ع . "

قال الألباني فی "السلسلة الضعيفة و الموضوعة "(٢/٦٣): ضعيف .رواه أبو الحسن الخلعی فی "الفوائد "(٢/٥٩) و كذا البيهقی فی "دلائل النبوة "(٢/٢٣٣ط) عن الفضل بن الحباب قال :سمعت عبد الله بن محمد بن عائشة يقول فذكره .و هذا إسناد ضعيف رجاله ثقات ، لكنه معضل سقط من إسناده ثلاثة رواة أو أكثر ، فإن ابن عائشة هذا من شيوخ أحمد و قد أرسله .و بذلک أعله الحافظ العراقی فی "تخريج الإحياء "(٢/٢٤٤) ثم قال البيهقی كما فی تاريخ ابن كثير (٥/٢٣) " : و هذا يذكره علماؤنا عند مقدمه المدينة من مكة لا أنه لما قدم المدينة من ثنيات الودا ع عند مقدمه من تبوک . "و هذا الذی حكاه البيهقی عن العلماء جزم به ابن الجوزی فی "تلبيس إبليس "(ص ٢٥١ تحقيق صاحبی الأستاذ خير الدين وانلی) ، لكن رده المحقق ابن القيم فقال فی " الزاد "(٣/١٣) : و هو وهم ظاهر لأن "ثنيات الودا ع "إنما هی ناحية الشام لا يراها القادم من مكة إلى المدينة و لا يمر بها إلا إذا توجه إلى الشام . "و مع هذا فلا يزال الناس يرون خلاف هذا التحقيق ، على أن القصة برمتها غير ثابتة كما رأيت !(تنبيه) : أورد الغزالی هذه القصة بزيادة " :بالدف و الألحان "و لا أصل لها كما أشار لذلک الحافظ العراقی بقوله " : و ليس فيه ذكر للدف و الألحان . "و قد اغتر بهذه الزيادة بعضهم فأورد القصة بها ، مستدلا على جواز الأناشيد النبوية المعروفة اليوم !فيقال له " :أثبت العرش ثم انقش ! " على أنه لو صحت القصة لما كان فيها حجة على ما ذهبوا إليه كما سبقت الإشارة لهذا عند الحديث (579) فأغنى عن الإعادة (السلسلة الضعيفة ، تحت حديث رقم ٥٩٨)

[2] (قدم المدينة، فلما قدم المدينة، جاء ت الأنصار برجالها ونسائها، فقالوا :إلينا يا رسول الله! فقال :دعوا الناقة ؛ فإنها مأمورة ، فبركت على باب أبی أيوب، قال :فخرجت جوار من بنی النجار يضربن بالدفوف وهن يقلن : نحن جوار من بنی النجار * * *يا حبذا محمد من جار فخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : أتحبونی ؟ فقالوا :إی والله يا رسول الله قال : وأنا والله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں داخل ہونے کے وقت خوشی کا ہونا بلکہ آپ کے استقبال کے لئے اجتماع ہوجانا ایک علیٰحدہ مسئلہ ہے، اس کو عید میلاد کے جلوس سے کیا تعلق ہے؟ اور یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا صحابۂ کرام ہر سال ہجرت کے دن جلوس نکالا کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو آپ کے مدینہ میں پہلی مرتبہ داخل ہونے کے وقت تھا۔ یومِ ولادت کے موقعہ پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحبكم ، وأنا والله أحبكم ، وأنا والله أحبكم (منكر بهذا التمام .أخرجه البيهقى فى "دلائل النبوة" (۲/۵۰۸) من طريق أبى عبد الله الحاكم بسنده عن محمد بن سليمان بن إسماعيل بن أبى الورد قال :حدثنا إبراهيم بن صِرمة قال :حدثنا يحيى بن سعيد عن إسحاق بن عبد الله بن أبى طلحة عن أنس قال ... :فذكره. قلت :وهذا إسناد واهٍ، آفته إبراهيم بن صِرمة -وهو :الأنصارى -، قال ابن عدى فى "الكامل "(۲۵۳،۲۵۲/۱)حدث عن يحيى بن سعيد الأنصارى بنسخ لا يحدّث بها غيره، ولا يتابعه على حديث منها . "ثم قال":وعامة أحاديثه، إما أن تكون مناكير المتن، أو تنقلب عليه الأسانيد، وبيّن على أحاديثه ضَعفُه ."وفى "اللسان:" "وقال ابن معين :كذاب خبيث " والراوى عنه محمد بن سليمان بن إسماعيل بن أبى الورد، لم أجد له ترجمة .وفى "الجرح والتعديل "(۳/۲۶۹) ما نصه: "محمد بن سليمان الأنصارى، روى عن ...(كذا الأصل، يشير إلى أنه لا يُقرأ) سمعت أبى يقول :وهو مجهول ."فيحتمل أن يكون هو هذا .والله أعلم . ولقصة الجوارى، والضرب بالدف شاهد من حديث أنس، ولكن ليس فيه أن ذلك كان عند قدومه صلى الله عليه وسلم المدينة، بل فى رواية أن ذلك كان فى عرس، وهو الراجح -كما تقدم بيانه فى تخريج حديث أنس برقم (۳۱۵۴)، من المجلد السابع من "الصحيحة . - "والله سبحانه وتعالى أعلم.

وأما ماذكره الغزالى فى "الإحياء "(۲/۲۷۷) من إنشاد النساء على السطوح بالدف والألحان، عند قدوم النبى صلى الله عليه وسلم :طلع البدر علينا من ثنيات الوداع * * *وجب الشكر علينا مادعا لله داع فهو مما لا أصل له، وإنما رواه البيهقى وغيره من طريق إبن عائشة، قال ...فذكره مختصراً، دون ذكر السطوح والدف والألحان، ثم هو تضعيف معضل -كما تقدم بيانه فى المجلد الثانى برقم (۵۹۸) وأزيد هنا فأقولك :قال الحافظ فى "الفتح "(۴/۲۶۲)"وهو سند معضل، ولعل ذلك كان فى قدومه من غزوة تبوك ." وإن مما يؤكد نكارة ذكر الدفوف فى قصة إستقباله صلى الله عليه وسلم قول البراء بن عازب رضى الله عنه : ثم قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة، فما رأيت أهل المدينة فرحوا بشىء فرحهم برسول الله صلى الله عليه وسلم ، حتى جعل الإماء يقُلن :قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم . رواه البخارى (۳۹۲۵) وغيره، وهو مخرج فى "تخريج فقه السيرة "(ص ۱۶۹ ،دار القلم) ومثله حديث أنس بن مالك رضى الله عنه(السلسلة الضعيفة، تحت حديث رقم ۶۵۰۸)

اور نہ ہی ہر سال ربیع الاول کے موقع پر اس طرح کی خوشی کا اظہار صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔

(۱۲)......بعض لوگ مروّجہ میلاد کو بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ بدعتِ حسنہ نہیں بلکہ بدعتِ سئیہ ہے، کیونکہ عید میلاد کا سبب خواہ ولادت کو قرار دیا جائے یا اسلام کی شوکت کو بہرحال یہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں بھی تھا، بلکہ اس وقت اس کی زیادہ ضرورت تھی، لیکن جب آپ نے اور آپ کے بعد خیر القرون کے دور میں یہ عمل نہیں ہوا تو اس سے اس رسم کا بدعتِ سئیہ ہونا واضح ہوگیا۔

(۱۳)......بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ میلاد النبی اس لئے منائی جاتی ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہو اور آپ کی محبت و تعظیم دلوں میں پیدا ہو اور آپ کا ذکر کیا جائے تاکہ لوگوں کو اس کی معرفت ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان اغراض کے لئے دوسرے جائز طریقے موجود ہیں، جن پر مروّجہ میلاد النبی کے رائج ہونے سے پہلے عمل ہوتا رہا ہے اور اہلِ حق حضرات اب بھی عمل کرتے ہیں۔

(۱۴)......بعض لوگ مروّجہ میلاد کو ثابت کرنے کے لئے بعض بزرگانِ دین کی عبارات بھی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہلِ حق بزرگانِ دین نے جس میلاد کو جائز قرار دیا ہے وہ حقیقی میلاد ہے نہ کہ مروّجہ رسمی میلاد (جو کہ بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے) اور منکرات ومفاسد سے خالی حقیقی میلاد کو کوئی بھی ناجائز قرار نہیں دیتا، حقیقی و رسمی میلاد کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو''اصلاح الرسوم'' صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰۔ تیسرا باب، پہلی فصل)

ان تمام شبہات اور مغالطوں کا ایک اصولی جواب جو سب کے لئے کافی ہے یہ ہے کہ جو آیات واحادیث وروایات وغیرہ اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور آپ نے ارشاد فرمائیں اور صحابۂ کرام نے براہِ راست سماعت فرمائیں، اور ساتھ ہی ان کی تفسیر، تشریح اور مطلب ومفہوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا، اگر ان کا تعلق میلاد النبی سے ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اس پر عمل کرتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے بعد

فقہائے کرام بھی اس کا ذکر اور اس پر عمل کرتے؟ اور ان دلائل کو امت کے سامنے ضرور رکھتے؟ مگر جب انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو بعد میں اپنی طرف سے اس طرح خلطِ مبحث کرنا درست نہیں، بلکہ قرآن میں معنوی تحریف کا مرتکب ہونا ہے، جو سخت جرم اور حرام ہے، اور یہود کا طریقہ ہے، جنہوں نے تورات کو تحریف کے عملِ جراحی سے گزار کر تورات کی سچی آسمانی تعلیمات کو دنیا سے ناپید کر دیا، اور اپنی من مانی تشریحات کو تورات کے نام پر رائج کر کے ایک صحیح آسمانی مذہب کو گمراہی وضلالت کا طومار بنا دیا۔

کیا اہلِ باطل اسلام میں عیسائیت ویہودیت کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں، اور قرآن وحدیث کی اصل تعلیمات کو مٹا کر اپنی من مانی خرافات پر دین ہونے کا لیبل لگانا چاہتے ہیں؟ خاشا وکلا! یہ ہرگز اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔

امید ہے کہ اہلِ انصاف کو اس مسئلہ میں شبہ نہ رہے گا اور افراط وتفریط سے سب باز آجائیں گے اور علمائے مصلحینِ امت سے عداوت وبدگمانی اور ان کی شان میں اہانت وبدزبانی گوارا نہ رکھیں گے اور دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی محبت کو اختیار اور واتباعِ سنت پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ نَبِیِّکَ وَاتِّبَاعَ سُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنی اور اپنے نبی کی محبت عطا فرما دیجئے اور اپنے نبی کی اتباع کی توفیق عطا فرما دیجئے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر وفات دیجئے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں قیامت کے روز اٹھائیے۔

(اصلاحُ الرسوم، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱۔ تیسرا باب، پہلی فصل بتغیر واضافہ)

آمین فقط: واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۳/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ 16/ مئی 2002ء بروز جمعرات

اضافہ واصلاح ۱۱/ شعبان ۱۴۲۷ھ 5 ستمبر 2006ء۔ ادارہ غفران، راولپنڈی

نظرِ ثانی تخریج واضافہ: مورخہ ۲۱/ محرم الحرام/ ۱۴۳۲ھ 29/ دسمبر/ 2010ء بروز بدھ

ماہِ ربیع الاول کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱ھ:** میں مسجد قباء کی تعمیر ہوئی۔

آپ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو شہر سے کچھ پہلے چند روز کیلئے ٹھہر گئے تھے مسجد تو تھی نہیں، دو تین روز گھر میں نماز پڑھتے رہے، پھر ایک جگہ منتخب فرما کر مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ تعمیری کام میں بنفسِ نفیس سید الانبیاء سرورِ کائنات ﷺ شریک رہے۔ وزنی وزنی پتھر اٹھانے سے کمر مبارک خم کھانے لگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ برابر محنت فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف وشریکِ عمل رہے تعمیر میں پہلا پتھر آپ ﷺ نے دوسرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تیسرا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھا تھا اور اسی مسجد کی شان میں آیت لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی الخ (التوبة) نازل ہوئی (البداية والنهاية ج۳ص ۲۵۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت، معارف القرآن ج ۴، ص ۴۵۹)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۳ھ:** میں حضرت اِم کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔

اس سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام دوسری بیٹی حضرت اِم کلثوم سے نکاح کرنے کا حکم لے کر نازل ہوئے اور آپ نے نکاح فرمادیا، اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے دوہری دامادی کے رشتہ کا شرف حاصل ہوا، اور اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے (البدایہ والنہایہ ج۴، رحمۃ للعالمین ج۱ص ۱۱۶)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۵ھ:** میں غزوۂ دومۃ الجندل ہوا۔

آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ دومۃ الجندل بستی میں کفار جمع ہیں اور راہ گیروں کو لوٹتے ہیں، اور آہستہ آہستہ مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، تو ایک لشکر کے ساتھ آپ ﷺ ان کی طرف روانہ ہوئے، جب انہیں اطلاع ہوئی تو وہ بھاگ نکلے، تعاقب بھی کیا گیا، مگر ایک شخص محمد بن سلمہ کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں آیا، محمد بن سلمہ بعد میں بخوشی اسلام لے آئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوۂ دومۃ الجندل، غزوات النبی ص ۳۱۳ میں ۴ ہجری کے آخر کو ترجیح دی گئی ہے)

□......**ماہِ ربیع الاول ۹ ھ:** میں آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، تقریباً اٹھارہ ماہ عمر تھی، آپ پیدل بھی چلنے لگے تھے، بیمار ہوئے، آپ ﷺ نے انہیں آخری وقت میں گود میں اٹھایا تو سانس اکھڑ رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابراہیم حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے، ہمیں تمہارا دکھ ہے، آنکھیں پُرنم ہیں اور دل غمگین، مگر اس موقعہ پر اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات نہیں کہیں گے، اتفاقاً اس موقع پر سورج گرہن ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند کسی کی موت سے نہیں گہناتے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب گرہن دیکھو تو نماز پڑھو، یہ آپ ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے اس فاسد عقیدہ کی تردید کے کے لئے فرمائی کہ اہلِ جاہلیت چاند یا سورج گرہن ہونے کا کسی خاص شخصیت کی پیدائش یا وفات سے تعلق جوڑتے تھے، اور اتفاقاً اس وقت آپ ﷺ کے لختِ جگر کا انتقال ہوا، چنانچہ بعض لوگوں کا ذہن سابق عادت کے مطابق اس طرف گیا، آپ کے فرمانے سے اس فاسد عقیدہ کی اصلاح ہوئی (رحمة للعالمین ج ۲ ص ۱۰۵، البداية والنهاية ج۵، ذكر اولاد رسول الله ﷺ)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۶ ھ:** میں قرقیسیا فتح ہوا۔

قادسیہ، مدائن، جلولاء، میں کفار پے در پے ہزیمت اٹھا کر اب ھیت نامی جگہ میں جمع ہو رہے تھے، اور ھرقل کے حکم سے مزید افواج بھی مدد کے لئے اکٹھی ہو رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیرِ لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن مالک کو ھیت کی فتح کے لئے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، اہلِ ھیت تو خندقیں کھود کر محصور ہو کر بیٹھ گئے، حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ فتح اتنی جلدی نہیں ہونے کی تو کچھ فوج یہاں چھوڑ کر باقی فوج کے

ساتھ قریبی علاقے قرقیسیا کی فتح کے لئے روانہ ہوئے اوران پر غلبہ حاصل کیا (البدایة والنهایة ج۷ص ۸۴، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، فتح قرقیسیا)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۸ھ:** میں صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت فرمائی، اوران چار صحابۂ کرام میں آپ بھی شامل تھے، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید جمع کیا، صحابۂ کرام میں حلال اورحرام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے آپ تھے، آپ کی وفات شام میں طاعون کے مرض سے ہوئی (البدایه والنهایه ج۷ معاذ بن جبل، الاصابه ج ۶ حرف المیم ذکر من اسمه معاذ)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰ھ:** میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ۳ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وحی کے ذریعے حکم ہونے پر نکاح فرمایا، حضرت زینب رضی اللہ عنہ باقی ازواجِ مطہرات پر اس کی وجہ سے فخر بھی کیا کرتی تھیں، ان کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے آپ ہی کی وفات ہوئی، ۵۰ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (الاصابة ج۷، کتاب النساء، حرف الزای بعدها یاء، البدایة والنهایة ج۷، زینب بنت جحش)

□......**ماہِ ربیع الاول ۸۲ھ:** میں حجاج بن یوسف نے ''واسط'' نامی شہر تعمیر کیا (تقویم تاریخی ص۲۰) اس شہر کے تعمیر کرنے کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے ایک راہب کو گدھی پر سوار دیکھا، جب وہ واسط مقام کی جگہ پر پہنچا تو اس کی گدھی نے پیشاب کیا، تو اس راہب نے اتر کر اس جگہ کو کھود کر اس ساری مٹی کو دجلہ میں پھینک دیا، حجاج نے جب اس سے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ اصل میں ہماری کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ یہاں پر ایک مسجد بنائے جائے گی اوراس میں قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی، تو حجاج نے یہاں پر واسط شہر کی بنیادیں رکھیں اوراس جگہ پر اس نے مسجد بنائی (البدایة والنهایة ج ۹، بناء واسط میں سن ۸۳ھ لکھا ہے)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۱۰ھ:** میں حذیفہ بن احوص قیسی اندلس کا والی مقرر ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات وخلافت کے بعد جو لوگ بھی تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، ان کے مجموعی طرزِ عمل سے پرانی عصبیتیں (ایک علاقے، قبیلہ خاندان اور نسبت کے لوگوں کا محض ان نسبتوں کی بنیاد پر اپنے حریف دوسرے گروہوں کو ہمہ وقت نیچا کرنے کی تگ ودو میں لگے رہنا) پھر سے برسرِ عام ہوئیں، ان وقتوں میں جماعتی وقومی عصبیتوں سے حکومت کا متاثر ہونا عام تھا، چنانچہ مرکزِ اسلام کے ساتھ ساتھ دیگر ممالکِ مقبوضہ کی طرح اندلس میں بھی ہر گروہ وجماعت اپنے ہمنوا کو برسرِ اقتدار لانے اور حریف کو عزل کا پروانہ تھما دینے کی بے کار کوششوں میں لگا رہتا، حتیٰ کہ اہلِ اندلس مسلمانوں کی توجہ حقیقی دشمنوں یہود ونصاریٰ سے ہٹ کر عصبیت کی کشمکش اور سیاسی ہیجان واضطراب کی طرف مبذول ہو کر رہ گئی، اسی کا نتیجہ تھا کہ حذیفہ بن احوص قیسی جو ربیع الاول ۱۱۰ھ میں اندلس کا والی مقرر ہوا، اور اس نے آتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی اور ایک نئے شہر مقوقشہ کے فتح کرنے میں کامیاب ہوا، مگر اسی سال شعبان ۱۱۰ھ میں ہی عصبیت کا نشانہ بنتے ہوئے معزول ہو گیا (الکامل ج۴ ص ۳۸۳، تاریخ اندلس ص ۱۴۹، تاریخِ ملت ج ۱ ص ۷۴۳)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۳۱ھ**: میں نصر بن سیار فوت ہوا۔

نصر بن سیار اموی حکومت کی طرف سے خراسان کا والی مقرر تھا اور عربی قبیلہ بنومضر کا منتخب سردار بھی تھا، اس طرح دیگر عربی قبائل کے سردار بھی قدیم ترتیب کے مطابق تھے، لیکن آپس کے اتحاد سے محروم تھے، عصبیت ودیگر وجوہات کے مرتکب تھے جس سے افتراق وانتشار جنگ وجدال کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی دوران عباسی تحریک کی داغ بیل ڈالنے کے محرکِ اعظم ابوابراہیم محمد بن علی سجاد نے اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے خراسان میں ایک ذہین سیاست دان، شاطر اور جری شخص ابومسلم خراسانی کو اپنے زیرِ ہدایت کام کرنے کے لئے مقرر کیا، جس کی روز بروز بڑھتی ہوئی کوششوں سے خفیہ طور پر کثرت سے لوگ عباسی تحریک میں شمولیت کے لئے ابومسلم کے زیرِ علم آنے لگے، ابومسلم کے عزائم میں بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کا خاتمہ بھی تھا جب یہ خبر قبائل کے سرداروں تک جا پہنچی، سردارانِ قبائل اپنے اپنے طور پر ابومسلم کی بڑھتی ہوئی کامیابی سے فکرمند تھے ہی، اس راز کے افشا کے بعد چند لوگوں کی کوششوں سے تمام قبائل میں اتحاد ومصالحت ہو گئی جو ابومسلم کی بڑھتی

ہوئی کامیابیوں پر کاری ضرب تھی، ابومسلم نے اپنی سیاسی شاطرانہ چالوں کے ساتھ قبائل کی سابقہ عداوتوں کو ہوا دے کر اتحاد و یک جائی کو پھر سے تلوار کی نوک پر لا کھڑا کیا، اور دیگر قبائل کی حمایت میں نصر بن سیار سے جنگ کی، نصر کو شکست ہوئی، اور نصر خراسان چھوڑ کر بھاگ گیا، مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے بیمار ہو کر ربیع الاول ۱۳۱ھ میں فوت ہوگیا (البدایة والنهایة ج ۱۰ ص ۴۰، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، تاریخِ ملت ج ۱ ص ۵۷، ۲/۱۴/۲ وفیه ۱۳۰ھ)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۳۲ھ:** میں ابوالعباس عبداللہ سفاح نے قوتِ بازو کے زور پر پہلے عباسی حاکم و بادشاہ کی حیثیت سے کھلے عام لوگوں سے بیعت لی۔

تحریکِ عباسیہ پس پردہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے خلیفہ راشد کے دور میں ابوابراہیم محمد بن علی سجاد کی سرکردگی میں خفیہ طور پر شروع ہوئی تھی اور تقریباً ستائیس سال تک یعنی مروان بن محمد بن مروان کے شروع دور تک خفیہ طور پر کام کرتی رہی، حکومتِ وقت کے ہاتھ لگنے پر پھانسی، سرقلم، ناک کٹوانا اور قید و بند کی مختلف صعوبتیں جھیلنے پر تحریک کے افراد میں لازمی طور پر جذبات کا ابھار اور نئے افراد کے لئے نتیجۃً حکومتِ وقت سے پنجہ آزمائی کے عزائم پیدا ہونے لگے، تا آنکہ عظیم جمعیت کے ساتھ براہِ راست حکومت سے ٹکر لینے کا تجربہ ہو جانے پر ابوابراہیم کی وفات کے بعد تحریک عباسیہ کے متفقہ قائد عبداللہ سفاح نے کوفہ کی جامع مسجد میں کھلے عام اس قدر لوگوں سے بیعت لی کہ صبح سے رات تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا (الکامل ج ۵ ص ۶۵)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۳۷ھ:** میں جنگ نصیبین ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۲۵)

حکومتِ عباسیہ کے پہلے نامزد حاکم السفاح کے انتقال کے بعد جب ابوجعفر منصور ولی عہد ہونے کی وجہ سے خلیفہ مقرر ہوا تو ابوالعباس سفاح کے مقرر کردہ شام کی طرف کے فوجی کمانڈر عبداللہ بن علی العباسی نے اپنی فوج اور علاقے کے امراء و سرداروں کو اکٹھا کر کے السفاح کے مرنے کی خبر بھی سنائی اور بتایا کہ سفاح نے مجھے (اموی حکومت کے آخری) حاکم و صدر مروان بن محمد بن مروان کی کمر توڑنے کے لئے بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم کامیاب ہو جاؤ گے تو میرے بعد حکومت تمہارے سپرد ہوگی، اس بات کی گواہی چند سرداروں نے بھی دے دی، تو حاضرین تمام لوگوں نے عبداللہ

بن علی العباسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی اوراس کی حکومت کوتسلیم کرلیا، عبداللہ ان لوگوں کے ساتھ چھوٹے علاقوں کوزیرِنگیں کرتا ہوا حرّان پہنچا، چالیس یوم کے محاصرے کے بعد حرّان پراس کا قبضہ ہوا، ابوجعفر منصور نے عبداللہ کی بغاوت وسرزنش کو کچلنے کے لئے ابومسلم خراسانی کو روانہ کیا، دونوں لشکر نصیبین کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے، دونوں میں پندرہ ماہ تک موقعہ بموقعہ زبردست معرکے ہوئے بالآخر ابومسلم اپنی سابقہ شاطرانہ ومجرب چالوں اور جنگی تخریب کاریوں کے باعث یہ معرکہ جیت گیا، اور عبداللہ بن علی کوشکست کا سامنا ہوا، میدانِ جنگ ہاتھ آجانے کے بعد ابومسلم نے شامیوں کے حق میں امنِ عام کا اعلان کردیا(البداية والنهاية وفيه ربيع الآخر من السنة)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۶۵ھ:** میں ھارون الرشید نے روم پر چڑھائی کی (تقویمِ تاریخی ص۴۲)

مہدی نے اپنے دورِخلافت میں اپنے بیٹے کواپنے امیراور حاجب ربیع کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ فوج دے کر رومیوں پرحملہ آور ہونے کا حکم دیا، ھارون برابر رومیوں کوشکست دیتا ہوا اور قتل کرتا ہوا اوران کے شہروں کو غارت کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا، اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پرایک عورت غسطہ حکمران تھی جو قیصر الیوک کی بیگم تھی اوراپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکومت کررہی تھی، اس نے ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کرکے رومیوں کی طرف سے صلح کرلی، اور یہ شرط بھی قبول کرلی کہ قسطنطنیہ کے بازار میں مسلمانوں کی آمدورفت اورخرید وفروخت کی ممانعت نہیں کی جائے گی (تاریخِ اسلام ج۲ص۳۱۹ از اکبرشاہ خان صاحب)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۶۷ھ:** میں عباسی خلیفہ مہدی نے مسجدالحرام مکۃ المکرّمہ کی توسیع کرائی (تقویمِ تاریخی ص۴۲)

اس نے ۱۶۰ھ میں بھی تھوڑی توسیع کرائی تھی، ۱۶۷ھ میں اس نے قرب وجوار کے بہت سے مکانات خرید کرمنہدم کروادیئے، اسی طرح صفااوروادی کے درمیان جتنے مکانات تھے سب خرید کر منہدم کروادیئے، باب بنی سہم سے اس نے توسیع کرائی کیونکہ یہ سمت اونچی تھی (تاریخ المکۃ المکرّمہ ج۲ص۳۰۵)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ:** میں عباسی خلیفہ موسیٰ ھادی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۳)

وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی، عالمِ اسلام پراس وقت عباسیوں کا دورِحکومت تھا، موسیٰ

ھادی کی مدتِ حکومت ایک سال تین مہینے تھی، عیسیٰ آباد کے ایک باغ میں ان کو دفن کیا گیا، موسیٰ ھادی بیدار مغز، غیور، فیاض، بہادر اور سخت گیر حاکم تھا، اس نے اپنے دورِ حکومت میں دین واسلام کے باغی ملحدوں اور زندیقوں کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا، خاص طور پر مانی مذہب کی تو بہت سرکوبی کی، اگر یہ کچھ دنوں اور زندہ رہ جاتا تو اس مذہب کا نام ونشان ہی باقی نہ رہتا (مانی ایک ایرانی النسل شخص تھا زمانہ اسلام سے کئی سو سال پہلے فارس کی سلطنت میں ایک نئے نظریے کا علمبردار بن کر یہ اٹھ کھڑا ہوا بہت لوگ اس کے ساتھ ہوگئے، اس کے عجیب وغریب نظریات میں سے سب سے خطرناک اور تباہ کن نظریہ یہ تھا کہ انسانی نسل جب تک باقی رہے گی دنیا میں شر پھیلتا رہے گا، اور ظلمت کا نور سے التباس ہوتا رہے گا اس لئے وہ تجرد کی دعوت دیتا تھا، نکاح اور مرد وعورت کے ملاپ سے منع کرتا تھا تاکہ انسانی نسل کا سلسلہ آگے نہ چلے، یہ بہرام گور کا زمانہ تھا، بہرام گور نے اس کے تباہ کن نظریات اور سرعام اس کا پرچار کرنے پر اسے یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ یہ شخص دنیا کی تباہی کی دعوت دیتا ہے، لیکن اس کے نظریات کے اثرات کسی نہ کسی درجہ میں بہت عرصے تک لوگوں میں رہے ''ماخوز از انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر از مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ'' (البداية والنهاية ج۱۰، ثم دخلت سنة سبعين ومائةمن الهجرة النبويه، وهذا ذكر شئ من ترجمة الهادى، الكامل ج۵ ص ۲۷۲، العبر فى خبر من غبر ج ۱ ص ۲۵۸، تاریخِ اسلام ج۳ ص۱۱۰، از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ**: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید خلیفہ بنا (تقویمِ تاریخی ص۴۳)

ھارون الرشید دراصل خلیفہ موسیٰ ھادی کے بعد حکومت کے تخت پر بیٹھا، خلافت کے وقت اس کی عمر ۲۲ سال تھی، ھارون کا دورِ حکومت خلافتِ عباسیہ کا زرّیں دور تھا، دولتِ عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی، ہر حیثیت سے کمال تک پہنچ گئی تھی، اسی طرح ھارون کی سلطنت کا رقبہ بھی بڑا وسیع تھا، اور دنیا کے بڑے حصے سے شرعی خراج آتا تھا، اپنے دورِ حکومت میں ھارون نے عدل وانصاف کی فراہمی اور رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے (البداية والنهاية ج۱۰، ثم دخلت سنة سبعين ومائةمن الهجرة النبويه، خلافة هارون الرشيد من الهادى، الكامل ج۵ ص ۲۷۲، العبر فى خبر من غبر ج ۱ ص ۲۵۸، تاریخِ اسلام ج۳ ص۱۱۲ تا ۱۳۷، از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۴ھ:** میں حضرت عبداللہ بن لھیعۃ بن عقبہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
۹۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، مشرع بن ھاعان سے روایت کرتے ہیں، آپ مصر کے قاضی بھی رہے ہیں، آپ سے حضرت لیث اور حضرت مبارک رحمہما اللہ وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں (المنتظم ج ۹ ص ۴)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۶ھ:** میں مشہور محدث حضرت ابوعوانۃ الوضاح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ یزید بن عطا الیشکری رحمہ اللہ کے غلام تھے، آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۶۹)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۷ھ:** میں حضرت قاضی شریک رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۴۵)
آپ ابواسحاق رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور احکام وقوانین کو نافذ کرانے میں بہت مشہور تھے، ہفتہ کے دن وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ثم دخلت سنۃ سبع وسبعین ومائۃ میں وفات ماہِ ذیقعدہ میں لکھی ہے)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۹ھ:** میں امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کی ولادت ۹۴ھ میں ہوئی، آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ۱۳ برس چھوٹے تھے، طلبِ علم سے پہلے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ خاص اہمیت رکھتے ہیں، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ مالکی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، آپ کی تصانیف میں کتاب المؤطا بہت مشہور ہوئی، آپ نے تقریباً دس ہزار احادیث سے انتخاب کرکے مؤطا کو مرتب کیا، آپ زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہوگئے تھے، ۲۲ دن بیمار رہے اور ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ ہفتہ کے دن انتقال فرمایا اور مدینہ منورہ کے مشہور ومقبول قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۷۲، المنتظم ج ۹ ص ۴۵، سیرت ائمہ اربعہ ص ۹۸ تا ۱۴۰)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۸۲ھ:** میں حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کا شمار دنیائے علم کے عظیم فقہاء، محدثین، قاضیوں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہی تعلیم پائی، آپ کے والد کا سایہ جلد ہی آپ کے سر سے

اٹھ گیا تھا، اسی بناء پر آپ کی والدہ آپ کو دھوبی کے پاس لے گئیں، تا کہ آپ یہ پیشہ سیکھ کر گھر کی تنگدستی کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں، راستے میں آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں بھی جانا شروع کر دیا، سبق میں شمولیت کی پابندی کا اتنا اہتمام تھا کہ عام حالات میں غیر حاضری تو درکنار اپنے سگے بیٹے کی وفات پر بھی کفن دفن کی ذمہ داری رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے سپرد کر کے خود سبق میں شریک رہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ حافظہ اور حاضر دماغی کی دولت سے خوب نوازا تھا، مشہور مؤرخ ومحدث ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف بہت بڑے عالم بہت بڑے حافظ الحدیث تھے، آپ ھارون الرشید کے دور میں ساری اسلامی دنیا کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، ممالکِ اسلامیہ خصوصاً مشرقی ممالک خراسان، ماوراء النہر وغیرہ میں عہدہ قضا کے لئے آپ ہی قاضی نامزد ومقرر تھے، اس طرح فقہ حنفی کی ان سب ممالک میں ترویج واشاعت ہوئی، عبادت کا یہ عالم تھا کہ قاضی کا عہدہ اور اس کی مصروفیات کے باوجود روزانہ ۱۰۰ رکعت نوافل پڑھتے تھے (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۸۴، المنتظم ج ۹ ص ۸۰)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۱۸۷ھ**: میں مختلف اسباب کی وجہ سے خلیفہ ھارون الرشید کو برامکہ خاندان سے بدظن کیا گیا، یہاں تک کہ ھارون الرشید نے جعفر برمکی کو قتل کرا دیا، اور یحییٰ اور فضل کو قید کر دیا، خاندانِ برامکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا، ان کے محلات، باغات، جائیدادیں، نقد وجنس غرض سب کچھ ضبط کر لیا گیا، یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹوں نے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ اور ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں انتقال کیا (تقویمِ تاریخی ص ۴۷، تاریخِ اسلام ج ۳ ص ۱۲۸)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۱۹۵ھ**: میں حضرت محمد بن خازم ابومعاویہ التمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی، ولادت کے ۴ سال بعد آپ نابینا ہو گئے تھے، ۲۰ سال تک امام اعمش کی شاگردی اختیار کی، علمی مرتبہ میں آپ امام سفیان ثوری اور امام شعبہ رحمہما اللہ سے بھی اونچے تھے، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، بعض حضرات نے آپ کی وفات ماہِ صفر کے آخر میں بیان کی ہے (المنتظم ج ۱۰ ص ۲۲)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۲ھ**: میں حضرت شیخ القراء ابو محمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ العدوی البصری النحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امیر یزید بن منصور (جو کہ مہدی کا ماموں تھا) کے ساتھ رہتے اوران کے بیٹے کی تربیت کرتے تھے اس لئے آپ کو ''یزیدی'' کہا جاتا تھا، علمِ تجوید ابو عمرو المازنی رحمہ اللہ سے حاصل کیا، آپ سے ابو عبید، اسحاق الموصلی اور آپ کے بیٹے محمد رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، آپ کی کئی کتب مشہور ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: النوادر، المقصود والممدود، الشکل، نوادر اللغۃ، النحو، ۷۴سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی'' وقیل مات بمرو'' (سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۵۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابو زکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں، عیسیٰ بن طہمان، مالک بن مغول، فطر بن خلیفہ، یونس بن اسحٰق، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ، علی، ابوبکر بن ابی شیبہ، حسن بن علی الخلال، محمد بن رافع اور محمد بن عبداللہ المخرمی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت ابو اسامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> اپنے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے مرجع تھے، ان کے بعد ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں، ان کے بعد امام شعبی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں، ان کے بعد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے زمانے میں لوگوں کے مرجع تھے، امام ثوری رحمہ اللہ کے بعد حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ لوگوں کے مرجع تھے۔

حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کا شمار بڑے ائمہ میں ہوتا تھا، آپ سے جو احادیث مروی ہیں ان میں ایک روایت حضور ﷺ کی ہجرت سے متعلق بھی ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت فرمارہے تھے تو جب غارِ ثور کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا یارسول اللہ آپ ذرا ٹھہریئے میں پہلے جا کر غار کو صاف کردوں،ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو آپ کی انگلی کو کوئی چیز لگ گئی،آپ اپنی انگلی سے خون کو صاف کرتے ہوئے یہ شعر فرمارہے تھے: ؎

هَلُ أَنُتِ إِلَّا إِصُبَعٌ دَمِيُتِ وَفِيُ سَبِيُلِ اللّٰهِ مَا لَقِيُتِ

ترجمہ: تو نہیں ہے مگر ایک خون آلود انگلی ہے،اور یہ تجھے جو کچھ پیش آرہا ہے اللہ کے راستے میں پیش آیا ہے(سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۵۲۷،الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۶ ص۴۰۳،تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۳۶۰،تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۱۵۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ:** میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ اصلاً فارسی النسل تھے،حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی والدہ کا تعلق فارس سے تھا،ایمن بن نابل، ابان بن یزید العطار، ابراہیم بن سعد اورجریر بن حازم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں،امام احمد بن حنبل ،اسحاق بن منصور الکوسج،حجاج بن الشاعر،زید بن اخزم اورعبداللہ بن محمد المسندی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں،عمر بن شبہ فرماتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے اصبہان میں ابوداؤد سے چالیس ہزار احادیث اس طرح لکھیں کہ ابوداؤد کے ہاتھوں میں کتاب نہیں تھی،۷۲ سال کی عمر میں بصرہ میں وفات ہوئی’’وقیل مات فی سنة ۲۰۴ھ‘‘(تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۶۲،سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۳۸۴،تہذیب الکمال ج۱۱ ص۴۰۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۶ھ:** میں حضرت حجاج بن محمد المصیصی الاعور رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا اصل تعلق خراسان کے مشہور شہر ’’ترمذ‘‘ سے تھا، بعد میں آپ ’’مصیصہ‘‘ منتقل ہوگئے، اسرائیل بن یونس،حریز بن عثمان الرحی اورحمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ سے آپ نے حدیث روایت کی،امام احمد بن حنبل،حجاج بن یوسف الشاعر اورحسن بن محمد الصباح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کو احادیث صحیح اور بہت اچھے طریقے سے یاد

تھیں(طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۲۷، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۴۹، تهذیب الکمال ج ۵ ص ۴۵۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۴۵، التعدیل والتجریح ج ۱ ص ۵۲۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۲ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الفریابی الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ قیساریہ کے مقام کے رہنے والے تھے، یونس بن اسحاق، فطر بن خلیفہ، مالک بن مغول اورامام اوزاعی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، احمد بن حنبل، محمد بن یحییٰ، اسحاق الکوسج، سلمۃ بن شبیب اورابوبکر بن زنجویہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ خودفرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں انگوروں کے ایک گنجان باغ میں داخل ہوا تو میں نے ہر قسم کے انگور کھائے سوائے سفید انگور کے، سفید انگور میں سے میں نے بالکل نہیں کھایا، تو میں نے اس کا ذکر سفیان سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو علم الفرائض (میراث کے علم) کے علاوہ ہر فن میں مہارت حاصل ہوگی، کیونکہ میراث علم کا خلاصہ ہے جس طرح سفید انگور عام انگوروں کا خلاصہ ہے، بعد میں اسی طرح ہوا کہ امام فریابی رحمہ اللہ کو علم الفرائض میں اتنی مہارت حاصل نہیں ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۱۸، تهذیب الکمال ج ۳۲ ص ۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن رمح المہاجر بن محرز بن سالم مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

علم میں اونچا مقام حاصل ہونے کی ایک وجہ ماہر اساتذہ کا ہونا ہے، ان کے اساتذہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے اہلِ علم شمار ہوتے تھے، اوران کا اس زمانے میں بڑا نام تھا، جن حضرات سے آپ نے استفادہ کیا ان میں امام لیث بن سعد، عبداللہ بن لہیعہ اور مفضل بن فضالہ رحمہم اللہ جیسے حضرات سرِ فہرست ہیں، اسی طرح آپ کے شاگردوں کو بھی علمِ حدیث میں بڑا اونچا مقام حاصل ہے، امام مسلم بن حجاج، ابوداؤد السجستانی، حسن بن سفیان اور محمد بن زبان الحضرمی رحمہم اللہ نے آپ سے استفادہ کیا، آپ کے بھائی حکم بن رمح بن المہاجر رحمہ اللہ کو بھی علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہے(الاکمال لابنِ مأکولا ج ۱ ص ۳۱۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ**: میں حضرت ابوعثمان عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابان بن یزید، اسماعیل بن علیہ، اسود بن شیبان، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابراہیم بن اسحاق الحربی، ابراہیم بن مرزوق البصری، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے حاملین تو صرف پانچ حضرات ہی ہیں: امام مالک، ابنِ جریج، ثوری، شعبہ اور عفان، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم دس سال تک عفان کی خدمت میں رہے، آپ کی عمر ۸۵ سال تھی، امام ابوداؤد رحمہ اللہ آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے'' وفی قول توفی فی ربیع الآخر ''سیراعلام النبلاء ج۱۰ ص ۲۵۴، التعدیل والتجریح ج۳ص ۱۱۷۲، مغانی الاخیار ج۲ ص ۳۷۸'' (تہذیب الکمال ج۲۰ ص ۱۷۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۴ھ**: میں حضرت ابوایوب سلیمان بن حرب الواشحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

امام شعبہ، محمد بن طلحہ، ابنِ مصرف، وھیب بن خالد اور حوشب بن عقیل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، احمد بن سعید الدارمی، اسحاق بن راہویہ اور حسن بن علی الخلال رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ احادیث کے معاملہ میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، پہلے آپ مکہ کے قاضی تھے اس کے بعد آپ معزول کردیئے گئے، اور آپ بصرہ لوٹ آئے اور یہیں پر ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی، آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ۵۸ سال تک علمِ حدیث کو حاصل کیا اور حماد بن زید رحمہ اللہ کی خدمت میں ۱۳ سال تک رہا، آپ کی ولادت ۱۴۰ھ میں ہوئی'' وفی قول مات فی ربیع الآخر ''تہذیب التہذیب ج۴ص ۱۵۸، سیراعلام النبلاء ج۱۰ ص ۳۳۴، العبر فی خبر من غبر للذهبی ج۱ ص ۷۳، وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج۲ ص ۴۲۰، تہذیب الکمال ج۱۱ ص ۳۹۲، مغانی الاخیار ج۱ ص ۴۶۲'' (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ص ۳۰۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۶ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن التمیمی المنقری النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خراسان کی مشہور علمی شخصیت تھے، تابعین میں سے بعض حضرات مثلاً کثیر بن سلیم رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے، عبداللہ بن جعفر المخرمی، یزید بن المقدام، زہیر بن معایہ، مالک اورشریک القاضی رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام بخاری، امام مسلم، حمید بن زنجویہ، محمد بن نصر المروزی، احمد بن سیداورعثمان بن سعید الدارمی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۴۲ھ میں ہوئی، محمد بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کوخواب میں دیکھا تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میں کس سے حدیث روایت کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یحیٰی بن یحیٰی سے، یحیٰی الحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم خراسان کے فقہاء میں عبداللہ بن مبارک اور یحیٰی بن یحیٰی رحمہما اللہ کوشمار کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۵۱۷، تھذیب الکمال ج۳۲ص۳۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتصم باللہ فوت ہوا۔

اس کے لئے خلافت کی بیعت مامون کے دورِخلافت ہی میں رجب ۲۱۸ھ میں ہوئی، مامون کے زمانے میں مملکت کا جونظام قائم ہوا تھا معتصم نے اس کوقائم رکھا، البتہ اس نے فوج کے نظام کو بڑی ترقی دی جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کا موقع ملا، معتصم کے دورِخلافت کا بدترین دوروہ تھا جب اس نے معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پرظلم کے پہاڑتوڑے، اس کو "مثمن" کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ خلفائے بنوعباس میں آٹھواں خلیفہ تھا، اوراس کا دورِخلافت آٹھ سال اوراٹھارہ مہینے تھے، آٹھ لڑکے اورآٹھ لڑکیاں چھوڑیں، آٹھ بڑے بڑے شہراس نے فتح کئے، آٹھ دشمنوں (بابک، باعیش، مازیار، افشین، عجیف، قارون، رافضیوں کے قائد، زنادقہ کے قائد) کواس نے قتل کیا، آٹھ لاکھ دینار سرخ، آٹھ لاکھ دراہم سفید، آٹھ ہزار گھوڑے، آٹھ ہزار غلام، آٹھ ہزارلونڈیاں، آٹھ ہزارے گھوڑے اپنے پیچھے چھوڑے، اورآٹھ محل اس نے بنائے (الوافی بالوفیات لصفدی ج۲ ص۱۴۱، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۳۰۶، تاریخِ ملت ج۲ ص۲۸۲ تا ۳۱۴ ملخصاً، تاریخِ طبری ج۷ ص۳۱۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ**: میں حضرت ابونصر بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن بن عطاء بن ہلال المروزی الزاہد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''الحافی'' کے نام سے مشہور تھے، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض، مالک اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، ابراہیم الحربی، ابراہیم بن ھانئ اور عباس العنبر ی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''آپ کا تعلق خراسان سے تھا، اور بہت سے حضرات سے علمِ حدیث کو حاصل کیا، پھر اس کے بعد عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے، اور احادیث کی تعلیم چھوڑ دی اور بغداد میں وفات ہوئی'' کل عمر ۷۶ سال تھی اور ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۷۵، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۷ ص ۳۴۲، تاریخِ طبری ج ۷ ص ۳۱۴، تاریخِ دمشق ج ۱۰ ص ۱۸۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۹ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید الخزاعی الماخوانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آدم ابن ابی ایاس، اسماعیل بن ابی اویس، اسماعیل بن علیۃ، ایوب بن سلیمان بن بلال اور حفص بن حمید المروزی الاکافی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، احمد بن ابی الحواری (یہ آپ کے ہم عصر ہونے کے باوجود شاگرد ہیں) ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ، ابویعقوب اسحاق بن عاصم المصیصی، ایوب بن اسحاق سافری اور ابوزرعہ عبدالرحمان بن عمرو دمشقی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: جو چاہتا ہے کہ قبر کا علم حاصل کرے (یعنی قبر میں اس کے کام آئے) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلے اور جو چاہتا ہے کہ روٹیوں کا علم حاصل کرے (یعنی علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے) تو اس کو چاہئے کہ اپنی رائے پر عمل کرے (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۳۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۳ھ:** میں حضرت ابوزکریا یحیٰی بن ایوب المقابری البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اسماعیل بن جعفر، شریک، سعید بن عبدالرحمٰن الجحمی اور ابواسماعیل المؤدب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام احمد اور مسلم بن حجاج رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں آپ کی ولادت ۱۵۱ھ میں ہوئی، عبدالرحمٰن الاشہلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں ایک مرتبہ قبرستان گیا تو میں نے کسی کے گھٹ گھٹ کر رونے کی آواز سنی، تو میں آواز کے پیچھے گیا، تو دیکھا کہ یحییٰ بن ایوب ایک گڑھے کے اندر رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ:

یَاقُرَّةَ عَیْنِ الْمُطِیْعِیْنَ وَیَاقُرَّةَ عَیْنِ الْعَاصِیْنَ وَلِمَ لَاتَکُوْنُ قُرَّةَ عَیْنِ الْمُطِیْعِیْنَ وَاَنْتَ مَنَنْتَ عَلَیْهِمْ بِالطَّاعَةِ وَلِمَ لَاتَکُوْنُ قُرَّةَ عَیْنِ الْعَاصِیْنَ وَاَنْتَ سَتَرْتَ عَلَیْهِمْ بِالذُّنُوْبِ.

’’اے اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اے نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اور تو اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو حالانکہ تو نے ان پر اطاعت میں لگے رہنے کا احسان فرمایا ہے، اور تو نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو حالانکہ تو نے ان کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے‘‘

وہ یہ دعا بار بار پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے، تو مجھ پر بھی رونے کا غلبہ ہو گیا، انہوں نے میرا موجود ہونا محسوس کر لیا تو مجھ سے فرمایا شاید کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے خیر کے ساتھ بھیجا ہو‘‘

’’وقیل مات فی سنة ۲۳۴ھ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۸۷، تہذیب الکمال ج ۳۱ ص ۲۴۱)‘‘ (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۸، طبقات الحنابلہ لابنِ ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۶۱، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۱ھ**: میں حضرت امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الذھلی الشیبانی المروزی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا اصل تعلق بصرہ سے تھا لیکن جب خراسان فتح ہوا اور وہاں کے شہر ’’مَرْو‘‘ میں عرب کے قبائل آباد کئے گئے اور ان کو وہاں جاگیر اور زمین دی گئی تو آپ کے خاندان والے بھی ’’مَرْو‘‘ میں آباد ہو گئے اور وہیں پر مستقل رہنے لگ گئے، بعد میں آپ کے والد کسی وجہ سے ’’مرو‘‘ سے ترکِ وطن کر کے بغداد چلے آئے اور آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ان کا انتقال ہو گیا، والدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سولہ سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی اور سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے حدیث لکھی، زمانۂ

طالب علمی میں حدیث پر عمل کا اتنا اہتمام تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے جو حدیث لکھی اس پر عمل کیا'' آپ نے چالیس سال تک تحصیلِ علم کے بعد با قاعدہ مجلسِ درس قائم کی اور فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ حنبلی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، جس زمانہ میں امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں حلقہ درس لگاتے تھے، اس زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کو یمن کے لئے قاضی کی ضرورت تھی اس نے امام شافعی رحمہ اللہ سے عرض کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ کا نام پیش کرنا چاہا لیکن آپ نے علم میں مشغولی کی وجہ سے انکار کر دیا، عباسی خلفاء مامون، معتصم، واثق کے دورِ خلافت میں معتزلہ کو بڑا زور حاصل ہوا تھا اور خلیفہ کے دربار میں ان کو بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا، اپنے دور کے مشہور مسئلہ قرآن مجید کو مخلوق نہ کہنے کے جرم کی پاداش میں معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے مامون نے امام احمد رحمہ اللہ کو قید کر لیا تھا، مامون کے بعد معتصم کے دورِ خلافت میں بھی آپ قید میں رہے، یہاں تک معتصم نے بھرے دربار میں امام صاحب کو اپنے سامنے کوڑے لگوائے اور سخت سے سخت سزا دی، محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے مارے جاتے تو وہ چیخ جاتا، بعد میں معتصم نے ایک سیاست کے تحت آپ کو رہا کر دیا، امام احمد رحمہ اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا تھا، خلیفہ واثق باللہ نے جب اپنے دورِ خلافت میں آپ سے معتصم باللہ کی معافی کے بارے میں سفارش کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے معتصم کے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اس کو معاف کر دیا تھا، نو دن بیمار رہ کر جمعہ کے دن ۱۲/ ربیع الاول کو آپ کا انتقال ہوا، بغداد میں آہ وبکا کا ہنگامہ برپا ہو گیا، جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ نکالا گیا، میدان کے علاوہ لوگوں نے دریائے دجلہ میں کشتیوں میں، بازاروں، گلی کوچوں میں نمازِ جنازہ پڑھی، تقریباً چھ لاکھ افراد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، آپ کی وفات کا عجیب اثر یہ تھا کہ اسی دن ۲۰ ہزار یہودی، نصرانی اور مجوسی مسلمان ہوئے، امام احمد رحمہ اللہ کی حدیث میں مسندِ احمد کے نام سے مشہور کتاب ہے جو آپ نے دولاکھ احادیث میں سے تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے لکھی ہے'' وفی قول مات فی ربیع الآخر (تہذیب التہذیب ج ا ص ۶۵)'' (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۸۲، تھذیب التھذیب

ج ۱ ص ۴۶۵،تھذیب الکمال ج ۲ ص ۴۳۳،تھذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۱۴۴،سیرتِ ائمہ اربعہ ص ۱۸۶ تا ۲۵۴ ملخصاً،تاریخِ دمشق ج ۵ ص ۲۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۳ھ**: میں حضرت ابوالسری ھناد بن السری بن مصعب التمیمی الدارمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوالاحوص، شریک بن عبداللہ، اسماعیل بن عیاش اور عبثر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ھناد رحمہ اللہ کثرت سے رویا کرتے تھے، ایک دن قرآن مجید کی قرأت سے فارغ ہوئے اور مسجد تشریف لے گئے اور زوال تک نماز پڑھتے رہے اور میں ان کے ساتھ مسجد میں ہی رہا پھر اپنے گھر لوٹ گئے اور وضو کیا اور واپس مسجد آئے اور ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر اسی کیفیت پر کھڑے ہوگئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے جس میں رونے کی وجہ سے آپ آواز بھی بلند ہوجاتی تھی پھر ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور قرآن مجید اٹھا کر تلاوت شروع کردی یہاں تک کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، میں نے اِن کے بعض پڑوسیوں سے پوچھا کہ یہ کتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں، تو ان کے پڑوسیوں نے کہا کہ ان کی دن کی عبادت کا یہ حال ستر سال سے ہے، اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھ لو تو تمہیں تو بہت تعجب ہوگا، آپ کی ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی'' وقیل مات فی ربیع الآخر (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۶۳،سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۶۶،تھذیب الکمال ج ۳۰ ص ۳۱۳،تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۰۸،مغانی الاخیار ج ۵ ص ۲۱۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابوعمرو حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف الاموی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ایک بڑے فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے، اشہب بن عبدالعزیز، ابنِ وھب، ابنِ عیینہ اور عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی اور ابو یعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، خطیب فرماتے ہیں: آپ فقیہہ آدمی تھے اور امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے اور حدیث میں آپ ثقہ سمجھے جاتے ہیں، عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو خلقِ قرآن کے مسئلہ میں کچھ عرصہ تک قید میں رکھا، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، حسین بن

عبدالعزیز الجروری فرماتے ہیں کہ ”ایک شخص بہت گناہگار تھا، جب وہ فوت ہوا تو اس کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا میں میرے رب نے مجھے بخش دیا کیونکہ حارث بن مسکین میرے جنازے میں شریک ہوئے تھے اورانہوں نے میرے لئے شفاعت طلب کی تھی، چنانچہ میری مغفرت کردی گئی (طبقات الحفاظ للسیوطی ج ا ص ۴۳، وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج ۲ ص ۵۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۴، سیراعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۸۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابو ہاشم زیاد بن ایوب بن زیاد الطّوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا لقب ”دلویہ“ تھا، اصلاً آپ طوس کے باشندے تھے، آپ کی ولادت ۱۶۶ھ میں ہوئی، ۱۸۱ھ میں علمِ حدیث حاصل کرنا شروع کیا، ہشیم بن بشیر، ابوبکر بن عیاش، زیادہ بن عبداللہ البکائی، معتمر بن سلیمان، عباد بن العوام، عبداللہ بن ادریس اور اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، جبکہ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابوالقاسم البغوی، احمد بن علی الجوز جانی اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کو علمِ حدیث میں خصوصی مہارت کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ”شعبۃ الصغیر“ کہا جاتا تھا، اورامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”علمِ حدیث زیاد بن ایوب سے حاصل کرو کیونکہ یہ شعبۃ الصغیر ہیں“

امام ابواسحاق الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”روئے زمین پر احادیث کے معاملے میں زیاد بن ایوب سے زیادہ کوئی ثقہ نہیں“

آپ سے مروی ایک حدیث میں حضورﷺ نے یہ دعا ارشاد فرمائی:

کہ اے اللہ میری امت کے صبح کے وقت میں برکت ڈال دیجئے (اورراوی فرماتے ہیں کہ) حضورﷺ جب بھی کوئی جماعت یا کوئی لشکر کسی مہم کی طرف روانہ فرماتے تھے تو ہمیشہ صبح سویرے ہی اُسے روانہ فرمایا کرتے تھے (حدیث کے راوی حضرت صخر رضی اللہ عنہ تجارت پیشہ صاحب تھے جو صبح صبح ہی اپنے غلاموں کو سامانِ تجارت دے کر روانہ

کیا کرتے تھے، جس سے وہ دولتمند ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ان کا مال کافی زیادہ ہوگیا)'' (ترمذی)

(سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۱۲۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۲، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۶۰، تہذیب الکمال ج۹ ص ۴۳۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابوعمر حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مسلکِ مالکی کے ایک بہت بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے، آپ کی ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی، آپ نے حضرت لیث رحمہ اللہ کی بھی زیارت کی، ابن القاسم، ابن وہب، ابنِ عیینۃ، اشہب اور یوسف بن عمر رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، احمد بن الحارث (یہ آپ کے بیٹے ہیں) عبداللہ بن احمد، یعقوب بن شیبہ اور ابویعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو فتنہ خلقِ قرآن کے ابتلاء کے زمانے میں بغداد بلوایا، لیکن آپ نے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر مامون کی بات نہیں مانی اور اسی بات پر ڈٹے رہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، اس کی پاداش میں مامون نے آپ کو قید کردیا، مامون کے بعد جب جعفر المتوکل خلیفہ بنا تو اس نے آپ کو رہا کیا، آپ نے کچھ عرصہ بغداد میں حدیث کی تعلیم دی، اس کے بعد مصر لوٹ آئے (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۸ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فرس بن ذؤیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوعبداللہ الذہلی کے نام سے مشہور تھے، آپ کو آپ کے علمی مرتبہ کی وجہ سے عالم اہل المشرق کہا جاتا تھا، اسی طرح خراسان کے محدثین کے امام کے لقب سے بھی آپ مشہور تھے، حفص بن عبداللہ، حفص بن عبدالرحمٰن، حسین بن ولید، علی بن ابراہیم البنانی، مکی بن ابراہیم اور علی بن حسن بن شفیق رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اس کے علاوہ خراسان، بغداد، کوفہ، واسط، مدینہ، یمن، مصر، جزیرۃ میں آپ کے اساتذہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، آپ کو نیشاپور میں اسی طرح کا مقام ومرتبہ حاصل تھا جس طرح کا مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ کو بغداد میں اور امام مالک رحمہ اللہ کو مدینہ

میں حاصل تھا، سعید بن ابو مریم، ابوجعفر النفیلی، عبداللہ بن صالح، عمرو بن خالد، محمود بن غیلان، محمد بن سہل بن عسکر، محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن اسحاق الصاغانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جب آپ کی وفات ہوئی تو میدانِ حسین نامی جگہ میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا، اورخراسان کے امیر محمد بن طاہر بھی آپ کے جنازے میں شریک ہوئے، ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے علی بن المدینی نے فرمایا کہ ''تم (عظیم محدث) امام زہری کے وارث ہو'' امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ اپنے زمانے کے امام تھے'' امام ابوبکر بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ امیرالمومنین فی الحدیث ہیں'' حضرت ابوعمرو احمد بن نصر الخفاف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے محمد بن یحییٰ کو (فوت ہونے کے بعد) خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا، میں نے پوچھا کہ آپ نے جو احادیث روایت کی ان کا کیا معاملہ ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان احادیث کو سونے کے پانی کے ساتھ لکھا گیا، اور ان کو علیین مقام پر پہنچایا گیا (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۳۲، سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۸۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۳ھ**: میں حضرت ابونعیم فضل بن عبداللہ بن مخلد بن ربیعۃ الجرجانی المخلدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ہارون بن محمد بن بکار بن بلال، عباس بن ولید بن صبح الخلال، ہشام بن خالد، قتیبۃ بن سعید، احمد بن سعید الدارمی اور عیسیٰ بن حماد زغبہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابنِ عدی، ابوالحسین الرازی، زبیر بن عبدالواحد الاسد اباذی، ابوبکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی، ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی اور ابوبکر محمد بن احمد بن العوام الجرجانی رحمہم اللہ، آپ سے مروی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جس نے کسی بدعتی آدمی کو عزت دی اس نے اسلام کو گرانے پر اعانت کی'' (المعجم الاوسط للطبرانی)

پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ دمشق ج۴۸ ص ۳۴۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوقبیصہ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عمارۃ بن قعقاع

البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سعدویہ الواسطی، عاصم بن علی اور سعید بن محمد الجرمی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن السماک، ابوبکر الشافعی اور خطبی رحمہم اللہ، اسماعیل الخطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوقبیصہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ نے کس دن تلاوت کی (کیونکہ یہ تیز قرآن پڑھنے میں مشہور تھے) تو ابوقبیصہ نے اس بات کو ٹال دیا اور مجھے جواب نہیں دیا، میں نے جب زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا ''کہ میں نے گرمیوں کے دنوں میں ایک دن میں چار قرآن مجید ختم کیے، اور پانچویں ختم میں جب میں سورہ التوبۃ میں پہنچا تو عصر کی اذان ہورہی تھی'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۹۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۹۱ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن نضر بن سلمہ بن جارود العامری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوبکر الجارودی کے نام سے مشہور تھے، احمد بن ابراہیم الدورقی، احمد بن حفص بن عبداللہ السلمی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن بہرام، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری اور حمید بن مسعدۃ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، نسائی، ابوعمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص الخیری، ابوالعباس احمد بن محمد بن عامر بن المعمر الازدی، عبدالرحمان بن ابوحاتم الرازی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حضرت حکم ابوعبداللہ فرماتے ہیں: ''ابوبکر الجارودی اپنے زمانے کے شیخ اور علماء کی آنکھوں کا تارا تھے'' بدھ کی رات وفات ہوئی، ابوعمرو الخفاف رحمہ اللہ نے میدان الحسین نامی جگہ میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور امیرِ شہر احمد بن اسد آپ کے جنازے میں شریک ہوئے اور واپس پیدل تشریف لے گئے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۵۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۷، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۳۳)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن العباس بن واضح بن سوار بن عبد الرحمٰن بن عبیداللہ بن احمد بن الولید نسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مشہور شخصیت عباس بن علی رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور بغداد میں رہتے تھے، اور بغداد میں ہی

حدیث کا فیض پھیلایا، ۱۵ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی، اور ''مقبرہ خزاعہ'' میں مدفون ہوئے، عبیداللہ بن عمر قواریری، ہناد بن سری، شریح بن یونس، حسن بن حماد سجادہ، محمد بن قدامہ جوہری، ہارون بن عبداللہ بزاز، حسن بن علی بن اسود عجلی اور یوسف بن موسیٰ قطان رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی خطبی، ابوبکر بن جعابی، محمد بن احمد بن یحییٰ عطشی، محمد بن حسن یقطینی اور عیسیٰ بن حامد رخجی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، خزاعہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخ بغداد ج۳ص ۶۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ**: میں حضرت ابوالعباس محمد بن شادل بن علی ہاشمی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابومصعب زہری، اسحاق بن راہویہ، محمد بن سلیمان لوینا، عمرو بن زرارہ، ہناد بن سری، حسین بن ضحاک، احمد بن حرب، ابومروان عثمانی، اور حرملہ بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، علی بن عیسیٰ، احمد بن خضر شافعی، عبداللہ بن سعد حافظ، احمد بن سہل انصاری، قاضی یوسف میانجی اور ابواحمد حاکم رحمہم اللہ، حضرت طاہر بن احمد الوارق فرماتے ہیں کہ آج ابوالعباس بن شادل کی وفات ہوگئی، اور آپ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، وفات سے بیس سال پہلے آپ کی قوتِ بینائی چلی گئی تھی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص ۲۶۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ**: میں شیخ الحنابلہ حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خلال کے لقب سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۳۴ھ میں ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے امام احمد رحمہ اللہ کی زیارت کی ہے، لیکن فقہ کی تعلیم آپ نے امام احمد رحمہ اللہ سے حاصل نہیں کی، بلکہ ان کے بہت سے شاگردوں سے فیض حاصل کیا، اور امام ابوبکر مروذی رحمہ اللہ سے خصوصی طور پر علم حاصل کیا، اس کے علاوہ حسن بن عرفہ، سعدان بن نصر، یحییٰ بن ابی طالب، حرب بن اسماعیل کرمانی، یعقوب بن سفیان فسوی، احمد بن ملاعب، عباس محمد دوری، ابوداؤد سجستانی، علی بن سہل بن مغیر بزاز، احمد بن منصور رمادی، ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ ناقد، ابوجعفر محمد بن عبیداللہ بن منادی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، حسن بن ثواب مخرمی، ابوالحسن میمونی، ابراہیم بن اسحاق حربی، محمد

بن عوف طائی، اسحاق بن سیار نصیبی اور ابوبکر صاغانی رحمہم اللہ بھی آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، آپ نے فقہ حنبلی کی تعلیم کے لئے فارس، شام، جزیرہ کے علاقوں کے اسفار کیے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے فتاویٰ حاصل کیے، اور اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز کے بغیر علم حاصل کیا، اور خوب حاصل کیا، آپ نے امام احمد رحمہ اللہ کے کلام پر ایک کتاب بھی تصنیف دی، جس کا نام ''الجامع فی الفقہ'' ہے، جو کہ بیس جلدوں میں تھی، اور ''العلل'' تین جلدوں میں تصنیف فرمائی، آپ نے فقہ حنبلی کو مدون فرمایا، آپ سے پہلے کسی نے فقہ حنبلی کو اس انداز سے مرتب نہیں کیا، آپ کی تدفین آپ کے محبوب استاذ ابوبکر مروذی رحمہ اللہ کے پہلو میں ہوئی، ابوبکر حمزہ بن قاسم ہاشمی رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۹۸، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۱۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن بشار الزاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ صالح بن احمد بن حنبل، ابوبکر مروذی رحمہما اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوالحسن احمد بن محمد بن مقسم مقری، علی بن محمد بن جعفر بجلی اور علی بن احمد بن مویہ حلوانی مؤدب رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن مقسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن بن بشار سے سنا (اور ان کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے بارے میں کوئی بات کرنی ہوتی، تو اپنا نام نہیں لیتے، بلکہ یوں فرماتے) کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں، ان کا حال اس طرح ہے، اس طرح ہے، ایک دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جس نے تیس سال سے کبھی ایسا کلام نہیں فرمایا، جس پر معذرت کی ہو (یعنی سوچ سمجھ کر ضروری کلام فرمایا ہے) ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ کس طرح ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح تم چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو، اسی طرح چھپ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی کرو، یہاں تک تمہارے دل میں نیکی کی اہمیت بیٹھ جائے (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۶۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر سامری خرائطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] قال ابن ماکولا: صنف الکثیر، وکان من الاعیان الثقات.
وقال الخطیب: کان حسن الاخبار، ملیح التصانیف

آپ کی مشہور کتابیں درجِ ذیل ہیں:

مکارم الاخلاق، مساوئ الاخلاق، اعتلال القلوب

حسن بن عرفہ، علی بن حرب، عمر بن شبہ، سعدان بن نصر، سعدان بن یزید، حمید بن ربیع، احمد بن منصور رمادی، احمد بن بدیل اور شعیب بن ایوب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوسلیمان بن زبر، ابوعلی بن مہنا دارنی، محمد بن موسیٰ سمسار، احمد بن موسیٰ سمسار، قاضی یوسف میانجی، عبدالوہاب کلابی اور محمد بن احمد بن عثمان بن ابی الحدید رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، دمشق اور عسقلان میں آپ نے حدیث کی تعلیم دی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۶۸، تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۴۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ**: میں حضرت ابوعلی حسین بن قاسم بن جعفر بن محمد بن خالد بن بشر کوکبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۱]

احمد بن ابی خیثمہ، محمد بن موسیٰ دولابی، عبداللہ بن ابی سعد وراق، ابوالعیناء ضریر، ابوبکر بن ابی الدنیا، حسین بن فہم، حسن بن علیل عنزی اور اسحاق بن محمد نخعی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن دارقطنی، ابوالعباس بن مکرم، معافی بن زکریا اور اسماعیل بن سعید بن سوید رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج۸ ص۸۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ**: میں حضرت عباسی خلیفہ الراضی باللہ کی وفات ہوئی، ان کا پورا نام اس طرح ہے، محمد بن جعفر بن احمد بن ابواحمد الموفق بن جعفر المتوکل بن محمد المعتصم بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ان کی کنیت ابوالعباس تھا، ولادت رجب ۲۹۷ھ میں ہوئی، اور اپنے چچا ابومنصور کی وفات کے بعد جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں ان کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۴۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ**: میں حضرت عباسی خلیفہ المتقی باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔ ان کا پورا نام ابراہیم بن جعفر بن احمد بن ابواحمد الموفق بن جعفر المتوکل بن محمد المعتصم بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہے، اور ابواسحاق کنیت ہے، اپنے بھائی راضی باللہ کے بعد ان کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، تین سال

---

[۱] قال الخطیب: وما علمت من حالہ الا خیرا.

گیارہ مہینے ان کی خلافت رہی، اور صفر ۳۲۳ھ میں وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۵۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ:** میں شیخ الصوفیہ حضرت ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

محمد بن عمر وقشمرد، ابوعبداللہ بوشنجی رحمہم اللہ سے اپنے شہر میں، ابوخلیفہ جمحی رحمہ اللہ سے بصرہ میں، جعفر فریابی رحمہ اللہ سے بغداد میں، محمد بن ایوب بجلی رحمہ اللہ سے رَے میں، حسین بن ادریس رحمہ اللہ سے ہرات میں، ابنِ مجاشع رحمہ اللہ سے جرجان میں، عبدان رحمہ اللہ سے اھواز میں، حسن بن سفیان سے نیشاپور میں، محمد بن جعفر قتات رحمہ اللہ سے کوفہ میں، ابویعلیٰ رحمہ اللہ سے موصل میں، ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ سے مصر میں، فضل انطا کی رحمہ اللہ سے شام میں اور فضل جندی رحمہ اللہ سے مکہ میں حدیث کی سماعت کی، ابوبکر بن ابی داؤد، ابنِ صاعد، ابنِ عقدہ، حاکم، ابنِ مندہ، ابنِ جمیع اور یحیٰی بن ابراہیم مزکی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فرماتے ہیں کہ قحط کے دنوں میں بصرہ میں تھا، اور میں نے چالیس دن تک روزانہ صرف ایک روٹی کھائی، جب مجھے بھوک لگتی تو میں سَیر ہونے کی نیت سے سورہ یٰسین پڑھتا، اس کی برکت سے میری بھوک ختم ہوجاتی، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۲۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ:** میں حضرت ابوالقاسم علی بن محمد بن ابوالفہم تنوخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ فقہ حنفی کے بڑے امام شمار ہوتے ہیں، حسن بن احمد بن حبیب کرمانی، احمد بن خلید حلبی، احمد بن محمد بن ابی موسیٰ انطا کی، انس بن سالم خولانی، حسین بن احمد بن ابراہیم بن فیل، فضل بن محمد عطار، حسین بن عبداللہ قطان رقی، احمد بن عبداللہ بن زیاد جبلی، محمد بن حصن آلوسی، حسن بن طیب شجاعی، عمر بن ابی غیلان ثقفی، محمد بن محمد باغندی، حامد بن شعیب بلخی، ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر بن ابی داؤد رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوحفص بن آجری، ابوالقاسم بن ثلاج رحمہما اللہ آپ

---

[1] قال الذهبی: كان صدوقا حسن المعرفة، من أوعية العلم، وكان فی التأله صنفا آخر.
قال أبو الفتح القواس :سمعت منه، وكان يقال :إنه من الاولياء
وسئل الدارقطنی عنه، فقال :فاضل ثقة

سے روایت کرتے ہیں، بصرہ میں منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور بدھ کے دن آپ کی تدفین ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۷۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ**: میں حضرت ابوالفضل بکر بن محمد بن علاء قشیری بصری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث کی مشہور کتاب ''المؤطا'' احمد بن موسیٰ سامی اور ابو مسلم کجی رحمہما اللہ سے سنی، فقہ مالکی پر آپ کی کئی تصانیف ہیں، مصر میں رہتے تھے، حسن بن رشیق، عبداللہ بن محمد بن اسد قرطبی اور عبدالرحمٰن بن عمر نحاس رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۹۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ**: میں حضرت ابوعثمان احمد بن عبداللہ بن یزید بن السماک بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ ابن السماک کے نام سے مشہور تھے، ابوجعفر محمد بن عبیداللہ بن منادی، احمد بن عبدالجبار عطاردی، حنبل بن اسحاق، حسین بن محمد بن ابی معشر، محمد بن حسین حنینی، عبدالرحمٰن بن محمد بن منصور حارثی، یحییٰ بن ابی طالب اور حسین بن مکرم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، دارقطنی، ابنِ شاہین، ابنِ مندہ، حاکم، ابوعمر بن مہدی، ابنِ رزقویہ، ابوالحسین بن بشران، ابوالحسین بن فضل اور ابوعلی شاذان رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور ہفتہ کے دن تدفین ہوئی، پچاس ہزار افراد آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے، آپ کے بیٹے محمد نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور ''باب الدیر'' کے مقبرہ میں دفن ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۴۵) (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۰۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۶۵ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن جعفر بن محمد بن سلم بن راشد ختلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

ابو مسلم کجی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، یعقوب بن یوسف مطوعی، محمد بن یوسف بن ترکی، ادریس بن

---

[1] قال الدارقطنی :شیخنا أبو عمرو، کتب عن العطاردی ومن بعده، وکتب المصنفات الطوال بخطه، وکان من الثقات .

وقال الخطیب :کان ابن السماک ثقة ثبتا.

[2] قال الخطیب: کان صالحا دینا مکثرا ثقة ثبتا .

عبدالکریم مقری، محمد بن فضل وصیفی، محمد بن موسیٰ بربری، احمد بن آبار، ابوخلیفہ جمی اور جعفر فریابی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ، محمد بن ابی الفوارس، علی بن احمد بن عمر مقری، علی بن عبدالعزیز طاہری، ابوبکر برقانی، ابونعیم اصبہانی، علی بن محمد بن عبداللہ حذاء، محمد بن عمر بن بکیر، محمد بن عبدالواحد بن رزمہ بزار اور احمد بن محمد بن عبداللہ کاتب رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت یکم/ جمادی الاولیٰ بدھ کے دن ۲۷۸ھ میں ہوئی، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور خیزران کے مقبرہ میں تدفین ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۷۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۷۵ھ**: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن عمر بن حسن بن عبید بن عمرو بن خالد بن رفیل سلمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی [1]

آپ کے اجداد میں رفیل نامی بزرگ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن زہری، قاضی ابومحمد بن معروف، اسماعیل بن سوید، محمد بن اخی میمی، عیسیٰ بن وزیر اور ابوطاہر مخلص رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوبکر خطیب، ابوعلی بردانی، قاسم بن طاہر معقلی، محمد بن مطر عباسی، ابوسعد مبارک بن علی مخرمی، ابوالحسن زاغونی، ابوعبداللہ حمیدی، ابوالغنائم نرسی، ھبۃ اللہ بن محمد رفیلی، محمد بن محمد سلال، ابومنصور عبدالرحمٰن بن محمد قزاز اور ابومنصور محمد بن عبدالملک بن خیرون رحمہم اللہ، آپ کی وفات ۹/ جمادی الاولیٰ ۴۶۵ھ میں ہوئی (سیراعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۱۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۷۶ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوزان بن عبدالملک بن طلحہ قشیری خراسانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [2]

---

[1] قال الذهبي: ابن المسلمة الشيخ الامام، الثقة، الجليل، الصالح، مسند الوقت............ كان صحيح الاصول، كثير السماع، جميل الطريقة.

قال أبو الفضل بن خيرون :كان ثقة صالحا .وقال أبو سعد السمعاني :سمعت إسماعيل بن الفضل الحافظ يقول :أبو جعفر ثقة محتشم.

[2] قال الذهبي:القشيرى الامام الزاهد، القدوة، الاستاذ .

وقال أبو بكر الخطيب :كتبنا عنه، وكان ثقة، وكان حسن الوعظ، مليح الاشارة، يعرف الاصول على مذهب الاشعرى، والفروع على مذهب الشافعي.

ابوالحسین احمد بن محمد خفاف، ابونعیم عبدالملک بن حسن اسفرایینی، ابوالحسن علوی، عبدالرحمٰن بن ابراہیم مزکی، عبداللہ بن یوسف، ابوبکر بن فورک، ابونعیم احمد بن محمد، ابوبکر بن عبدوس سلمی اور ابنِ باکو یہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبداللہ بن عبدالکریم، عبدالواحد بن عبدالکریم، ابونصر عبدالرحیم، عبدالمنعم، زاہر شحامی، وجیہ، محمد بن فضل فراوی، عبدالوھاب بن شاہ، عبدالجبار بن محمد خواری، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بحیری اور ابوالاسعد ھبۃ الرحمٰن رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، جس وقت آپ کے والد کی وفات ہوئی، آپ ابھی بچے تھے، اس وقت آپ کو مشہور ادیب ابوالقاسم یمنی کے حوالے کردیا گیا، جنہوں نے آپ کو آداب سکھائے۔

آپ کی کئی تصانیف میں سے چند کے ایک کے نام یہ ہیں:

نحو القلوب، لطائف الاشارات، الجواهر، احكام السماع، عيون الاجوبة فى فنون الاسولة، المناجاة، المنهى فى نكت اولى النهى.

(سیراعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۳۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۷۷ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن عبدالغفار فارسی فسوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی [۱]

۸۹ سال کی عمر پائی، بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کئی نافع کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

الحجة فى علل القراء ات، الايضاح، التكملة.

(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص۳۸۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۷۸ھ**: میں حضرت خراسان کے محدث ابواحمد محمد بن محمد بن احمد اسحاق نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا [۲]

آپ مشہور کتاب ''الکنیٰ'' کے مصنف ہیں، جو کئی جلدوں میں ہے، احمد بن محمد ماسرجسی، محمد بن شادل، ابنِ خزیمہ، ابوالعباس سراج، ابوبکر محمد بن محمد باغندی، عبداللہ بن زیدان بجلی، ابوجعفر محمد بن حسین خثعمی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، محمد بن ابراہیم فیض غسانی، محمد بن خریم، ابوالطیب حسین

---

[۱] قال الذهبى: أبو على الفارسى إمام النحو......وكان فيه اعتزال.

[۲] قال الذهبى: أبو أحمد الحاكم الامام الحافظ العلامة الثبت، محدث خراسان......وكان من بحور العلم.

بن موسیٰ رقی، ابوعروبہ حرانی، ابوالجہم احمد بن حسین بن طلاب، محمد بن احمد بن سلم رقی اور ابوالحسن حامد بن جوصا رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوعبداللہ حاکم، ابوعبدالرحمٰن سلمی، محمد بن علی اصبہانی جصاص، محمد بن احمد جارودی، ابوبکر احمد بن علی منجویہ ابوحفص بن سرور، صاعد بن محمد قاضی، ابوسعد محمد بن عبدالرحمٰن کنجروذی اور ابوعثمان سعید بن محمد بن محمد بجیری رحمہم اللہ، ۹۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۷۶، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۷۷)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۳۸۰ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بن حمدان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۱]
آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عمر بن ابی غیلان، عبداللہ بن زیدان بجلی، ابوالقاسم بغوی اور محمد بن حسین اشنانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوالقاسم ازہری، ابومحمد خلال، علی بن محسن اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۹۷، تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۱۵)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۳۸۱ھ**: میں حضرت ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد ازہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۲]
جعفر بن محمد فریابی، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، احمد بن محمد بن ہیثم دقاق، ابراہیم بن شریک اسدی، ابراہیم بن عبداللہ بن ایوب مخرمی، احمد بن جعفر بلخی وراق، احمد بن عبداللہ بن سابور، ابوالقاسم بغوی، عبیداللہ بن عثمان عثمانی اور محمد بن ہارون بن مجدر رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، برقانی، محمد بن حسین حرانی، ابومحمد خلال، ازہری، عبدالعزیز ازجی، حسین جعفر سلماسی، عتیقی، ابوعبداللہ صیمری، ابوالقاسم تنوخی اور احمد بن عمر بن روح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ازہری فرماتے ہیں کہ آپ مجاب الدعوات تھے، جمادی الاخریٰ ۲۰۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی "وذكر محمد بن أبى الفوارس وفاته فى ربيع الآخر"
(تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۶۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۹۳)

---

[۱] قال الذهبى: محمد بن إبراهيم ابن حمدان، الامام المسند......وثقه الخلال.
[۲] قال الخطيب: كان ثقة ...... سمعت الأزجى يقول حدثنا أبو الفضل عبيد الله بن عبد الرحمن الزهرى الشيخ الثقة الرضى وسمعته ذكره مرة أخرى فقال شيخ ثقة مجاب الدعاء قال لى الأزهرى أبو الفضل الزهرى ثقة أخبرنا التنوخى قال سأل أبى أبا الحسن الدارقطنى وأنا أسمع عن أبى الفضل الزهرى فقال هو ثقة صدوق صاحب كتاب وليس بينه وبين عبد الرحمن بن عوف إلا من قد روى عنه الحديث سمعت البرقانى سئل عن أبى الفضل الزهرى فقال ثقة.
قال الذهبى: الزهرى الشيخ العالم الثقة العابد، مسند العراق (سير اعلام النبلاء)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۸۵ھ:** میں حضرت ابو بشر احمد بن محمد بن جعفر ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، عبداللہ بن جعفر جابری رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری رحمہ اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فقہ شافعی کے بڑے فقیہ شمار ہوتے تھے، اور امیر المومنین قادر باللہ کو خلافت سے قبل فقہ شافعیہ کا درس دیتے تھے، آپ کی ولادت ھرات میں ۳۲۸ھ میں ہوئی، منگل کے دن ۱۷ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۵ص ۸۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۹۳ھ:** میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن یحییٰ بن حلبس بن عبداللہ بن یحییٰ بن عبداللہ بن حارث مخزومی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [۱]

ابوبکر بن ابی داؤد، ابوبکر نیشاپوری اور ابوبکر بن مجاہد مقری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابو محمد خلال، ابوالقاسم ازہری رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۳۰۱ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ص ۴۲۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۹۵ھ:** میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن عمر نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۲]

حاکم، عبداللہ بن محمد بن حسکویہ، ابوالقاسم قشیری، احمد بن عبدالرحیم اسماعیلی، سید علی بن محمد بن محمد حسینی، ابوالمظفر محمد بن اسماعیل شجاعی، ابونصر حسین بن احمد جریمینی، فضل بن عبداللہ بن محبّ اور سعید بن ابی سعید عیار رحمہما اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ۹۳ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۸۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۹۸ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن لال شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۳]

---

[۱] قال الخطیب: کان ثقة.

[۲] قال الذهبی: الخفاف الشیخ الامام الزاهد العابد، مسند خراسان......

قال أبو عبد الله الحاکم: کان مجاب الدعوة، سماعاته صحیحة بخط أبیه من أبی العباس السراج وأقرانه، وبقی واحد عصره فی علو الاسناد.

[۳] قال الخطیب: کان ثقة ورد بغداد غیر مرة وحدث بها.

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن اوس مقری، حفص بن عمر حافظ، عبدالرحمٰن بن حمدان جلاب، اسماعیل بن محمد صفار، محمد بن عمر رزاز، علی بن محمد مصریا حمد بن سلیمان عبادات، علی بن ابراہیم قطان، ابوعمرو بن سماک اور جعفر خالدی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: دار قطنی، ابوسعد سبط اورابوبکر برقانی رحمہم اللہ (تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۱۸)

ختم شد

اصحابِ رسول

دین وملت کے طرفدار تھے اصحابِ رسول
ہستیٔ کفر سے بیزار تھے اصحابِ رسول

رحمتِ حق کے طلبگار تھے اصحابِ رسول
دینِ قیم کے نگہدار تھے اصحابِ رسول

زندگی ان کی بسر خدمتِ ملت میں ہوئی
کفر سے برسرِ پیکار تھے اصحابِ رسول

حبِّ یارانِ نبی پاک کے جذبے کے سبب
سب کے سب پیکرِ ایثار تھے اصحابِ رسول

ان کی سطوت کے گواہ آج بھی ہیں بدروحنین
بخدا ایسے فدا کار تھے اصحابِ رسول

ان کے ہر عزم وعمل سے تھا ہراساں باطل
بالیقین غالبِ کفار تھے اصحابِ رسول

کرتے تھے جان وزرومال نچھاور حق پر
عدل وانصاف کی سرکار تھے اصحابِ رسول

ان کی ہیبت سے ہوئی شوکتِ کسریٰ نابود
کیا ہی جاں باز تھے، جرّار تھے اصحابِ رسول

ان پہ راضی ہے خدا اورخدا کا محبوب
اپنے اللہ کے دلدار تھے اصحابِ رسول

دشمنِ دیں پہ جھپٹ پڑتے تھے شیروں کی طرح
رب قہار کی تلوار تھے اصحابِ رسول

کیوں نہ ہو دہر میں نام ان کا فروزاں انوؔر
عاشقِ سیدِ ابرار تھے اصحابِ رسول

(حافظ نور محمد انور)

تو عاشقِ رسول ہے

جو ظاہراً تو پھول ہے
پر باطناً ببول ہے
آنکھوں میں جھونکے دھول ہے
یہ فلسفہ فضول ہے
محیر العقول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

سر پر تیرے انگریزی بال ہیں
سنت سے خالی تیرے گال ہیں
سمجھا ہے تو اسے جمال
ہے خام تیرا یہ خیال
یہ صرف تیری بھول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

مانا غمِ فراق ہے
یہ دوری تجھ پہ شاق ہے
طیبہ کا اشتیاق ہے
لیکن یہ کیا مذاق ہے
فساق میں شمول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

حرص و ہوس کی پیاس ہے
گناہ تجھ کو راس ہے
عیسائیوں سی شکل ہے
انگریز سا لباس ہے
منافقت اصول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

ناواقف فنا ہوا
سر کبر سے تنا ہوا
بجاریٔ انا ہوا
فرعون ہے بنا ہوا
نا قابلِ قبول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

مانا کہ تو شریف ہے
ہر ظلم کا حریف ہے
پر اس کو کیا کریں بھلا
حد درجہ تو نحیف ہے
اب عشق خود ملول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

مدحت سرائی خوب کر
نعتیں بھی خوب لکھ مگر
کرتا ہو قصہ مختصر
گر پاس تیرے اے اثر
حسنِ عمل کا پھول ہے
تو عاشقِ رسول ہے

باسمہٖ تعالیٰ

(آفات وبلیّات سے متعلق پانچ وقیع رسائل کا مجموعہ)

زلزلہ، اِستسقاء

قنوتِ نازلہ اور نمازِ گرہن

کے احکام

دنیا میں آفات وبلیات اور زلزلہ کے اسباب وعوامل اور ان سے حفاظت ونجات کا راستہ

دہشت اور خوف کے موقع پر قنوتِ نازلہ پڑھنے

اور خشک سالی کے موقع پر استسقاء کی دعا کرنے اور نماز پڑھنے

اور سورج وچاند گرہن کے موقع پر گرہن کی نماز پڑھنے کے

مفصّل ومدلّل فضائل وفوائد اور مسائل واحکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان